منتخب مقالات

اُردو اِملا اور رموزِ اوقاف

مُرتّبہ

ڈاکٹر گوہر نوشاہی

www.KitaboSunnat.com

مقتدرہ قومی زبان ○ اِسلام آباد

۱۹۸۶ء

بسم اللہ الرحمن الرحیم

قُلْ أَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ

مجلس التحقیق الاسلامی کے زیر اہتمام

محدث لائبریری

کتاب وسنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

معزز قارئین توجہ فرمائیں

- کتاب وسنت ڈاٹ کام پر دستیاب تمام الیکٹرانک کتب... عام قاری کے مطالعے کیلئے ہیں۔
- مجلس التحقیق الاسلامی کے علمائے کرام کی باقاعدہ تصدیق واجازت کے بعد (Upload) کی جاتی ہیں۔
- دعوتی مقاصد کیلئے ان کتب کو ڈاؤن لوڈ (Download) کرنے کی اجازت ہے۔

تنبیہ

ان کتب کو تجارتی یا دیگر مادی مقاصد کیلئے استعمال کرنے کی ممانعت ہے

کیونکہ یہ شرعی، اخلاقی اور قانونی جرم ہے۔

اسلامی تعلیمات پر مشتمل کتب متعلقہ ناشرین سے خرید کر تبلیغ دین کی کاوشوں میں بھرپور شرکت اختیار کریں

PDF کتب کی ڈاؤن لوڈنگ، آن لائن مطالعہ اور دیگر شکایات کے لیے درج ذیل ای میل ایڈریس پر رابطہ فرمائیں۔

KitaboSunnat@gmail.com

library@mohaddis.com

www.KitaboSunnat.com

فہرست مطالب

صفحہ

مقدمہ — ڈاکٹر گوہر نوشاہی ۱

حصہ اول ۔ اصول املا

۱۔ اردو املا کی تاریخ — ڈاکٹر غلام مصطفیٰ خاں ۱۳

۲۔ اردو املا — ڈاکٹر عبدالستار صدیقی ۳۷

۳۔ صوتیاتی املا — ڈاکٹر شوکت سبزواری ۶۵

۴۔ املا کے قاعدے — غلام رسول ۷۳

۵۔ اردو املا کی اصلاح — ڈاکٹر ابو محمد سحر ۸۱

۶۔ اردو املا کے چند اہم مسائل — رشید حسن خاں ۹۷

۷۔ اردو املا کے مسائل کا حل — غلام رسول ۱۱۵

۸۔ املا اور علامات وقف — ڈاکٹر غلام مصطفیٰ خاں ۱۳۳

حصہ دوم
قواعد اعراب ، رموز اوقاف ، علامات قرأت

۹۔ علامات قرأت — سر سید احمد خاں ۱۶۷

۱۰۔ اعراب (یا حرکات و سکنات) — ڈاکٹر مولوی عبدالحق ۱۸۱

۱۱۔ اردو رموز اوقاف — رشید حسن خاں ۱۸۹

۱۲۔ اردو میں اعراب کا مسئلہ — نصیر احمد زار ۱۹۷

۱۳۔ رموز اوقاف اور ان کا استعمال — غلام رسول ۲۳۱

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

صفحہ

حصہ سوم ۔ سفارشات و معمولات

۱۴۔ گلکرسٹ کا طریق املا — حفیظ الدین ۲۳۹

۱۵۔ اردو املا اور محکمہ تعلیم پنجاب کی ہدایات
— پنڈت برج موہن دتاتریا کیفی ۲۴۳

۱۶۔ اردو اعراب پر دارالترجمہ حیدرآباد کی تجاویز
— ڈاکٹر عبدالستار صدیقی ۲۵۱

۱۷۔ اصلاح رسم الخط (اردو املا پر انجمن ترقی اردو کی تجاویز)
— مولوی سید ہاشمی فریدآبادی ۲۶۳

۱۸۔ اردو انسائکلوپیڈیا آف اسلام کے فیصلے
— ڈاکٹر سید عبداللہ ۲۸۱

۱۹۔ اردو انسائکلوپیڈیا آف اسلام میں املا کے معمولات
— ڈاکٹر سید عبداللہ ۲۸۵

۲۰۔ صحت املا کے لیے ادارہ فرہنگان کی تجاویز
— مولانا حامد علی خان ۲۹۱

۲۱۔ سفارشات املا کمیٹی ترقی اردو بورڈ (بھارت)
— ڈاکٹر گوپی چند نارنگ ۲۹۳

۲۲۔ اردو لغت بورڈ کے املائی و اعرابی اصول — نسیم امروہوی ۳۲۵

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مقدمہ

ڈاکٹر گوہر نوشاہی

ڈاکٹر پرویز ناتل خانلری نے مخارج الحروف کے حوالے سے بو علی سینا کی صوت شناسی پر بحث کرتے ہوئے اس فن کے دو بنیادی اصولوں پر روشنی ڈالی ہے اور ان کو استفہام حروف اور اسلاے حروف کا ماخذ قرار دیا ہے :-

(۱) شعورِ حرف بوسیلہ سماعت۔

(۲) شعورِ حرف بوسیلہ حدوث یا اخراج از حنجرۂ صوت۔

پہلے اصول کی وضاحت یہ ہے کہ حروف یا کلمات اس طرح تلفظ کیے جائیں جس طرح ان کی آواز بولنے والے کے کانوں میں پڑتی ہے۔ دوسرے اصول سے مراد یہ ہے کہ الفاظ کا خواہ کوئی تلفظ بھی سماعت تک پہنچے بولنے یا لکھنے والے کے لیے وہی مستند ہوگا جو اس کے اپنے حنجرے سے نکلتا ہے یا جس تلفظ پر وہ خود قادر ہے۔

ان دو اصولوں میں سے پہلا یونانیوں کا نظریہ ہے جو حروف کی طبقہ بندی کے عمل میں سمعی ماخذ کو اہمیت دیتے تھے اور دوسرا قدیم اہل ہند کا جو مخرج صوت اور اس سے پیدا ہونے والی کیفیات پر اداے کلمہ اور اسلاے کلمہ کا دار و مدار رکھتے تھے۔ ڈاکٹر خانلری

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

نے دوسرے نظریے کو زیادہ وقیع اور دقیق تسلیم کیا ہے؛ چنانچہ لکھتے ہیں :-

"یونانیان حروفِ ملفوظ را بہ حسب کیفیت سمع مورد بحث قرار می دادند و طبقہ بندی می کردند و بہ کیفیت حدوث حروف و عمل اعضاء تلفظ توجہی نداشتند ۔ امّا ہندوان (ہندیان) بہ خلاف ایشان اساس این علم را بر کیفیت حدوث حروف قرار دادہ بودند ۔ بہ این سبب علم حروفِ ہندی در توصیف صوتہای ملفوظ بسیار دقیق تر از علم یونانی بود ۔"[۱]

اردو زبان کے صوتیاتی نظام کا مطالعہ بھی ان دو اصولوں کی روشنی میں ہو سکتا ہے اور املائی نظام یعنی صحت استعمال حروف (جس کا دار و مدار ترتیب صوت اور تزئین کلام پر ہے) کو بھی ان اصولوں کے تحت محکم بنیادوں پر استوار کیا جا سکتا ہے ۔ اردو املا کے بعض شناسوں کے ہاں املا کی تعریف ابھی تک واضح اور فیصلہ کن نہیں ہے؛ مثال کے طور پر :-

ڈاکٹر غلام مصطفیٰ خاں : "املا دراصل لفظوں میں صحیح صحیح حرفوں کے استعمال کا نام ہے ۔"

ڈاکٹر عبدالستار صدیقی : "لفظوں کی صحیح تصویر کھینچنے کو املا کہتے ہیں ۔"

رشید حسن خاں : "کسی زبان کے لکھنے کی رائج معیاری صورت کا نام رسم الخط ہے اور اس رسم الخط کے مطابق صحت کے ساتھ لکھنے کا نام املا ہے ۔"

غلام رسول : "کسی زبان کی عبارت یا لفظوں کو اس کی لکھاوٹ کے طریقے پر درست لکھنا املا کہلاتا ہے ۔"

۱- دکتر پرویز ناتل خانلری : مخارج الحروف ، ص ۱۰۰ ۔ مطبوعہ تہران اردیبہشت ۱۳۱۳ ، بحوالہ : Vendryes, Traité d'accentuation grécque ، ص ۷ ۔ پیرس ۱۹۴۵ء ۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ان عبارتوں میں صحیح اور درست کے الفاظ املا کے بارے میں ہمیں کوئی قطعی اصول مہیا نہیں کرتے ۔ اس تشنگی کا احساس اردو املا کے تقریباً ہر محقق کے ہاں موجود ہے ۔ اس صورت حال کے پیش نظر ڈاکٹر خانلری کے اشارہ کردہ اصول اردو املا کے لیے بھی خاص اہمیت اختیار کر لیتے ہیں ۔

اردو املا کی تاریخ پر غور کرنے سے واضح ہوتا ہے کہ ہمارے زبان شناسوں کے ذہن کے کسی گوشے میں ''حدوث حروف'' والی بات ضرور جاگزین تھی ؛ خواہ اسے برصغیر کا تاریخی شعور کہا جائے یا روایت سے وابستگی ۔ یہ الگ بات ہے کہ اس کے مخالف عوامل کی وجہ سے یہ اصول ''گومگو'' کا شکار اور ہمارا املائی نظام تشکیک کی زد میں رہا ۔ ڈاکٹر غلام مصطفی خاں نے اپنے مقالے ''اردو املا کی تاریخ'' میں املائی نظام کو جس تاریخی ترتیب سے پیش کیا ہے ، اس سے اس خیال کو تقویت ملتی ہے ۔ اس مقالے میں مندرج نمونوں نیز اردوے قدیم سے بعض دوسری مثالوں کو مدنظر رکھتے ہوئے اس نتیجے تک پہنچنا دشوار نہیں ہے کہ پرانے زبان دانوں نے املا کا معیار ''حدوث حروف'' والے اصول پر رکھتے ہوئے ، حروف یا الفاظ کی اس طرح املا کی جس طرح وہ انھیں ادا کرتے تھے : چنانچہ دیگر زبانوں سے مستعار الفاظ کی املا کے بارے میں ان کا یہ فیصلہ کہ اسے گفتاری لہجوں کے مطابق ہونا چاہیے اور ان کا تلفظ اور املا بولنے والوں کے تصرف کے موافق ہو ، اسی سلسلے کی کڑی ہے ۔ یاد رہے کہ یہ عمل صرف اردو زبان ہی میں نہیں بلکہ تقریباً ہر اس زبان میں ہے جس میں مستعار یا دخیل الفاظ موجود ہیں ۔ فارسی اور عربی کی مثالیں تو ہمارے سامنے ہیں ۔ میر عبدالواسع ہانسوی نے غرایب اللغات میں بعض الفاظ کی جو مخصوص املا درج کی ہے ، وہ ہانسوی کے املائی شعور کی واضح شہادت ہے : مثال کے طور پر : ہانسوی نے جھاڑ کو جھاڈ ، سوڑھا کو سوڈھا اور چلمن کو چلون اس لیے لکھا ہے کہ یہی تلفظ اس کے گرد و پیش میں زندہ زبان بولنے والوں کا تھا ؛ حالانکہ عین ممکن ہے ، اس علاقے سے تعلق نہ رکھنے والے لوگ ان الفاظ کا تلفظ کسی دوسرے طریقے سے کرتے ہوں : ممکن ہے ان کا تلفظ موجودہ دور کے مطابق ہو ۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

گمان غالب ہے کہ خود خانِ آرزو بھی اصول "حدوث" کے قائل تھے کیونکہ انھوں نے دخیل الفاظ کے بارے میں رائے دی کہ ان کے لیے تلفظ اور اسلا کی وہی صورت اختیار کی جائے جو اہل زبان (یعنی بولنے والوں) میں رواج پا چکی ہو۔ ایسے لفظوں کے لیے اصلی زبان کی پیروی ضروری نہیں، چنانچہ آرزو کی نوادر الالفاظ اور ہانسوی کی غرایب اللغات دونوں میں صوف کو سوف، صابن کو سابن اور چاقو کو چاکو لکھا گیا ہے۔ اسی طرح میرزا خان نے بھی تحفۃ الہند میں الفاظ کا وہی تلفظ دیا ہے، جو روز مرہ کی بول چال میں مستعمل تھا۔

اصول حدوث اور سماعت دونوں کا تعلق حروف کی صوتی صورتوں اور کیفیات سے ہے، حروف کی صوری اور ہیجائی صورتوں سے نہیں۔ قدما کے طریق کار، خاص طور پر مخطوطات کے املائی نظام کا مطالعہ کرنے سے اندازہ ہوتا ہے کہ حروف کی صوری حالتیں اصلاح اور تغیر کے بے شمار مراحل سے گزریں؛ جن کا ذکر ڈاکٹر غلام مصطفیٰ خاں اور رشید حسن خاں نے تفصیل کے ساتھ کیا ہے: مثلاً: مخطوطات میں ہائے ملفوظی اور ہائے دو چشم میں کوئی فرق نہ تھا۔ "ک" اور "گ" کبھی ایک ہی مرکز سے لکھے جاتے اور کبھی "گ" کے لیے "ک" پر ایک مرکز کے اوپر "ے" کا نشان بنا دیا جاتا تھا۔ ٹ، ڈ اور ڑ پر کبھی تین نقطے، اور کبھی چار نقطے اور کبھی ایک چھوٹا سا خط لگا دیا جاتا تھا۔ کبھی ڑ اور ڈ کے نیچے تین نقطے بھی لکھے جاتے تھے۔ یہ صورتیں آج بھی اسلا کے ان روایتی طریقوں میں دیکھی جا سکتی ہیں جن کی مثالیں سندھی یا پشتو رسم الخط میں قائم ہیں۔ ان تغیرات اور اصلاحات کو انیسویں صدی تک کے مخطوطات میں دیکھا جا سکتا ہے۔ انھی صوری تغیرات اور اصلاحات کی ایک صورت وہ ہے جو فارسی انشا کے حوالے سے اردو اسلا میں داخل ہوئی اور نتیجتاً مختلف مفرد حروف کو حروف مرکب کی طرح کلمے یا لفظ میں ملا کر لکھا گیا جسے بعد کے اردو انشا پردازوں نے متروک قرار دے دیا۔ مثلاً واؤ کو د سے،

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

الف کو "د" سے، "د" کو "و" سے اور "د" کو ہ سے ملا کر لکھا گیا ۔[۱]

اردو املا کے صوتی پہلوؤں کو مدنظر رکھتے ہوئے یہ کہنا مشکل نہیں کہ ان میں حدوث حروف یا کیفیات گفتاری کو تلفظ کے وسیلے سے بنیاد بنایا گیا ہے ۔ دکنی مخطوطات یا اردوے پنجاب کے اکثر نمونوں میں الفاظ کی غیر مانوس املا دراصل ان خطوں اور منطقوں کے عوام کے لہجوں اور حروف کی مخصوص ادائیگی سے تعلق رکھتی ہے ۔ فنِ املا کے نقادوں کے نزدیک " جغرافیائی یا علاقائی اختلافات گروہوں اور قوموں میں اختلافِ تلفظ کا باعث بنتے ہیں"۔ یہی اختلافِ تلفظ ، اختلافِ املا کی بنیاد ہیں لیکن ڈاکٹر عبدالستار صدیقی کے بقول ، " الفاظ کی املا میں صرف اس طرز کو اختیار کرنا چاہیے جو تلفظ میں سب سے زیادہ قریب ہو "۔

زیر نظر انتخاب کے مختلف حصوں میں جو مقالات شامل کیے گئے ہیں ، ان کے بارے میں یہ دعویٰ تو نہیں کیا جا سکتا کہ یہ املا و رموز اوقاف کی تمام بحثوں کا احاطہ کرتے ہیں ؛ یا اس موضوع پر یہ بہترین تحریریں ہیں ، البتہ یہ بات پورے وثوق کے ساتھ کہی جا سکتی ہے کہ ان مقالات میں اس فن کے بارے میں بیشتر معروف اور قابل ذکر مکاتبِ فکر کا احاطہ کر لیا گیا ہے ۔ حصہ اول کے اہم مقالوں میں ڈاکٹر غلام مصطفیٰ خاں کا مقالہ " اردو املا کی تاریخ" خاصے کی چیز ہے ۔ اس مقالے میں ڈاکٹر صاحب موصوف نے یہ تفصیل دی ہے کہ کس زمانے میں کون سے حروف کس طرح لکھے جاتے تھے اور ان میں کیا کیا تبدیلیاں ہوتی رہیں ۔ قدیم اردو ادب سے مثالوں کا سلسلہ فخرالدین نظامی کی تصنیف کدم راؤ پدم راؤ (تصنیف ۸۲۵ھ) سے شروع

۱۔ پنجاب میں کتابت شدہ فارسی مخطوطات میں اس قسم کی مثالیں جن کاتبوں کی تحریروں میں بکثرت موجود ہیں ، ان میں اللہ بخش قادری لاہوری (مقصد الاقصیٰ ۱۰۹۸ھ) ، شبیر محمد بن ضیاء اللہ کنجاہی (مجربات اکبری ۱۱۵۰ھ) اور غلام رضا (رشحات الفنون ۱۱۹۶ھ) قابل ذکر ہیں ۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ہوتا ہے اور ۱۱۱۱ھ کی تصنیف پریم کہانی از محمد (غالباً ملک محمد جائسی) تک پہنچتا ہے۔ یوں ڈاکٹر صاحب نے اردو املا کی تین سو سالہ پیش رفت کو سمیٹ لیا ہے۔

ڈاکٹر عبدالستار صدیقی نے املا سے متعلق بعض بنیادی اور ضروری مسائل پر بحث کی ہے۔ ٹھیٹھ اردو الفاظ کے بارے میں ان کا خیال ہے کہ انھیں ہرگز ہائے مختفی سے نہ لکھا جائے۔ جمع منادا کے بارے میں کہا ہے کہ اس کے آخر میں نون غنہ جائز نہیں۔ مثلاً لڑکو کی بجائے لڑکوں، بچو کی بجائے بچوں، اردو محاورے کے مطابق نہیں ہے۔ انھوں نے اس کی سند میں قلق لکھنوی کا مندرجہ ذیل شعر نقل کیا ہے:

جھوٹ کہتا نہیں میں سچ جانو
کافرِ عشق ہوں مسلمانو!

ڈاکٹر صاحب نے 'گیارا' اور 'گیاراں' دونوں کو درست قرار دیا ہے اس طرح انھوں نے مختلف گروہوں میں اصول حدوث کو تسلیم کیا ہے۔ اس مقالے میں بے شمار الفاظ کی صحت پر بحث کرتے ہوئے صحیح املا کی طرف متوجہ کیا ہے۔ ان میں ہائے مختفی، نون غنہ، ہمزہ، ذیاز، ص یا س، ط یا ت پر خصوصی مباحث دلچسپ اور قابل توجہ ہیں۔

ڈاکٹر شوکت سبزواری نے بعض الفاظ کی گفتاری املا کی طرف توجہ کی ہے اور صحت تلفظ کو صوتی اکائیوں کے ساتھ ہم آہنگ کیا ہے۔

ڈاکٹر ابو محمد سحر نے بیسویں صدی میں اصلاح املا کی کوششوں کا ذکر کرتے ہوئے اسیر مینائی اور احسن مارہروی کے کام کو سراہا ہے۔ اسی طرح پروفیسر آل احمد سرور اور پروفیسر مسعود حسن رضوی ادیب کو بھی خراج تحسین پیش کیا گیا ہے۔ ڈاکٹر ابو محمد سحر نے "اردو املا کی اصلاح" کے سلسلے میں بھارتی حکومت کے اقدامات کا جائزہ لیتے ہوئے ترقی اردو بورڈ کی سفارشات کا ذکر کیا ہے۔ اس ضمن میں بورڈ کی طرف سے قائم کردہ املا کمیٹی کے زیر اہتمام شائع ہونے والی دو کتابوں کا خاص طور پر تذکرہ کیا گیا ہے جن میں سے ایک اردو املا مصنفہ رشید حسن خاں اور دوسری املا نامہ مصنفہ ڈاکٹر گوپی چند نارنگ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ہے ۔ ڈاکٹر سحر کے بقول املا نامہ ، رشید حسن خاں کی کتاب اردو املا کا خاکہ ہے ۔ ڈاکٹر ابو محمد سحر نے یہ بھی کہا ہے کہ ان دو کتابوں میں اصولوں کی یک رنگی بھی موجود نہیں حالانکہ ہم آہنگی ایک ضروری امر تھی ۔ ڈاکٹر سحر نے مندرجہ ذیل مثالیں پیش کی ہیں ۔

املا نامہ	اردو املا
زرا	ذرا
یہ	یہہ
چنانچہ ۔ چونکہ وغیرہ	چناں چہ ۔ چوں کہ وغیرہ
آزمائش ۔ نمائش ۔ نمائندہ	آزمایش ۔ نمایش ۔ نمایندہ

ایسی اور بھی کئی مثالیں موجود ہیں ، تاہم میرے خیال میں دونوں کتابوں کے بغور مطالعے کے بعد ڈاکٹر سحر کی اس رائے سے کاملاً اتفاق نہیں کیا جا سکتا کہ ڈاکٹر گوپی چند نارنگ کا کام رشید حسن خاں کی کتاب کا محض چربہ ہے ۔

رشید حسن خاں نے اپنے مقالے ''اردو املا کے چند اہم مسائل'' میں لفظوں کی رائج شکلوں اور مروج املا کی اہمیت پر زور دیا ہے ۔ ان کا کہنا ہے کہ قدیم املائی تغیرات تاریخ کا حصہ ہیں ، طالب علم کا اس سے کوئی تعلق نہیں ۔ املائی تغیرات تاریخی حیثیت رکھتے ہیں اور وہ ترک و اختیار کے مختلف مرحلوں کی نشاندہی کرتے ہیں ۔ تغیرات نافذ نہیں کیے جاتے ، آہستہ آہستہ خود بخود بروئے کار آیا کرتے ہیں جس سے املا میں فرق پیدا ہوتا ہے ۔ ان کے نزدیک : ''جغرافیائی یا مناطقی اختلافات گروہوں یا قوموں میں اختلافاتِ تلفظ کا باعث بنتے ہیں''۔

رشید حسن خاں نے صحت املا کے بارے میں تجاویز پیش کی ہیں اور اپنے پیشروؤں کے کام کو سراہا ہے ۔

''املا اور علاماتِ وقف'' ، ڈاکٹر غلام مصطفیٰ خاں کا ایک اہم مقالہ ہے جس میں موصوف نے اورنگ زیب کے دور سے لے کر عہد حاضر تک کے ان علما کی کوششوں کا ذکر کیا ہے جنھوں نے اردو کے قواعد منضبط کرنے میں محنت اٹھائی ہے ۔ انھوں نے اورنگ زیب عالمگیر ،

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

خان آرزو ، انشا ، غالب ، احسن مارہروی اور ڈاکٹر عبدالستار صدیقی کی توجیہات کو خاص طور پر خراج تحسین پیش کیا ہے ۔

(۲)

زیر نظر مجموعۂ مقالات کے دوسرے حصے میں رموز اوقاف اور علامات قرآت پر کچھ مواد پیش کیا گیا ہے ۔ سر سید احمد خاں نے اردو زبان کے جہاں بے شمار دوسرے پہلوؤں پر توجہ کی وہاں علامات قرآت کو بھی قابل التفات قرار دیا ۔ سر سید کی مجوزہ علامات سے نئی تحقیقی کاوشوں کے پیش نظر اختلاف کی گنجائش ہے لیکن اس میں کچھ کلام نہیں کہ سر سید کی یہ تحریر جدید علامات قرآت میں ابتدائی تجاویز کی حیثیت رکھتی ہے اور اس کی تاریخی اہمیت سے انکار ممکن نہیں ۔

مولوی عبدالحق نے حروف علت ، تنوین ، حرف شمسی و قمری ، زیر ، زبر ، پیش ، مد ، جزم ، نون غنہ اور الف ممدودہ وغیرہ کے استعمال پر بحث کر کے اردو کے اعرابی نظام میں ان کی اہمیت کو واضح کیا ہے ۔

رشید حسن خاں کے نزدیک : " اوقاف ان علامات کو کہتے ہیں جن کی مدد سے جملے کو اور جملے کے مختلف اجزا کو صحیح طور پر سمجھنے میں مدد ملتی ہے ۔ ان کا استعمال ضروری ہے"۔ خاں صاحب نے جن علامات کی پابندی لازمی قرار دی ہے ان میں سکتہ ، وقفہ ، رابطہ ، ختمہ ، سوالیہ ، ندائیہ یا فجائیہ ، قوسین اور واوین شامل ہیں ۔ انہوں نے ان کے محلِ استعمال کی نشان دہی بھی کر دی ہے ۔

(۳)

اس مجموعے کے حصہ سوم میں املا و رموز اوقاف کے بارے میں مختلف ادوار میں مرتب شدہ سفارشات و معمولات کی تفصیل پیش کی گئی ہے ۔ یہ کتاب کا سب سے اہم حصہ ہے ۔ بعض سفارشات و معمولات پہلی مرتبہ تدوینی صورت میں قارئین تک پہنچ رہی ہیں ۔ ان سفارشات نے اردو املا پر مختلف اوقات میں لکھنے والوں کی رہنمائی کی ہے ؛ بلکہ بعض امور میں تو آج بھی اسی طرح رہنما ہیں ۔ یہ سلسلہ انیسویں صدی میں

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

محکمہ تعلیم پنجاب کے معمولات سے شروع ہوکر ترقی اردو بورڈ بھارت کی املا کمیٹی کی سفارشات تک پہنچتا ہے جنھیں ڈاکٹر گوپی چند نارنگ نے مرتب کیا ہے ۔ آخر میں اردو لغت بورڈ کراچی کے اختیار کردہ وہ املائی اور اعرابی اصول ہیں جنھیں بورڈ کے زیر اہتمام مرتب شدہ لغت میں استعمال کیا گیا ہے ۔ اس حصے کے مندرجات میں مکتبہ فرینکلن لاہور اور اردو انسائیکلوپیڈیا آف اسلام کے معمولات املا خاص طور پر قابل ذکر ہیں ۔ جنھیں استاد محترم ڈاکٹر سید عبداللہ نے از راہ کرم ہمیں عطا فرمایا ہے ۔

(۲)

زیر نظر مقالات میں مطالب کی تکرار مرتب کے علم میں ہے ، اسے برقرار رکھا گیا ہے ، تاکہ محققین کے ہاں اشتراک عمل کی نشان دہی کی جا سکے ۔ بعض مقالات سے کچھ حصے حذف کرنے پڑے ۔ ان میں ہندی زبان کی مثالیں دیوناگری رسم الخط میں تھیں اور دیوناگری کا مخصوص ٹائپ استعمال ہوا تھا ۔ ہمارے ہاں اکثر طباعتی اداروں میں یہ ٹائپ موجود نہیں ہے لہذا مجبوراً ایسے اقتباسات حذف کر دیے گئے لیکن خیال رکھا گیا کہ اس سے عبارت یا نفس مضمون کو کوئی نقصان نہ پہنچے ۔

یہ مجموعۂ مقالات اس سلسلۂ عمل کی ایک کڑی ہے جو مقتدرہ قومی زبان کی طرف سے اردو املا و رموز اوقاف کی تفہیم ، تشریح اور تشہیر کے لیے بروئے کار لایا گیا ہے ۔ مرتب ان تمام مصنفین کا احسان مند ہے جن کی تحریریں اس کتاب میں شامل ہوئیں اور ان تمام اداروں کا شکر گزار ہے جن کی مطبوعات سے اس کتاب کی تدوین میں استفادہ کیا گیا ہے ۔ استاد گرامی ڈاکٹر وحید قریشی صدر نشین مقتدرہ قومی زبان کا سپاس گزار ہوں کہ اس کام کی تکمیل میں ہر قدم پر رہنمائی فرمائی ۔

★ ★ ★

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

حصہ اوّل

اصولِ املا

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اردو املا کی تاریخ

ڈاکٹر غلام مصطفٰی خاں

املا دراصل لفظوں میں صحیح صحیح حرفوں کے استعمال کا نام ہے اور جو طریقہ ان حرفوں کے لیے اختیار کیا جاتا ہے ، وہ رسم خط کہلاتا ہے لیکن ان دونوں کی حدیں چونکہ قریب قریب ہیں ، اس لیے فن املا کے امام ڈاکٹر عبدالستار صدیقی نے لفظوں کی صحیح تصویر کھینچنے[۲] کو املا کہا ہے اور تقریباً یہی مفہوم انشاء اللہ خاں انشا اور غالب کے یہاں پایا جاتا ہے ۔

حقیقت یہ ہے کہ ہر زبان کے لیے صحیح املا کے قواعد نہایت ضروری ہیں لیکن یہ جس قدر ضروری ہیں ، اتنی ہی اُن سے بے اعتنائی برتی جاتی ہے ۔ نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ ایک لفظ ایک شخص جس طرح سے لکھ دیتا ہے ، وہ دوسروں کے لیے سند بن جاتا ہے اور جہاں کتابوں یا اخباروں میں اس کی تکرار ہوئی ، وہ مقبولیت حاصل کر لیتا ہے ۔ اس لیے محققین کے لیے یہ ضروری ہے کہ وہ زبان کی یکرنگی اور یکسانی کو قائم رکھنے کے لیے صحیح بنیادوں پر املا کے اصول قائم کریں تاکہ بے ضابطگی بھی پیدا نہ ہو اور ہر شخص آسانی سے اپنی زبان لکھ پڑھ سکے ۔

۱- معارف (جون ۱۹۵۱ء) ۔

۲- رسالہ اُردو جولائی ۱۹۶۵ء ص ۲۹۵ ۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اس مضمون میں یہ عرض کیا گیا ہے کہ کس زمانے میں کون سے حروف کس طرح سے لکھے جاتے تھے اور ان میں کیا کیا تبدیلیاں ہوتی رہیں ؛ چنانچہ اس کے لیے معلومات نہ صرف مطبوعہ کتابوں سے بلکہ نادر مخطوطات سے بھی حاصل کی گئی ہیں اور کوشش کی گئی ہے کہ صحیح صحیح چیزیں نظر کے سامنے آ جائیں ، تا کہ ہمارے محققین کچھ اسلاف کے اختیار کردہ اصول سے اور کچھ اپنے اجتہاد سے املا کے صحیح قاعدے منضبط کر سکیں ، مولوی عبدالحق صاحب کے ذاتی کتب خانے میں فخرالدین نظامی دکنی کی ایک مثنوی کدم راؤ پدم راؤ کے نام سے موجود ہے ، یہ ۸۲۵ھ میں[۱] مرتب ہوئی ، اس لیے اس کا شمار قدیم ترین اردو تصانیف میں ہو سکتا ہے ۔ مثنوی نسخ میں ہے اور اس طرح شروع ہوتی ہے :

گُسائیں تُہیں ایک دُنہ جگ ادآر
(مالک) (سا) (آسرا)

بُرد بُرد نہ جگہ تُہیں دَیس ہار
(برابر) (دینے والا)

آکاس اُنہہ پاتال دھرتی تُہیں
(آسمان)

جہاں کچھ نکوینئی ستھاں ہی تہیں

رَچَن ہار اَنکھیے رَجنہار توں
(خالق) (آگے)

رہن ہار پیچھیں رہن ہار توں
(باقی رہنے والا)

تہیں رچیا جّگہ ابر اورتال تل
اوپر تہیں نہ آ کر سکی آپ بل

قلم کیاں سون تین لکھیا بھوگ جگہ
(اکتساب)

سکایا قلم بھاگ لکھ جرم لگ
(نصیب)

۱۔ لیکن اس کا سال کتابت معلوم نہیں ہے ۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اس مخطوطے کی املائی خصوصیات یہ ہیں :-

۱- گاف پر ایک ہی مرکز ہے اور اکثر اس کے نیچے تین نقطے ہیں ۔

۲- جب گاف اور چ کسی لفظ کے آخر میں آتا ہے تو اس کے ساتھ "ہ" بھی ہے اور یہ بات دکنی ادب میں عام ہے ۔

۳- یائے معروف و مجہول میں کوئی فرق نہیں ہے ۔

۴- ہائے ہوز کی مختلف شکلوں کو بغیر کسی امتیاز کے لکھا ہے ۔

۵- الف ساکن کے پہلے زبر ہے اور ایسے الف پر اکثر مد لکھا گیا ہے ۔

۶- ہمزۂ مکسورہ کے نیچے دو نقطے ضرور ہیں ۔

۷- حرف نفی "نہ" کو اکثر پہلے یا بعد کے لفظ سے جوڑ کر لکھا ہے ۔

پھر حضرت شمس العشاق میراں جی رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی ۹۰۲ھ) کے کلام کا ایک مجموعہ جو تصوف کے متعلق ہے ، کراچی میں ڈاکٹر مولوی عبدالحق صاحب کے یہاں ملتا ہے ۔ یہ غالباً ۸۵۰ھ میں مرتب ہوا تھا ۔ اس میں حضرت میراں جیؒ کے کچھ اشعار بھی ہیں ۔ ایک جگہ "سبیل الانسان" کے ذیل میں جو اشعار ہیں ، ان میں سے دو یہ ہیں :-

اپین جانیا جیون آپنا جیون وہی وہی
اسکوں دیکھت آپ گنوایا گیان کلا بھی رہی

بن بیّن بنب سمایا جیسا پرکا سین پرکاس
کر موکھ بینا ماک ، نپادی پرچو سہج اُداس

یہ مجموعہ بھی نسخ میں ہے اور اس کی خصوصیات یہ ہیں :-

۱- ک پر ایک ہی مرکز ہے اور اکثر اس کے نیچے تین نقطے ہیں ۔

۲- یائے معروف و مجہول میں کوئی امتیاز نہیں ہے اور یہ بات تو بہت بعد تک رہی ہے ۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

۳- ''ہ'' کی مختلف شکلیں اکثر دو چشمی ھ سے بنائی گئی ہیں۔
یہ چیز بھی بہت بعد تک پائی جاتی ہے۔

اسی قسم کی املائی خصوصیات حضرت شیخ بہاء الدین باجن (المتوفی ۹۱۲ھ) کے دوہروں میں بھی پائی جاتی ہیں؛[۱] بلکہ حضرت شاہ علی حسینی (المتوفی ۹۷۳ھ) کے دیوان ''جواہر اسرار الله'' میں بھی یہی چیزیں ہیں؛ مثلاً اس میں ایک جگہ ہے:-

'' نکتۂ پنجم در تخلص''

کی لوک کونہ دکھ دھیں جانوں جو ایسا کو سہیں
منجھ باج علیجیو کی کہیں اے بھائیو ہوں سون کروں[۲]

یہ نسخہ بھی نسخ میں ہے۔

حافظ محمود شیرانی مرحوم نے اورینٹل کالج میگزین (بابت اگست ۱۹۳۰ء) میں آٹھویں اور نویں صدی ہجری کے اردو فقرے اور دوہرے نقل کیے ہیں۔ پھر اسی میگزین (نومبر ۱۹۳۰ء) میں حضرت شیخ باجنؒ کے مختلف اشعار بھی نقل کیے ہیں جن میں کئی چیزیں اہم ہیں۔ حضرت باجنؒ کے یہاں جمع مضارع کی ایک خاص شکل ہے۔ یعنی دھرنہ (دھریں) کے بجائے۔ کرنہ (کریں) بلسنہ (بلسیں) ترسنہ (ترسیں) مانگنہ (مانگیں) وغیرہ جو پنجابی جمع کے مطابق ہے۔ اسی طرح پنجابی طرز کی جمع کانٹیاں (کانٹے) انکھیاں (آنکھیں) کے ساتھ ساتھ برج کی جمع کلالنہ (کلالوں) درویشنہ (درویشوں) راتنہ (راتوں) اورنہ (اوروں) وغیرہ بھی ہیں۔ فعل مستقبل میں کریسوں (کروں گا) دیسوں (دوں گا) اتریسی (اترے گا) بھی ہے اور ہمارے موضوع املا کے لحاظ سے ان کے یہاں حسب ذیل چیزیں پائی جاتی ہیں۔

۱- مولانا راشد برہان پوری کا کتب خانہ۔
۲- مولوی عبدالحق صاحب کا ذاتی کتاب خانہ کراچی۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

۱- جمع اور جمع مضارع ، نیز مصادر ایک ''ہ'' پر ختم ہوتے ہیں ۔ تم ، اُن ، جن ، نین ، باتوں ، لین ، دین وغیرہ بھی ''ہ'' پر ختم ہوتے ہیں ۔

۲- حروف مشدّد کو دو بار لکھا ہے ۔

۳- ٹ ، ڈ ، ڑ کے لیے کوئی امتیازی علامت نہیں ہے اور وہ ت ، د ، ر کی طرح ہیں ۔

حضرت باجنؒ کے بعد دسویں صدی کے ختم ہوتے ہی یعنی ۱۰۰۲ھ میں مصطفیٰ تخلص کے ایک دکنی (گجراتی) شاعر نے نور نامہ لکھا تھا ۔ یہ نسخ میں اکسٹھ (۶۱) صفحات کا ایک رسالہ ہے جس میں تقریباً سوا چار سو اشعار ہوں گے ۔ آخر میں جو اشعار ہیں اُن سے شاعر اور اُس کی تصنیف وغیرہ کے متعلق معلومات حاصل ہوتی ہیں ۔

فارسی تھا سو دکھنی بات — لکھا مصطفیٰ حُبِّ سنگات
کوئی پر دیکھیں کے در حال — میرے حُب کا یو ہی خیال
یاں نی مرنا نین مجکوں جان — نور نامہ کا کیا بیان
جکوی پہر دیکھی ہوے شاد — مجھ عاجز کوں کری یاد
شیخ قطب عالم کی میں اولاد — نور نامہ کا کیا میں بنیاد
نور محمدؐ کا نور محمدؐ مین — میں بیٹھا لکھیا اوسان میں
یکہزار دو (۱۰۰۲) کلی سان جان — نور تھا قدرت کا یوں نشان
ہور بھجو نبیؐ پر ہم صلوٰۃ — ہی کلیمی ستی میری بات
نبی صلوا علیٰ و آلِ رسول — مجھ خادم کہین کون کرنا قبول
ہی مجکوں آپس ہی یو نفا — مجھ ناؤں کاری ہوں[۱] مصطفیٰ

۱- یہ نسخہ بھی مولوی عبدالحق صاحب کے یہاں ہے ۔ راقم الحروف نے معارف (جنوری ۱۹۴۰ء) میں ولی ویلوری کی تین مثنویوں کے ساتھ ۱۰۰۰ھ کی مثنوی ''پند نامہ'' اور ۱۰۰۳ھ کی '' اساس المصلّی'' کا ذکر بھی کیا تھا ۔

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

ان اشعار سے معلوم ہوتا ہے کہ شاعر کا نام مصطفیٰ ہے جو اپنے کو حضرت قطب العالم برہان الدین ابو محمد عبداللہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی ۸۵۷ھ) بٹوہ ، احمد آباد کی اولاد میں کہتا ہے اور یہ کہ اس نے ۱۰۰۲ھ میں نور نامہ فارسی سے دکھنی میں منتقل کیا ۔ اس کی شاعری کے متعلق تو کچھ کہنے کی ضرورت نہیں ہے لیکن اس نسخے کی املائی خصوصیات ضرور ہمارے موضوع کے لیے اہم ہیں ؛ وہ یہ ہیں :-

(۱) کاف اور گاف دونوں پر مرکز ہے ، جو اس زمانے میں عام تھا ۔ (۲) ڑ کے لیے نیچے تین نقطے ہیں ۔ (۳) ''ٹ'' پر ''ط'' کی جگہ چار نقطے ہیں ۔ (۴) ''ھ'' کو اکثر دو چشمی ھ سے لکھا ہے اور یائے معروف و مجہول وغیرہ کا امتیاز نہیں ہے ۔ ان کے علاوہ لسانی خصوصیات وہی ہیں جو دکھنی اُردو میں پائی جاتی ہیں ۔ وزن اور قافیہ وغیرہ کی بھی کوئی خاص پروا نہیں ہے ؛ کیونکہ اس قسم کے عقیدت مند لوگ اول تو شاعر ہی نہ تھے اور جو شاعری کرتے بھی تھے اُن کو اس پر فخر و ناز نہ تھا ۔

اس کے بعد ملا وجہی کا نمبر آتا ہے ، جس کی مثنوی قطب مشتری اور نثر ''سب رس'' کو مولوی عبدالحق صاحب شائع کر چکے ہیں ۔ اور ان کتابوں کی لسانی اور املائی خصوصیات پر بھی اظہار رائے کر چکے ہیں ؛ اس لیے اس کے بجائے اس کے معاصر ابن نشاطی کا ذکر کیا جاتا ہے جس نے مثنوی ''پھول بن'' ۱۰۶۶ھ میں لکھی تھی[۱] ۔ یہ بھی نسخ میں ہے ۔ اس میں ''سبب تالیف'' اس طرح بیان کیا گیا ہے :-

مجھے یک دن دیا ہاتف نے آواز ۔۔۔ پر تکی داستاں کی اے سخن ساز
سخنکا آج توں کر کوہران سنج ۔۔۔ سخنکا کھولتا نین کیا سبب کنج
جکت کوں کی سناتا نین یو باتاں ۔۔۔ شکر پر کی توں لکھتا نیں براتاں
تیری گفتار سوں عالم میتھا کر ۔۔۔ دی تیری شعر کا ہر کسکوں شکّر
سخنک پھولک تاثیر تی توں ۔۔۔ معطّر کر جکت یک دھیرتے توں

۱- ایضاً ۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

خوشی سوں اا خوشیکی ہاتھ پر آج   توں کا نانکوں جکت کی عید ۱ کر آج

اس کی املائی خصوصیات یہ ہیں :-

۱- ٹ کے لیے چار نقطے اوپر ہیں - (۲) ڑ کے لیے اکثر تین نقطے نیچے ہیں مثلاً :-

نہ ہلتا ھی نہ چلتا ہی موا تھا   تمام ارنی سوں کام اس کا ہوا تھا
(روح در جسم آہو)

(۲) اسی طرح ڈ کے لیے تین نقطے ہیں :-

نہ دیکھے کوئی تیوں آہستہ دگ دک
چلوں اوس کانڈکی اوس کانڈ کوں لک

لیکن کہیں کہیں ڑ اور ڈ کے تین نقطے اوپر بھی ہیں -

(۳) کہیں کہیں گاف پر دو مرکز نظر آتے ہیں ، یہ کتابت اس لحاظ سے قدیم نمونہ سمجھی جائے گی -

(۴) واو معروف کے لیے اکثر ایک سیدھا پیش دیا گیا ہے ، یہ چیز خاص ہے -

(۵) الف پر اگر مد کی ضرورت ہے تو اکثر مقامات پر دو الف لکھے گئے ہیں -

---

۱- ابن نشاطی کی "پھول بن" کے جواب میں ہنر نے نیم دربن ۱۱۳۴ھ لکھی تھی (اردوئے قدیم از حکیم شمس اللہ قادری ، ص ۱۰۰) سید محمد والہ (المتوفی ۱۱۸۴ھ) نے بھی اس کے جواب میں مثنوی " سہنی و طالب" لکھی تھی - والہ لکھتا ہے :-

سنیا ہوں میں قصہ اک ہور وزن کا
بندھا ابن نشاطی پھول بن کا
ولے دو دلکو نئیں لگتا ہے چنداں
نہ ہوتا طبع کا پھول اس سوں خنداں

والہ کی مثنوی ، میر کی دریائے عشق اور مصحفی کی بحرالمحبت سے ملتی جلتی ہے -

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(۶) ہائے ہتوز کو ہر جگہ دو چشمی ھ لکھا گیا ہے۔

(۷) عام دستور کے مطابق یائے معروف و مجہول میں کوئی امتیاز نہیں ہے۔

(۸) اوس (اُس) اون (اُن) واو کے ساتھ لکھے گئے ہیں۔

حضرت شیخ برہان الدین غریب رحمۃ اللہ علیہ کے مرید شیخ رکن الدین ابن عماد الدین کاشانی نے تصوف پر ایک کتاب فارسی میں شمائل الاتقیاء کے نام سے لکھی تھی، اس کا دکنی ترجمہ میراں یعقوب نے ۸۰۲ھ میں کیا تھا، وہ بھی نسخے میں ہے اور اس طرح شروع ہوتا ہے:-

بسم اللہ الرحمن الرحیم

حمد و ثناء اتقیا و اصفیا کی کتاں، ہور خصلتان کی نمن بیحد و بی پایان ہور سرانا، بکھانتا اولیاء و انبیاء کی، نیکیاں، ہور صفتاں کے۔ بھانت بی کنت۔ ہور بی انت آمن یک پاک ذات کون، واجب ہور سزاوار ہے کہ، جینی پرہیزکاراں کے، تولی کون اپنی نزدیک کے بپرائے دیا، کہ — اِنَّ اَکْرَمَکُمْ عِنْدَاللہِ اَتْقٰکُمْ۔ یعنی تحقیق خدا کی نزدیکہ بپرا تمنا میں اوکوی ہے، جو جنی تمنا میں بپری پرہیزکارھی[۱]

اس نسخے میں بھی ٹ، ڈ، گاف، ھ وغیرہ کے لیے وہی علامات ہیں جو اس سے پہلے والے نسخے میں ہیں لیکن اس میں ایک خاص بات

۱- یہ نسخہ بھی مولوی عبدالحق صاحب کے یہاں ہے لیکن اس کے آخر میں ایک جگہ ۱۱۵۰ھ لکھا ہوا ہے، اس کے بعد جن مخطوطات کا ذکر اس مضمون میں آئے گا، وہ اکثر مولانا راشد صاحب برہان پوری کی ملک میں ہیں۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

یہ ہے کہ فقرہ یا کلمہ وغیرہ ختم ہونے پر ہر جگہ ایک بڑا گول (سرخ) نقطہ دیا گیا ہے ؛ گویا اُس زمانے سے ہماری زبان میں علاماتِ وقف نظر آتے ہیں ۔

۱۰۹۶ھ کی لکھی ہوئی ایک بیاض ملتی ہے ، جس میں مختلف شعرا کے دوہے ہیں ۔ اس کے آخر میں یہ عبارت ہے :-

" بتاریخ ۲۷- رجب المرجب ۲۸ جلوس والا بندۂ درگاہ گلاب رائے سوائی بیاد گار بقلعہ سولا پور وقتیے کہ درتہیہ روانہ شدنِ برہان پور بود نوشت "

خطِ ما بہرِ یادگار ماست　　صاحبِ حال بے قراریِ ماست

ایک جگہ مالک بیاض کے دستخط اس طرح ہیں ، "عاجز صاحب لال لالہ گردھاری لال جیو" پھر یہ شعر فارسی میں ہے :-

دوائے صندل و عنبر نہ سازگارِ من ست
علاجِ دردِ سرم خاکِ پای یارِ من ست

اس بیاض میں اہتمام خاں ، احمد ، افضل ، فاضل ، نول رام ، موہن لال وغیرہ کے دوہے ملتے ہیں ۔ اہتمام خاں غالباً عالمگیری امیر تھا ، اُس کا ایک دوہا یہ ہے :-

ان نینن کوں مورکھا کیتی را کھوں ہور
نینن بھی سورج مکھی دھری جات پی اور

احمد کا دوہا سنیئے :-

کا کوں گھیرا روئے کا کوں کیجیے سوگ
احمد سنگ سرائے کو سبھی بتا او یوگ

افضل کا دوہا اس طرح ہے :-

گورے مکھ پر سیام تل اینچ لیو جی جور
افضل گھر میں کیا رہے پرت چاندنی چور

فاضل نے یوں کہا ہے :-

جے بھانو پی تم دیے تے ہم دیے تندان
بھانور کے بھانور دیے فاضل دیے پران

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

نول رام کا دوہا بھی سنیے :-

پانی دیھو ہاتھ کی او دھو چرنن لاگ
نول رام درسن بنا نینن لاگے آگ

ایک دوہا موہن لال کا بھی سنیے جو غالباً مالک بیاض "صاحب لال" کا عزیز ہوگا۔ دوہا یہ ہے :-

کو جانے کاسوں کہوں کو پوچھے یہ بات
موہن موہن لال کے سدھ آئے سدھ جات

اس بیاض کی خصوصیات یہ ہیں :-

۱- گاف کے لیے ایک خاص علامت ہے ؛ یعنی ایک مرکز بنا کر اس پر چھوٹا سا بندسہ ۲ کا بنا دیا گیا ہے۔ یہ اسی طرح ہے جس طرح ہم نشان دہی کے لیے ایسا ۲ کھینچ کر بنا دیتے ہیں ۔

۲- جی ، پی وغیرہ دو حرفی اسماء جب یائے مدہ پر ختم ہوتے ہیں تو ان کے آخر میں بجائے واؤ کے ہائے مختفی ہے ۔

۳- مخلوطی اور غیر مخلوطی ہ میں کوئی فرق نہیں ہے ۔

۴- یائے معروف کو عموماً گول ی سے لکھا ہے اور درمیان میں ایسی ی آئی ہے تو اس کے نیچے چھوٹا الف لکھا ہے جیسے " اینچ "۔

۱۰۹۶ ھ کی لکھی ہوئی جو بیاض دوہوں کے متعلق ملتی ہے ، اسی سے منسلک چند اوراق ریختہ سے متعلق ہیں اور خط سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ اوراق بھی اسی کاتب کے لکھے ہوئے ہیں ۔

آپ نے یہ مصرع تو بہت سنا ہوگا :-

بیکار مباش کچھ کیا کر

یہ دراصل ایک قطعہ کا مصرع ہے جو اس بیاض میں موجود ہے ۔ قطعہ اس طرح ہے :-

بے کار مباش کچھ کیا کر ۔۔ خون۔ دل عاشقاں پیا کر
از رشتۂ زلف خویش ہر دم ۔۔ چاک دل عاشقاں سیا کر

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اس بیاض میں ایک خاص غزل ریختے کی ہے جو امیر خسرو کی معلوم ہوتی ہے[1] ۔ حافظ محمود شیرانی مرحوم نے " پنجاب میں آردو " (پہلا ایڈیشن ص ۱۲۷) میں امیر خسرو سے منسوب ایک غزل نقل کی ہے ۔ اُس کا پہلا شعر یہ ہے :۔

جب یار دیکھا نین بھر دل کی گئی چنتا اتر
ایسا نہیں کوئی عجب راکھے اسے سمجھائے کر

اس کا مقطع یہ ہے :۔

خسرو کہے باتاں غضب دل میں نہ لاوے کچھ عجب
قدرت خدا کی ہے عجب جب جیو دیا گل لائے کر

قاضی فضل حق صاحب نے اورینٹل کالج میگزین (مئی ۱۹۳۷ء ص ۹۵) میں امیر خسرو کی جو نقل کی ہے اُس کا مقطع بھی اسی طرح ہے ۔

خسرو کہے باتاں عجب دلبر نہ پاوے اک قدر
قدرت خدا کی یہ عجب میں جی دیا پر لائے کر

لیکن ہماری بیاض میں جو اشعار ہیں ، وہ ردیف کے علاوہ قافیوں کے لحاظ سے بھی اسی غزل سے متعلق معلوم ہوتے ہیں اور ان میں اس غزل کا مطلع بھی ہے ۔

تاکے خورم خونِ جگر کسوں کہوں دکھ جانے کے
شورے فتادہ درتنم پی دے گئے سرکائے کے
ہر چند گفتم ایں سخن اے دل بکس رغبت مکن
ان کی ہرہ ہے ات کٹھن بھوتا رہے سمجھائے کے
از دردِ تو بے جاں شدم طاقت نماندہ در تنم
کے پیت دے آوان کرو کے موہ لیو مولائے کے
(استعانت)

۱۔ خسرو کا ایک دوہا سب رس ص ۲۱۸ میں ملتا ہے :۔

پنکھا ہوکر میں ڈلی ساتی تیرا چاؤ
منجھ جلتے جنم گیا تیرے لیکھن باؤ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اس کی خصوصیات بھی وہی ہیں جو دوہوں کی بیاض میں ہیں ۔ یعنی :-

۱۔ کاف کے لیے ایک مرکز اور اس پر ے کا ہندسہ ۔

۲۔ ایک ہ کا اضافہ ، جیسے کچھ کو ''کوچھہ'' لکھا ہے ، ''پی جی'' وغیرہ میں ہائے مختفی بھی ہے ۔

۳۔ مخلوطی اور غیر مخلوطی ہ میں کوئی فرق نہیں ہے ۔ اور ی کے استعمال میں کسی طرح کا کوئی امتیاز نہیں ہے ۔

۱۱۰۴ھ میں نقل کیا ہوا سولہ ورق کا ایک رسالہ ہے جس کا نام مصنیف (ملک محمد جائسی ؟) نے ''پریم کہانی'' لکھا ہے :-

کہے محمد پریم کہانی　　سن لو سنتا بھیوگیانی

آخر میں یہ عبارت ہے :-

''تمت تمام شد بتاریخ ہفتم شہر جمادی الاول ۱۱۰۴ھ درشاہ جہاں آباد در حویلی لالہ حکومت رائے بہ اتمام رسید ۔''

اس میں ے - ے شعر کے بند ہیں اور تلسی داس کی راماین کی طرح ہر بند کے بعد ایک دوہا ضرور ہے ۔ ایک بند اس طرح ہے :-

پایا یوں سہدی کڑ میتھا　　ملا پنتھ جو درمن دیتھا
نانوں پیارا شیخ برہانوں　　کلپی نگر کہنہ استھانوں
اوتہنہ درس کوسا یک پاوا　　الہ داد کر پنتھ لکھاوا
الہ داد جگ سدھ نویلا　　سید محمد کے سکھ چیلا
جک جگ امر حضرت خواجے　　حضرت نبی رسول نواجے
دانیال تو ہر گھٹ کینھاں　　حضرت خواج خضر پنتھ دیناں

اس بند سے معلوم ہوا کہ اس رسالہ کا مصنف محمد ''مہدوی'' عقائد سے تعلق رکھتا ہے ۔ اس نے مہدوی فرقے کے بانی سید محمد جونپوری (المتوفی ۹۱۰ھ - ۱۵۰۵ء) کے سلسلہ کا ذکر کیا ہے کہ حضرت خواجہ خضر نے حضرت دانیال چشتی رحمۃ اللہ علیہ کی رہبری فرمائی تھی ۔ یہ بزرگ وہی ہیں جن کے نام پر اکبر نے اپنے ایک بیٹے کا نام ۹۸۱ھ میں دانیال رکھا تھا ۔ شاعر نے حضرت دانیال چشتی کے مرید سید محمد

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

جونپوری اور اُن کے "عشرہ مبشرہ" میں سے مَلِک اللہ داد کا ذکر کیا ہے ۔ اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ ملک موصوف کے مُرید شیخ برہان تھے ؛ حالانکہ مہدوی کتابوں میں ان کو بھی سید محمد کے "عشرۂ مبشرہ" میں شمار کیا جاتا ہے[۱] ۔ اس مخطوطہ کی خصوصیات یہ ہیں :-

۱- مخطوطی "ہ" کو عموماً دو چشمی لکھا ہے ۔

۲- "ٹ" پر چھوٹا "ط" لکھا گیا ہے ۔ کہیں کہیں ایسے "ط" کے نیچے دو نقطے بھی ہیں ۔

۳- "گاف" پر ایک ہی مرکز ہے اور کبھی کبھی دوسرا مرکز پیش دے کر ظاہر کیا گیا ہے ۔ یہ خاص چیز ہے ۔

۴- حروف مدہ سے پہلے اگر ن ہے تو ان کے بعد نونِ غنہ لگا دیا گیا ہے ۔ جیسے برہانوں (برہانو) استھانوں (استھانو) کینھاں (کینھا) دیناں (دینا) وغیرہ ۔

غالباً گیارھویں صدی ہجری کا لکھا ہوا ایک مخطوطہ وفات نامہ رسول اکرم صلّی اللہ علیہ وسلّم ہے ، نہایت پاکیزہ نسخ خط میں ہے اور مثنوی کدم راؤ پدم راؤ کی املا کی کئی خصوصیات کا حامل ہے ۔ اُس کے کچھ اشعار یہ ہیں ۔

مُوتْ کونْ سر پَر تھاری جانُوں ۔۔۔ دنیا خوابَ کی باری جانُونْ
اُس مِی دو دروازی ہو وی ۔۔۔ ایک تھی پَیت تماشا جُو وہی
دو جی تھیں جب نکلے بھار ۔۔۔ تماشا اُسْ کا جانے بِسار
دنیا کوں بھی یونہیں پچھانوں ۔۔۔ تعبیر اُس کی دل ساں آ نون
تم کونْ کام نہ آوئْ کوہ ی ۔۔۔ خوبی دل سوں دیکھو جوئی
نیکی اوپر امید دھرو ۔۔۔ بدی کرنی تھے بھوت ڈرو

۱- راقم کے پاس مہدوی مذہب کے بانی سید محمد جونپوری کی شہادت کے متعلق ایک مثنوی دکھنی زبان میں شرف الدین کی موجود ہے ۔ اس میں ملک الہ داد وغیرہ کا حال بھی ملتا ہے ۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اُس کی املائی خصوصیات یہ ہیں :-

۱- ٹ کے لیے چھوٹے "ط" کی جگہ چار نقطے ہیں ، اور ڈ کے لیے دَ پر ایک زبر ہے -

۲- جزم کو عموماً گول دائرے کی طرح لکھا ہے لیکن جب ماقبل حرف مفتوح ہے ، یا مجہول تو الٹا جزم مثل ہلال کے ہے -

۳- سوائے ایک آدھ جگہ کے اکثر مقامات پر مخلوطی ہ کو دو چشمی لکھا ہے -

۴- یاے معروف کے لیے مکسور حرف کے نیچے چھوٹا الف ہے -

لسانی خصوصیات میں سے کے ، لیے ، تھیں اور تھے ملتا ہے - اس میں اور خصوصاً اُس وقت جب کہ واؤ سے پہلے ن ہے ، تو ایسے واؤ کے بعد نون غنہ آتا ہے - اسی طرح "پہچانو" کے بجائے "پچھانوں" ہے - لازم مصدر "آنا" کو متعدی بنا کر امر "آنوں" بنایا ہے جیسے اس مصرع میں ہے : ع

تعبیر اس کی دل ماں آنوں

اسی مصرع میں "دل میں" کی جگہ "دل ماں" ہے ، جو برج سے متعلق ہے اور مثنوی بھی برج بھاشا کے ایک وزن میں ہے کہ فعلن ، فعلن ، فعلن ، فعلن ہندی وزن بھی ہے -

حضور اکرم صلّی اللہ علیہ وسلّم کا ایک اور وفات نامہ ملتا ہے[۱] جو ۱۱۱۱ھ میں مرتّب ہوا تھا - مخطوطے کے آخر میں یہ شعر ہیں :-

---

۱- امین گجراتی نے ۱۱۰۹ھ میں مثنوی یوسف لکھی تھی - اُس نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ولادت نامہ بھی لکھا تھا اُس کے چند اشعار یہ ہیں :-

اس ذکر کے صدقے چلا جاوے امین اندر بہشت
عاصی کو بخشا چاہے توں بخشیں تجھے سب ہے سکت
مطلب رہے تھے درمیان اس کا بیاں بولوں سوں مین
آکر پڑے تھے یک گرہ اب وہ گرہ کھولوں سوں مین

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ہوا نسخہ یو ہجرت بعد سارا
ہوئے تھے برس اک گیارہ سو گیارہ
(۱۱۱۱ھ)
دیا توں فیض کوں توفیق یا رب
کیا اس کے سبب امر مرتب[۱]

یعنی فیض شاعر نے ۱۱۱۱ھ میں اسے مرتب کیا ، مخطوطہ نسخ میں ہے ، شروع کے کچھ اشعار یہ ہیں :-

بنا اوّل کروں حمدِ خدا میں
زباں اوپرا ہس کی ابتدا میں

کیا قدرت سے ظاہر اپنی قدرت
بنا کر جگ دیکھیا آپ اپنی حکمت

نہ تھا سو سب کیا ہر شے کو موجود
کہوایا سب کسی کا آپ معبود

دیا ہر شے کوں اپنی آشنائی
پچھانت کی دلاں میں دی صفائی

کیا نیں وصف کوئی اس کا نہایت
کوئی جانا تو اتنا ہی زیادت

منجھے توفیق دے یارب تو بولوں
زباں ہجرِ نبیؐ دکھنی میں کھولوں

کہوں صلوٰت کہ کو بعد ازاں میں
نبیؐ جو نقل کیتے سوں بیاں میں

اس نسخے کی خصوصیات یہ ہیں :-

۱- اس میں عموماً مخلوطی ہ کو دو چشمی لکھا گیا ہے ، بہت کم مقامات پر اس اصول سے اختلاف ہے ۔

۱- یہ شعر صحیح نہیں پڑھا گیا اس لیے صحیح طور پر نہیں کہا جا سکتا کہ فیض تخلص ہے بھی یا نہیں ۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

۲- یائے معروف اور یائے مجہول میں اکثر و بیشتر آج کل کے مطابق امتیاز ہے ؛ لیکن :

۳- کاف اور گاف میں کوئی امتیاز نہیں ہے ۔

ولی گجراتی (المتوفی ۱۱۱۹ھ) اور میر و سودا کے عہد کی زبان میں جو اجزاء مشترک تھے ، اُن کے متعلق ڈاکٹر عبدالستار صدیقی فرماتے ہیں :-

" بوجھنا (پہچاننا) بولنا (کہنا) پون (ہوا) پی ، پیو سجن ، موہن ، پیونا (پینا) تجھ ، مجھ (تیرا ، میرا) جیو (جی) لگ (تلک) نین ، نَیْن (آنکھ ، آنکھیں) ستی ، سیتی (سے) کنے (پاس) پنٹ ، پنٹھ (بالکل ، سراسر) یہ اور اس طرح کے بہت سے لفظ دکنی شاعروں کے کلام کے علاوہ دلی ، پنجاب ، صوبۂ متحدہ اور بہار میں اب تک بولے جاتے ہیں ، کسی لفظ میں حرف علت کا گھٹ کر ایک حرکت رہ جانا یا حرکت کا کھینچ کر حرفِ علّت ہو جانا ، جیسے اُپر (اوپر) دِکھو (دیکھو) لاگا (لگا) لوہو (لہو) اودھر ، ایدھر ، جیدھر ، تشدید کا جاتا رہنا یا اکہرے حرف پر تشدید کا آ جانا جیسے اتنا سے اِتّا اور پھراِما اور پات سے پتّا ہو جانا ۔ یہ سب صورتیں دلّی کے شاعروں کے کلام میں بھی موجود ہیں ۔ نون غنّہ پرانے زمانہ میں بہت تھا ، یہاں تک کہ بعضے لوگ فارسی لفظوں کوچہ ، ہیچ ، پاچہ کو کونچہ ، ہینچ ، پانچہ لکھا کرتے تھے ... ملفوظ ہ خاص کر دلی اور پچھاں کے اور مقامات میں اکثر بولی جاتی رہتی ہے اور اس کی جگہ اکثر ایک مخلوط ی یا ہمزہ لے لیتا ہے ۔ جیسے بہت کی جگہ بوت ، کہتا کیلیے کیتا ، کہوں (کئوں) اسی طرح کنین یا کئن اور دئن اور نین عام طور پر سنا جاتا ہے ۔ ... ملفوظ ہ کہیں حذف ہو جاتی ہے ۔ جیسے گھبراہٹ سے گھبراٹ اور کہیں مخلوط ہو جاتی ہے ، جیسے وہاں سے وھاں ،

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

یہاں سے یہاں ۔ کہیں مخلوط ہ اپنی جگہ بدل لیتی ہے، جیسے گڑھنا (گھڑنا) بعضے لفظوں میں ان دونوں کا قلب اور ابدال ایک ساتھ ہوا ہے جیسے پچھان اور پچھان پہونچا اور پونہچا ۔ لفظ کے بیچ یا آخر میں سے مخلوط ہ اکثر جاتی رہتی ہے اور بھوک (بھوکھ) تڑپ (تڑپھ) دھوکا (دھوکھا) سانا (سانبھنا) مانجنا (مانجھنا) بھکاری، (بھکھاری) اب سے تھوڑے دن پہلے تک دونوں طرح سے لکھے جاتے رہے ہیں[۱] ۔"

تقریباً بارھویں صدی ہجری میں گلستانِ سعدی کا دکھنی زبان میں ترجمہ ہوا ۔ بندہ ہماں بہ کہ ۔ ۔ ۔ الخ اور اس کے بعد کی عبارت کا ترجمہ اس طرح ہے :۔

" بندہ وہ بہتر ہے کہ تقصیر سے اپنے غدٔ : ۰۰ درگاہ خدا کے لاوی اور نے لائق ہے، صاحبی کون آس کے کوئی نے سکتا کہ بجا لاوی ۔ رحمت بے حساب اس کا سب کے تئیں آ کے پہنچایا اور خوان طرح طرح کے نعمتوں بیدریغ اوس کا سب جگا کہیں چا اور پردہ شرم بندوں کا ساتھ گناہ کے نی پھار تا ۔ ۔ ۔ ۔ اور وظیفہ روزی کھانیوالوں کا ساتھ گناہ بد کے نے لے جاتا ۔"

اس مخطوطہ میں املا سے متعلق وہ تمام خامیاں ہیں، جو اب دور ہو چکی ہیں: مثلاً یائے معروف اور مجہول کا کوئی امتیاز نہیں ہے، ک اور گ میں کوئی فرق نہیں ہے ۔ پیش کے لیے ترکی کی تقلید میں واؤ کا استعمال ہے : جیسے " اوس " اور پہنچایا ۔ مخلوطی اور غیر مخلوطی ہ کا فرق بھی نہیں ہے ۔ مرکب الفاظ کہیں جڑے ہوئے ہیں اور کہیں بے جڑے ہیں ۔ کہیں کہیں مفرد لفظ کے بھی ٹکڑے کر ڈالے ہیں : جیسے "کہیں چا" البتہ ڑ کے لیے چار نقطے ہیں اور "نہیں" کو صرف "نے" (فارسی کی طرح) لکھا ہے[۲] ۔

۱۔ رسالہ " اردو" جولائی ۵۹ء، ص ۲۹۲ ۔

۲۔ عبداللہ فتحی گجراتی کا "قیامت نامہ" جو ۱۱۳۸ھ میں لکھا گیا اسی قسم کی املائی خصوصیات پر مشتمل ہے ۔ اس میں دجّال کی دال پر چار نقطے بھی ہیں ۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اسی طرح کا ایک مخطوطہ لوائحِ جامی کی شرح میں ہے اور میرا خیال ہے کہ وہ شمالی ہند میں لکھا گیا ہے ، اس میں جستہ جستہ مقامات اس طرح ہیں :-

" لائحہ نمبر ۳۔ مکاشفہ بوجھو تم کہ بیچ اس لایحہ کے تاکید کرتے ہیں واسطے مراقبۂ دائمی کی اور مراد نسبت سے مراقبہ ہے کہ بیچ گذرنے لائیحہ کے مراقبہ فرمائے ہیں ، واقفِ نفس باید بود یعنی واقف اپنے دم کے چاہے ہونا کہ ہوش دردم اس کو کہتے ہیں ۔ رُخ گرچہ نمی نمائیم سال بسال رُخ دکھانے سے رویّہ اور شہود ہے ۔ سال بسال سے مراد ہے ہمیشہ و شہود دائمی ہے ؛ یعنی عاشق کہتا ہے کہ مون اگرچہ مین دکھاتا ہے تو مجھے ہمیشہ بیچ اس دنیا کے شہود دائمی حال ہے اسی واسطے یومنون بالغیب تعریف ہے بیچ حق مومنوں کے ۔"

ایک جگہ ہے کہ :-

" فقیر تھورا ایک رمز بولا ہے ۔ باقی اللہ سمجھایگا اپنے طالبون کو ۔"

اس مخطوطے میں صرف ایک خصوصیت مزید یہ ہے کہ ڑ کے لیے بجائے چار لفظوں کے صرف تین نقطے ہیں ۔

رحمت اللہ گجراتی جو غالباً بارھویں صدی ہجری سے تعلق رکھتا ہے ، قصیدۂ غوثیہ کا منظوم ترجمہ کرتا ہے ، آخری شعر یہ ہیں :-

قصیدۂ غوثیہ پوچھا تمامی ۔۔۔ مریداں تم کرو آن کی غلامی
بیاں ہے رحمت اللہ بی نہایت ۔۔۔ کرو تم سامعاں کی اب رعایت

مخطوطے کے آخر میں یہ عبارت ہے :-

" رقیمہ میاں اسمٰعیل ساکن دھوراجی ۔"

یہ مخطوطہ پاکیزہ نسخ میں ہے اور ابتدائی اشعار یہ ہیں :-

قدح مجھ وصل کا حقنی پلایا
میں تب شوقِ الٰہی کون بولایا
اسی مستی نے مجھ میں جوش کیتا
تبی یاران منین بازی میں جیتا

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

املائی خصوصیات یہ ہیں :-

۱- مخلوطی حروف سوائے "جھ" کے اکثر بغیر ہ کے ہیں جیسے تبھی کی جگہ "تبی" ہے - اسی طرح "پہنچا" کو "پونچا" لکھا ہے -

۲- یائے معروف و مجہول میں کوئی فرق نہیں ہے ؛ البتہ جس یائے ساکن کے قبل زبر ہے اس "ی" کو نصف دائرہ دیا ہے -

بالکل انہی خصوصیات کا حامل ایک اور مخطوطہ بھی ملتا ہے ، جو ارکان اسلام کے متعلق ایک سو اشعار پر مشتمل ہے اور اسی شاعر کی تصنیف ہے - آخری اشعار میں شاعر کا نام آتا ہے -

خدایا بخش سب مسلماں کوں
کہ دنیا سیں لیجیں بہ ایمان سوں
کہے رحمت اللہ ای ربّ الرّحیم
مجھے دین پر رکھ سدا مستقیم

عہد عالمگیری کے مشہور فارسی داں میر عبدالواسع ہانسوی نے غرائب اللغات کے نام سے ایک فرہنگ لکھی تھی : جس میں ایسے ہندی الفاظ دیے گئے تھے ، جن کے معنی آسانی سے فارسی لغات میں نہیں ملتے - ۱۱۶۵ھ میں سراج الدین علی خاں آرزو نے اس فرہنگ کی تصحیح کی اور زیادہ تر ایسے الفاظ پیش کیے ہیں جو گوالیری یعنی برج سے تعلق رکھتے ہیں - اس زبان کو وہ جگہ جگہ "افصح السنۂ ہندی" کہتے ہیں - عبدالواسع نے عہد عالمگیر کی دہلوی زبان کے جو الفاظ پیش کیے وہ بھی ہمارے موضوع کے لیے مفید ہیں - انہوں نے ڑ کو ڈ ہی لکھا ہے - مثلاً ساڈھو (ساڑھو) گڈھی (گڑھی) جھاڈ (جھاڑ) سوڈھا (سوڑھا) اسی طرح چلمن کو چلون ، پانا کو پاونا ، چڑانا کو چڑوانا ، پھلانا کو پھلاونا لکھا ہے -[۱]

۱- اورنٹیل کالج میگزین نومبر ۱۹۳۱ء ص ۱۵ - یہاں یہ بات بھی یاد رکھنے کے قابل ہے کہ غالباً آرزو نے سب سے پہلے یعنی ۱۱۶۵ھ میں "صرف اُردو" کا لفظ زبان کے لیے استعمال کیا ہے - اس کتاب میں کئی جگہ آیا ہے - مثلاً
"نکتورہ در عرف اردو بمعنی حرف ناز و غرور ست و بمعنی سوراخ بینی نکسیر"

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

خان آرزو غالباً پہلے شخص ہیں جنھوں نے دخیل الفاظ کے تلفظ اور اسلا کے متعلق یہ رائے دی ہے کہ وہی صورت اختیار کی جائے جو اہلِ زبان میں رواج پذیر ہو چکی ہو اور ایسے لفظوں کے لیے اصلی زبان کی پیروی ضروری نہیں ہے۔ چنانچہ ہم دیکھتے ہیں کہ نہ صرف آرزو کی نوادرالالفاظ میں بلکہ عبدالواسع[1] کی غرائب اللغات میں، صوف کو سوف، صابن کو سابن، چاقو کو چاکو[2]، نقشہ کو نقشا، غلولہ کو غلولا لکھا گیا ہے۔

مذکورہ بالا چیزوں کے علاوہ اس عہد میں زبر، زیر، پیش کے لیے حروفِ علت کا رواج ہے؛ لیکن مخلوطی ہ کا رواج نہیں ہے۔ اسی طرح یائے معروف اور مجہول میں فرق نہیں ہے۔ لیکن ڈ کے لیے "ط" کی علامت عربی ہ کی طرح ہے۔ کہیں کہیں چار نقطے بھی ہیں۔

خانِ آرزو نے ایک اور بات پر بھی زور دیا ہے۔ یعنی ہندی الفاظ کے آخر میں ہائے مختفی لکھی جائے، یا نہیں: اس سلسلے میں گزارش ہے کہ عالمگیر کے عہد میں فضائل خاں کے عرض کرنے پر کہ ہندی رسم الخط میں اسم و کلمہ کے آخر میں ہ نہیں آیا کرتی، بلکہ الف ہوتا ہے۔ اس لیے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ ایسے الفاظ کو الف کے ساتھ لکھا جائے۔ عالمگیر نے یہ تجویز پسند کی اور حکم دیدیا کہ آئندہ ایسے کلمے الف کے ساتھ لکھے جائیں۔ یعنی مالوہ کو مالوا۔ بنگالہ کو بنگالا... اس فرمان کی تعمیل نہ صرف شاہی دفاتر اور ٹکسالوں میں ہوئی بلکہ اُردو خواں لوگوں نے بھی یہی املا اختیار کر لیا[3]۔ خان آرزو نے اس عالمگیری فرمان پر محاکمہ کیا ہے، لکھتے ہیں:۔

۱- رسالہ "اُردو" (جنوری ۱۹۵۱ء ص ۳۱) میرزا خان نے بھی تحفۃ الہند میں الفاظ کا تلفظ وہی دیا ہے جو روز مرہ میں مستعمل تھا۔ ملاحظہ ہو رسالہ "ہندوستانی" جنوری ۱۹۳۵ء ص ۱۶-۲۳۔

۲- خطوط غالب (مہیش پرشاد خط نمبر ۴۸) میں بھی "چاکو" کو چاک کا اسم فاعل کہا گیا ہے۔

۳- پنجاب میں اُردو۔ (مقدمہ)۔ ماثرالامراء (جلد ۳۔ ص ۳۹)۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

"بدان کہ ایں قسم لفظ کہ آخر آں ہائے مختفی بود ، فارسیاں آں را بہائے مختفی تلفظ کنند و ہندیاں با الف مثلاً بنگالا ومالوا و روپیا کہ زر رائج ہندوستان ست ، آنہا بنگالہ و مالوہ و روپیہ گویند و نویسند ، چنانچہ از کلام اساتذہ و محاورۂ اہلِ زبان بہ ثبوت رسید ۔ پس در ہندی ایں قسم الفاظ را بہ ہائے مختفی خواندن غلط باشد و در فارسی بہ الف ، و آنچہ در عہدِ عالمگیری ایں قاعدہ برہم خوردہ بود و در دفاتر بنگالہ و مالوہ و غیر ہا بہ الف می نوشتند محض غلط و منشاء آں غفلت از تحقیق است[1] ۔"

بات صرف یہ ہے کہ بعض شعراء نے ایسے الفاظ کا قافیہ ہائے مختتمہ والے الفاظ کے ساتھ باندھا ہے ۔ اس لیے خان آرزو نے یہ حکم لگایا ہے ۔ ورنہ یہ حقیقت ہے کہ وہ ہندی الفاظ جو الف پر ختم ہوتے ہیں ، محض عربی اور فارسی کی تقلید میں ہائے مختفی سے لکھے گئے تھے ۔

تاریخ غریبی جو ۱۱۷۰ھ میں لکھی گئی اس میں اسلا کی خصوصیات یہ ہیں :-

۱۔ ٹ کے لیے چار نقطے اوپر دیے گئے ہیں ۔ مثلاً باٹ ، ٹہور ۔

۲۔ ڈ ڑ کے لیے پ اور چ کی طرح تین نقطے نیچے دیے گئے ہیں جیسے ڈال ، چھاڑ ، پرکا ۔

۳۔ ہندی کے .... کے لیے "نڑ" لکھا گیا ہے ۔ جیسے کھانا کو کھاپرا دانہ کو دانپرا ۔

۴۔ یائے معروف و مجہول ہائے ہوز اور دو چشمی کاف اور گاف میں کوئی فرق نہیں ہے ۔

۵۔ عربی اور فارسی الفاظ جو ہ پر ختم ہوتے ہیں الف سے لکھے گئے ہیں ۔ مثلاً :- قصا ، حصا ، خزانا ، پیشا ، اندیشا ، ہمیشا وغیرہ[2] ۔

۱۔ رسالہ آردو ۔ جنوری ۱۹۵۱ء ص ۳۰ ۔
۲۔ اورنٹیل کالج میگزین (نومبر ۱۹۳۸ء ص ۱۱) ۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اسی زمانے میں یعنی بارہویں صدی ہجری اور اٹھارہویں صدی عیسوی کے آخر میں طباعت کا سلسلہ ہندوستان میں شروع ہوا ، علامہ عبداللہ یوسف علی نے کلکتہ گزٹ کا پہلا نمبر مورخہ ۴- مارچ ۱۷۸۴ء دیکھا تھا ، جس میں ''خلاصۂ اخبار ، دربار معلّٰی بہ دارالخلافت شاہ جہان آباد'' کے عنوان سے ایک کالم فارسی ٹائپ میں چھپا ہوا تھا[1] - یہ دراصل مغل شاہنشاہ کے دربار میں ''واقعہ نویس'' کا روز نامچہ تھا ، جس کے روزمرہ کے واقعات فارسی کے مقابل کالم میں انگریزی ترجمے کے ساتھ شائع ہوتے تھے - پھر یہ سلسلہ کچھ عرصہ کے بعد شروع ہوا ؛ یعنی منشی سدا سکھ کی ادارت میں ۲۸- مارچ ۱۸۲۲ء میں سبا چار درپن کا فارسی ایڈیشن ''جام جہاں نما'' کے نام سے شایع ہوا ، جس میں آدھا حصّہ فارسی میں اور آدھا اُردو میں ہوتا تھا - یہ پہلا اُردو اخبار تھا - پھر ۶- مئی ۱۸۲۳ء کو ماتھر موہن سنٹر کی ادارت میں '' شمش الاخبار'' شایع ہوا - وہ بھی آدھا فارسی میں اور آدھا اُردو میں ہوتا تھا -[2] تاہم اٹھارہویں صدی عیسوی کے آخر میں نستعلیق ٹائپ کا جو نمونہ[3] دستیاب ہوتا ہے اس میں املائی خصوصیات یہ ہیں :-

۱- یائے ساکن کے پہلے اگر زیر آتا ہے تو اُسے نصف دائرہ دیا گیا ہے - جیسے ہی ، شی

۲- یائے معروف و مجہول میں گول اور لمبی یے والا فرق ہے -

۳- مخلوطی ھ جو ہندی کی ہے اُسے دو چشمی ھ سے لکھا گیا ہے -

۴- ٹ وغیرہ کے لیے موجودہ ٹائپ کی طرح دو نقطے اور اُن کے اوپر ایک ڈیش (چھوٹا خط) لگا دیا گیا ہے -

یہی اُصول بعد میں فورٹ ولیم کالج والوں کی کتابوں میں رائج ہوئے تاہم انیسویں صدی عیسوی کے ختم ہوتے ہی یعنی ۱۲۲۲ھ - ۱۸۰۲ء میں

۱- بحوالہ اُردو رسم الخط (محمد سجاد مرزا ، ص ۱۳) -
۲- '' نوائے ادب'' بمبئی بابت اپریل ۱۹۵۰ء -
۳- اُردو رسم الخط صفحہ ۱۶ کے مقابل والا عکس -

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

انشا نے " دریائے لطافت " لکھی اور اس کتاب میں اسلا کے لیے یہ اصول بھی پیش کیے ہیں :-

"کبھی امر حاضر مفرد پر ہمزہ اور یائے مجہول زیادہ کر کے جمع بناتے ہیں ، جیسے اٹھیے ، کبھی ہمزہ سے پہلے جیم مکسور (فعل متعدی میں) بڑھاتے ہیں ۔ جیسے کیجیے ، لیجیے ، دیجیے . . . (لیکن یہاں) جیم وغیرہ کے بعد ہمزہ کا حذف . . . جائز بلکہ زیادہ فصیح ہے"[۱] ۔

اس بات پر انشا نے زور دیا ہے کہ کیجیے لیجیے وغیرہ پر ہمزہ نہیں لکھنا چاہیے اور حقیقت بھی ہے کہ ہمزہ اور ے کا تلفظ "اے" ہوتا ہے ، یے نہیں ہوتا ، جو مطلوب ہے ؛ لیکن اس اصول پر نہ صرف انشاء نے زور دیا ہے ، بلکہ ہم نے دکن کے متعدد مخطوطات میں ایسی جگہ ہمزہ نہیں دیکھا[۲] ۔ ہمارے پاس ایک مثنوی "جنگ بدر" کے متعلق ہے ، اس میں ایسے مقامات پر کہیں ہمزہ نہیں ہے ۔ مثلاً

لگا پوچھنے کون ہے کیوں اضطراب
دیے اوس کوں عباس نے یوں جواب

دیے اس کوں انکار سیتی جواب
کہا پھر وہ ملعوں نے کر یوں خطاب

۲۔ پھر انشا فرماتے ہیں کہ :-

" ایدھر ، کیدھر ، اودھر (اوس وغیرہ) کو . . . . . کتابت میں ضمے کی رعایت سے واؤ اور کسرے کی رعایت سے ی لکھ دیتے ہیں اور بعضے نہیں لکھتے ۔ صحیح وہ ہیں ، جو نہیں

۱۔ دریائے لطافت (انجمن ترقی اردو ص ۲۰۰-۲۰۱) ۔
۲۔ لیکن شمالی ہند کے مخطوطات میں یہ بات موجود ہے ، مثلاً ہمارے پاس نو طرز مرصع کا قلمی نسخہ جو ۱۲۵۶ھ کا لکھا ہوا ہے ، وہ نہ صرف اس طرح کے ہمزہ کے ساتھ ہے بلکہ دوسری املائی خامیوں کا بھی حامل ہے ۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

لکھتے ، کیونکہ اگر ترکی کے قاعدے کے مطابق حرفِ مضموم کے بعد 'واؤ' اور حرفِ مکسور کے بعد 'ی' لکھنا ضروری ہے ، تو حرفِ مفتوح کے بعد 'الف' بھی لکھنا چاہیے۔ (لیکن) ایسا نہیں ہوتا ، چناں چہ دیا ، کہا ، چلا کو (ترکی کی تقلید میں) راہا ، کاہا ، چالا ، نہیں لکھتے (تو پھر بلاوجہ) اُردو میں ترکی کی ٹانگ توڑنے کے کیا معنی ؟ (اسی طرح) لفظ اس (اشارۂ قریب) میں یا نہیں لکھتے ، لفظ اُس میں واؤ لکھتے ہیں ، اِس بیچارے نے کیا قصور کیا ہے، کہ بغیر یاء کے لکھتے ہیں[1] . . . اس گفتگو سے ثابت ہوتا ہے کہ لفظ اُس اور ایسے تمام اُردو لفظوں میں جن میں ضمّہ بغیر واؤ کے آواز دیتا ہے ، واؤ کا لکھنا صحیح نہیں ، ایسا ہی حال 'ی' کا ہے ، جس حرف کے بعد تلفظ میں اس کا اظہار ہو تو کتابت بھی درست ہے ورنہ غلط۔''[2]

۳۔ انشا کا تیسرا اصول یہ ہے کہ جن ضمائر کے بعد 'ہی' مستعمل ہوتا ہے ، وہاں 'ہی' کو مستقل جزو کے بجائے ادغام کے ساتھ استعمال کرنا چاہیے : چنانچہ فرماتے ہیں کہ ''انہیں سے'' اصل میں '' اُن ہی سے '' ہے۔ لیکن اب نقل کا استعمال اصل سے بہتر سمجھا جاتا ہے۔[3]

۴۔ چوتھی چیز انشا کے نزدیک یہ ہے کہ ''جس لفظ کے آخر میں 'الف' (یا ہ) ہو اور اُس کے بعد حروف جارّہ ، فاعلیت ، مفعولیت اور

۱۔ بعض قدیم مخطوطات میں ''ایے'' کی جگہ ''ایسے'' دیکھا گیا ہے۔ رنگین کی قلمی مثنوی ''ایجاد رنگین'' (مملوکہ مولانا رحمٰن علی مرحوم ریاست ریواں) میں بھی ہے۔

طول اے رنگین ایسے اب دیجیے کیا
الغرض اپنا بھی ہے کچھ مدعا

۲۔ دریائے لطافت ص ۲۲۷-۲۲۹۔

۳۔ ایضاً ، ص ۳۰۶۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اضافت کی حالت میں آئیں تو وہ الف (یا ہ) ے سے بدل جائے گا اور یہ تبدیلی دراصل متغیرات میں داخل نہیں "۔[1]

اس کی مثال یوں سمجھیے کہ ہم " ایک لڑکا نے کے بجائے " ایک لڑکے نے" تو لکھتے ہیں؛ لیکن " اس معاملے میں " کے بجائے " اس معاملہ میں " لکھنے پر اصرار کرتے ہیں ۔

۵ ۔ پانچویں چیز انشا کے یہاں (مفرد اور جمع کے بیان میں) یہ ہے کہ اُردو الفاظ کے آخر میں 'ہ' کے بجائے الف ہی ہونا چاہیے' مثلاً پیڑا ' کیلا ' اندرسا ' کھیرا ' چیتا ' پپیہا وغیرہ کو وہ الف سے لکھتے ہیں ۔[2]

یہ وہی چیز ہے جس کے متعلق ہم اوپر پڑھ چکے ہیں کہ عالمگیر نے فضائل خاں کی تجویز پر حکم جاری کیا تھا ۔ پھر اُسی پر خان آرزو کا عاکمہ بھی ہم دیکھ چکے ہیں ۔

انشا کے بعد غالب نے املا کے اصولوں پر زور دیا ہے ۔ چنانچہ وہ بار بار اپنے شاگردوں اور عقیدتمندوں کو آگاہ کرتے ہیں ۔ مثلاً منشی بہاری لال مشتاق کو لکھتے ہیں :۔

" بہ تقلید اور انشاء پردازوں کے ، تمہاری عبارت میں بھی املا کی غلطیاں ہوتی ہیں ۔ میں تم کو جا بجا آگہ کرتا ہوں خدا چاہے تو املا کی غلطی کا ملکہ بالکل زائل ہو جائے ۔[3]"

قدر بلگرامی کو بھی لکھتے ہیں کہ :۔

" صاحب تم نے مثنوی خوب لکھی ہے ۔ کہیں املاء میں کہیں انشاء میں جو اغلاط تھے دور کیے اور ہر اصلاح کی حقیقت اُس کے تحت میں لکھ دی ۔[4]"

۱۔ دریائے لطافت ص ۳۰۶ ۔

۲۔ دریائے لطافت ص ۳۲۶ ۔

۳۔ اُردوے معلّٰی مبارک علی ص ۳۳۸ ۔

۴۔ اُردوے معلّی ۔ مبارک علی ص ۔ ۱۰ ۴ ۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

غالب کے بعض اصول یہ تھے :-

۱- وہ ذ کو عربی حرف سمجھتے تھے - اس لیے فارسی اور ہندی لفظوں میں ث ، ح ، ص ، ض ، ط ، ظ ، ع بھی استعمال نہیں کرتے تھے لیکن " ذ " کو غالب نے معلوم نہیں کس وجہ سے فارسی لفظوں سے خارج کیا - جب کہ وہ نذر و آذر (آتش) اور کاغذ میں لکھا جاتا ہے - اس حرف کے متعلق صحیح تحقیق ڈاکٹر عبدالستار صدیقی کی ہے ، وہ فرماتے ہیں -

" گذشتن ، گذاشتن ، پذیرفتن یہ سب ذال سے ہیں ، البتہ گزاردن زے سے صحیح ہے - مرزا غالب نے پہلے نادانی سے پھر سخن پروری اور سینہ زوری سے ذال کو فارسی سے خارج کرنے کی کوشش کی ، اردو میں یہ لفظ زے سے لکھیئے ، تو مضائقہ نہیں مگر فارسی میں ذال لکھنا ضروری ہے ۱- "

اس سلسلے میں یہ بھی عرض کر دینا ضروری ہے کہ اردو والوں نے خواہ مخواہ بھی ذال کو لکھنا چاہا ہے ، مثلاً بحرزخّار کو بہت سے لوگ ذال سے لکھتے ہیں ، حالانکہ زے سے صحیح ہے اور " امنڈتا ہوا ، چڑھا ہوا " کے معنی میں آتا ہے - بعض لوگ زکریا کو بھی ذال سے لکھ دینے میں تامل نہیں کرتے ، ذات بمعنی " قوم و نژاد " در اصل سنسکرت جاتی سے بنا ہے ، اُسے بھی ذات (شخصیت) یعنی ذال سے لکھتے ہیں - یہی حال آزوقہ کا ہے جسے غلطی سے ذال سے لکھ دیا جاتا ہے ، ذرہ بمعنی " تھوڑا اور کم " سے ہم نے ایک لفظ " زرا " بنا لیا جو معنی ، تلفّظ اور استعمال میں مختلف ہوگیا : اس لیے زے سے لکھنا بہتر ہے حالانکہ غالب سے پہلے رنگین تو اس نئے معنی میں بھی " ذرّہ " لکھتے تھے - مثلاً ع

۱- دیباچۂ مکاتیب غالب (عرشی ص ۲۲۳) فارسی میں ذال اور دیکھیے :

گر نویسم ترا یکے تعویذ   پاک دار اے جوان مدار پلیذ

(حدیقۂ سنائی طبع لکھنؤ ص ۱۷۱) -

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ذرّہ اس تا گے کو تو دینا بہلا [۱]

۲۔ اورنگ زیب اور انشا کی طرح غالب کا اصول یہ تھا ، اور یہ صحیح تھا کہ جن لفظوں کی اصل فارسی یا عربی نہیں ہے ان میں مختفی ہ نہیں آ سکتی [۲]۔

۳۔ تیسری چیز غالب نے یہ قایم کی کہ فارسی کے لفظ بھی جب اردو محاورے میں آئیں تو ان کو الف سے لکھنا چاہیے ۔ جیسے " اور مزایہ کہ " لیکن مزہٗ طعام وغیرہ موقعوں پر وہ بے شک مختفی ہ لکھتے تھے [۳]۔

۴۔ چوتھی چیز جس پر غالب بہت زور دیتے تھے ، وہ یائے تحتانی کے متعلق ہے ۔ مرزا تفتہ کو لکھتے ہیں :-

" صاحب دیکھو پھر تم دنگا کرتے ہو ... غلطی میں جمہور کی پیروی کیا فرض ہے ؟ یاد رکھو یائے تحتانی تین طرح پر ہے ۔ (۱) جزو کلمہ :-ع " ہمائے برسر مرغان ازاں شرف دارد "۔ اور :-" اے سرنامہ نام تو عقل گرہ کشائے را " ۔ یہ ساری غزل اور مثل اس کے جہاں یائے تحتانی ہے ، جز و کلمہ ہے ۔ اس پر ہمزہ لکھنا عقل کو گالی دینا ہے ۔ (۲) دوسری یائے تحتانی مضاف ہے ، صرف اضافت کا کسرہ ہے ہمزہ وہاں بھی مخل ہے : جیسے آسیائے چرخ ، یا آشنائے قدیم ۔ توصیفی ، اضافی ، بیانی ، کسی طرح کا کسرہ ہو ہمزہ نہیں چاہتا ۔

۱۔ رنگین نے " ذرا " بھی دوسرے کے معنی میں استعمال کیا ہے :-
حرص کے دانتوں کو اب مت تیز کر صحبت بد سے ذرا پرہیز کر
(حکایت یہودی ، ایجاد رنگین) مولانا احسن مارہروی نے رسالہٗ نصیح الملک ۱۹۰۵ء میں " ذرا " کی تائید کی ہے ۔

۲۔ رسالہ ہندوستانی جولائی ۳۸ء ۔

۳۔ ایضاً اسی طرح عربی لفظ بھی جب اپنی حقیقت بدل دیں تو انہیں بھی اردو کے مطابق لکھیں ؛ چنانچہ طیار کو تیار لکھنے کی تاکید کی ہے ۔ (خط بنام قدر بلگرامی) ۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

فدائے تو شوم ، رہنمائے تو شوم ، یہ بھی اسی قبیل سے ہے ۔
(۳) تیسری دو طرح پر ہے ، یائے مصدری اور وہ معروف ہو گی ۔ دوسری طرح توحید و تنکیر ، وہ مجہول ہو گی ۔ مصدری (کی مثال) آشنائی یہاں ہمزہ ضرور بلکہ نہ لکھنا عقل کا قصور ، توحیدی (کی مثال) آشنائے یعنی ایک آشنا یا کوئی آشنا ۔ یہاں جب تک ہمزہ نہ لکھو گے دانا نہ کہاؤ گے . . . خستہ ، بستہ ، غازہ ، خانہ . . . وغیرہ ہزار لفظ ہیں کہ ان کے آگے جب یائے توحید آتی ہے تو اس کی علامت کے واسطے ہمزہ لکھ دیتے ہیں ۔ (اسی طرح) زرہ ، گرہ ، کلاہ ، شاہ ، . . . ایسے الفاظ کے آگے اگر تحتانی آتی ہے تو زرہی ، گرہی ، کلاہی ، شاہی . . . لکھ دیتے ہیں [۱] ۔

اسی کے ساتھ یہ بات بھی یاد رکھنے کے قابل ہے کہ جو لفظ مختفی ہ پر ختم ہوتے ہیں ، اضافت کی حالت میں ان کے آخر میں ہمزہ لکھتے ہیں ۔ یعنی ہمزہ یا توکسرۂ اضافت کا قایم مقام ہے یا پھر یائے وحدت کا ۔ جیسے ع

آمد افسوس کناں مغبچۂ بادہ فروش

ہمزہ ماضی قریب واحد حاضر میں بھی ی کے بجائے ہوتا ہے ، لیکن عطف کے واؤ سے پہلے اضافت کا ہمزہ نہیں آتا ؛ البتہ وحدت یا حاضر (مخاطب) کا ہمزہ آتا ہے : جیسے ع

عجیب واقعہ وغریب حادثہ ایست

اور جیسے کوئی کہے " خوش آمدۂ وصفا آوردۂ" [۲] ۔

ان کے علاوہ شبہہ اور جبہہ کو دو ہ کے ساتھ لکھتے تھے (خطوط غالب مہیش پرشاد نمبر ۹) اور یہی صحیح بھی ہے ۔ خط نمبر ۳۳۱ سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ خرشید بغیر واؤ کے لکھتے تھے ۔ البتہ صرف " خور " کو (غالباً التباس کے خوف سے) واؤ کے ساتھ لکھتے تھے ۔

۱- اردوے معلّٰی ص ۳۷۳ - ۳۷۴ ۔
۲- رسالہ ہندوستانی جولائی ۱۹۳۸ء ص ۳۴۴ ۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

جنون بریلوی کے خط میں پانْو ، گانْو ، چھانْو وغیرہ میں نون غنّہ پہلے اور واؤ بعد میں لکھا ہے ۔ لیکن " گھنسیٹنا " کے بجائے " گھسیٹنا " صحیح کہا ہے ۔ " ہاتھ " کو وہ " ہات لکھتے تھے اور " ہاتھی " کو " ہاتی "۱ لیکن خط نمبر ۱۳۶ (خطوط غالب) سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ " تڑپھنا " کے بجائے تڑپنا صحیح سمجھتے تھے ۔ خط نمبر ۴۸ سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ چاقو کو " چاک کردن " سے مشتق مان کر "چاکو" لکھتے تھے ۔ حال آں کہ چاقو ترکی لفظ ہے ۔

ان پابندیوں کے باوجود غالب کی تحریروں سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ (۱) معروف و مجہول یے اور واؤ میں کوئی فرق نہیں رکھتے تھے ۔ (۲) ہائے غلوطی کے لیے دو چشمی ھ کی پابندی نہیں تھی ۔ (۳) ترکی کی تقلید میں پیش کی حرکت واؤ ظاہر کرتے تھے ۔ (۴) لکھیے سمجھیے وغیرہ پر پہلے ہمزہ لکھتے تھے ، لیکن بعد میں ہمزہ سے ایسی چڑ پیدا ہوئی کہ جہاں اس کی ضرورت تھی وہاں سے بھی علیحدہ کر دیا ، مثلاً آ جائے ، لائے ، لگ جانے کی آئے ہو ، ہوئے وغیرہ افعال پر سے ہمزہ قلمزد کر دیا ۲ ۔

ان بزرگوں کے بعد اور اب سے ۶۴ سال پہلے یعنی مئی ۱۹۰۵ء کے رسالہ فصیح الملک میں مولانا احسن مارہروی مرحوم نے املا پر بہت زور دیا اور اُس زمانے تک جو اصول قایم ہو چکے تھے اُن پر بڑی پابندی کے ساتھ عمل شروع کیا ۔ انھوں نے خصوصاً اِن باتوں پر زور دیا :-

۱- ہی کو جب ضمیر کا آخری جزء بنایا جائے تو " وہ ہی " اور "یہ ہی" کے بجائے "وہی" اور "یہی" لکھا جائے ؛ لیکن مولانا احسن

۱- رسالہ اُردو ج ۸ ض ۳۲۸ کے سامنے والا عکس غالب نے " بھوکا " اور " دونوں " لکھا ہے ۔ دیباچہ مکاتیب غالب ص ۲۲۹ ۔

۲- دیباچہ مکاتیب غالب ص ۲۲۸ غالب کی املا کی مزید خامیاں اسی دیباچہ میں دیکھی جا سکتی ہیں ۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

نے تمھیں ، اُنھیں اور ہمیں میں اشباعی الف نیچے لکھ کر تمھیں ، انھیں ہمیں (بجائے تھی ، اتھی کے) لکھنا پسند کیا ہے۔ اسی طرح وہ "یوں ہی" کے بجائے "یِنھیں" نثر و نظم دونوں میں لکھتے تھے۔[1]

۲- دیکھیے ، دیجیے ، اِس لیے وغیرہ میں یے کے پہلے ہمزہ نہ لکھا جائے۔

۳- ہندی الاصل الفاظ کے آخر میں ہائے مختفی نہ ہو ، بلکہ الف ہو : جیسے پتّا ، بھروسا ، سامنا ، دھوکا ، کلیجا ، مہینا ، ٹھیکا وغیرہ۔ اسی طرح حلوا[2] ، معمّا ، تمغا ، چلیپا ، ناشتا وغیرہ میں خواہ مخواہ ہ نہ لکھی جائے۔

۴- جس لفظ کے آخر میں ہ آئے ، تو فاعلیت ، مفعولیت اور اضافت کی حالت میں اسے یے سے لکھا جائے ، جیسے "کسی زمانے میں" اسی طرح حالتِ ترکیبی یعنی اضافت و عطف میں بھی عربی فارسی الفاظ اسی طرح لکھے جائیں جس طرح بولے جاتے ہیں : مثلاً "لب و لہجے میں" "مقدمے بازی میں" ۔ وغیرہ

۵- مولانا احسن اسی رسالہ میں لکھتے ہیں کہ :-

" یائے معروف و مجہول کا لحاظ تو عام طور پر کیا جاتا ہے ۔ مگر یائے ماقبل مفتوح کی کتابت کوئی خاص نہیں ۔ اُس کے لیے نصف دائرہ مناسب ہے۔ جیسے مَی ، شَی وغیرہ ۔"

۶- نون کے متعلق لکھتے ہیں کہ :-

۱- غالباً صرف جلال لکھنوی نے "میں ہی" کے بجائے "میہیں" لکھا ہے :-

جلایا کیے وہ شب وصل میں　　　میہیں رات بھر شمع محفل رہا

۲- کراچی کے حلوا فروش "حلوہ" لکھتے ہیں اُن کی تقلید پڑھے لکھے لوگ بھی کرنے لگے ہیں ۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

"نون کا تلفظ اُردو میں دو طرح ہے ۔ جو نون آخر لفظ میں ظاہر کر کے پڑھا جائے وہ نقطے دار ہوگا ۔ جیسے جان ، تان اور جو اس طرح ظاہر نہ ہو اُس میں نقطہ نہ ہوگا جیسے یہاں ، کہاں ۔ درمیان لفظ میں اگر نون بالاظہار ہو تو اُس پر معمولاً صرف نقطہ ہوگا ۔ جیسے تنکا ۔ اور اگر باعلان نہ ہو تو اُس پر نقطہ کے بجائے یہ نشان (۷) الٹا جزم ہوگا ۔ جیسے تانْبا ۔

اسی طرح ہائے مخلوط کے متعلق لکھتے ہیں کہ وہ :-

" ہمارے نزدیک صرف وہی ہے جو ہجّوں میں اپنے اوّل و آخر حروف سے ملے ، جیسے : بھی ، بھان ۔ اس کی کتابت دوچشمی ھ سے ہوگی ، باقی ہر لفظ میں ایک شوشے سے لکھی جائے گی ۔ جیسے : کہیں ، جگہ ، ہو وغیرہ ۔"

ے۔ اسی رسالے میں مولانا لکھتے ہیں کہ :-

"جو الفاظ الگ لکھے جانے میں اجنبی نہیں ہوتے اور جن کی ترکیب بھی جداگانہ ہے اکثر جدا جدا لکھے جائیں گے جیسے آئیں گے ، ہوں گے ، جس کی ، آپس میں ، غرض کہ ، بل کہ ، کیوں کہ ، علاحدہ ، حال آں کہ ، چناں چہ ، چوں کہ ، کون سی ، اس واسطے کہ ، دل چسپ ، دل کش ، ہم سر ، کم یاب ، دست یاب ، خوب صورت وغیرہ ۔"

ان کے علاوہ مولانا احسن مارہروی مرحوم نے فصیح الملک (اگست ۱۹۰۵ء) اور تاریخ نثر اُردو (صفحہ ۳۵۶-۳۵۹) میں بہت سے الفاظ کی صحت پر زور دیا ہے ۔ وہ " دائم المریض" بلکہ "دائم المرض" " روحِ رواں" نہیں بلکہ " روح و رواں" لکھتے تھے ۔ اہل دہلی کی طرح ایجاد کو مذکر اور طرز کو مؤنث لکھتے تھے ، اژدحام کو ازدحام ۔ فی زمانہ کو فی زمانا سینکڑوں کو سیکڑوں ، جھوٹث کو جھوٹ ، سوچ کو سوچ ، پرواہ کو پروا ، "روپئے" کو "رپے" عش عش اور عبیر دونوں کو الف سے اور خود "دونوں" کو آخر

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

نون غنّہ سے لکھتے تھے - عربی تے پر صرف تنوین لکھنے پر زور دیتے تھے - مثلاً فطرةً ، قدرةً ، ضرورةً ، دفعةً ، مقابلةً ، نسبتةً وغیرہ ؛ لیکن یتیم کے ساتھ یسیر (بمعنی قلیل) اور وجیہ کے ساتھ شکیل (مترادف) کو غلط سمجھتے تھے - غالب کی طرح وہ بھی گزشتن ، گزر وغیرہ کو زے سے لکھتے تھے - لوٹنا کی جگہ پلٹنا ، ناراضگی کی بہ نسبت ناراضی اور جاکے ، کہا کے وغیرہ کی جگہ جا کر کہا کر کو فصیح سمجھتے تھے -

ان کے بعد فنِ املا کے امام ڈاکٹر عبدالستار صدیقی نے بار بار اس کی اصلاح اور ترسیم پر زور دیا ہے - رسالہ ”اردو“ (اکتوبر ۲۳ء) رسالہ ”ہندوستانی“ (جنوری ۳۱ء - جولائی ۳۸ء) وغیرہ میں وقتاً فوقتاً اپنے بلند پایہ مضامین لکھے ہیں ، پھر یہی اصول اخبار ”ہماری زبان“ (یکم اگست ۴۱ء) اور رسالہ ”اردو“ (جنوری ۴۴ء) میں شایع ہوئے ہیں جو انجمنِ ترقیِ اردو نے اختیار کیے ہیں -

خلاصہ شروع میں خطِ نسخ کا رواج زیادہ تھا ، اسی لیے پشتو ، سندھی اور پنجابی آج بھی نسخ میں لکھی جاتی ہیں - ۸۲۵ھ کی تصنیف کی ہوئی مثنوی کدم راؤ پدم راؤ (جس کا سالِ کتابت معلوم نہیں) نسخ میں ہے -

۸- گیارہویں صدی ہجری کے اکثر مخطوطات نسخ میں ملتے ہیں ، پھر ۱۱۱۱ھ کا لکھا ہوا وفات نامہ (حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلّم) بھی پاکیزہ نسخ میں ہے - اس کے بعد رحمت اللہ گجراتی کے رسالے بھی نسخ میں ملتے ہیں اور غالباً اسی صدی کے آخر کا ایک مخطوطہ فال وجودی بھی نسخ میں ہے - وہ اس طرح شروع ہوتا ہے :-

”اوّل چاهیے کہ بوجی کہ انسان کی جسم میں شمس و قمر کس کون کھتی هیں ، بوجنا کہ جمنی (داہنے) سوراخ کون شمس کھتی هیں اور دابی (بائیں) سوراخ کون قمر کھتی هیں ، جب حرارت غالب هودی ، تب شمس کون بند کری ، دوی سین اور سردی غالب هووی تب قمر کون بند کری

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

اور کبی ہمیشہ دن کون شمس بند کری ، اور رات
کون قمر۔"

لیکن شمالی ہند اور دکن میں یہ مخطوطات دسویں اور گیارہویں صدی ہجری سے ضرور نستعلیق میں پائے جاتے ہیں ۔[۱]

گ کے لیے نویں صدی ہجری میں کاف عربی کے نیچے تین نقطے لکھے جاتے تھے۔[۲] ۱۰۹۶ھ کی لکھی ہوئی بیاض میں گ کے لیے ایک مرکز ہے اور اس پر ے کا ہندسہ ہے ۱۱۰۴ھ کی لکھی ہوئی بیاض میں گ پر ایک مرکز ہے اور کبھی کبھی ایک پیش بھی ہے ۔ اسی بیاض میں ٹ پر چھوٹا "ط" بھی ملتا ہے اور کہیں کہیں اس کے نیچے دو نقطے بھی ہیں ۔[۳]

دسویں صدی ہجری کے ایک مخطوطے میں مشدّد حروف کو دو بار لکھا گیا ہے ، اسی طرح الف ممدودہ کو دو الف کی شکل میں لکھا جاتا تھا اور الف مدہ کے لیے زیر اور مد دونوں ہوتے تھے ۔ گیارہویں صدی ہجری میں ٹ کے لیے ط کے علاوہ چار نقطے بھی ایک بیاض میں ملتے ہیں اور ڈ کے لیے دال پر ایک زبر ، اسی بیاض میں مخلوطی ھ اکثر نظر آتی ہے اور جزم کو عموماً گول دائرے کی طرح لکھا ہے ؛ لیکن جہاں ماقبل حرف مفتوح یا مجہول ہے تو وہاں الٹا جزم مثل ہلال کے ہے ۔ اسی مخطوطے میں یائے معروف کے لیے حرف مکسور کے نیچے چھوٹا الف ملتا ہے ، شیرانی مرحوم نے لکھا ہے کہ :-

" ٹ ، ڈ ، ڑ پر پہلے تین تین نقاط بعد میں چار چار نقاط لگائے جانے لگے اور گجرات میں بارہویں صدی ہجری کی ابتداء میں ان پر ضرب کی علامت × لگائی جاتی تھی ۔"[۴]

۱۔ پروفیسر شیرانی مرحوم نے لکھا ہے (مقدمہ پنجاب میں اردو) کہ عالمگیر کے بعد شمالی ہند میں نستعلیق رائج ہوا ۔

۲۔ شیرانی مرحوم نے لکھا ہے کہ بعد میں گاف کے لیے تین نقطے اوپر لگائے جانے لگے ۔ (پنجاب میں اردو مقدمہ) ۔

۳۔ ۱۱۷۰ھ میں تاریخ غریبی لکھی گئی اس میں ٹ کے اوپر چار نقطے ہیں ؛ لیکن ڈ ، ڑ کے نیچے تین نقطے ہیں ۔

۴۔ پنجاب میں اردو مقدمہ ۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

تین نقطوں والے ژ کی مثال ہم کو بارھویں صدی ہجری کے ایک مخطوطے میں بھی ملی ہے ، جو لوائحٔ جامی کی شرح ہے اور اسی صدی کے ترجمۂ گلستاں میں ڈ پر چار نقطے ملتے ہیں ۔ اسی صدی کے ایک مخطوطے میں ڈ کے لیے دال پر دو نقطے اور اس پر ڈیش ہے ۔ یہی چیز ہم کو اٹھارہویں صدی عیسوی کے آخر کے نستعلیق ٹائپ میں ملتی ہے ۔

اسی صدی میں رحمت اللہ گجراتی کے نسخوں میں کہیں کہیں ہائے ساکن کے قبل اگر زبر ہے تو اس یا کو نصف دائرہ دیا گیا ہے ۔ پھر اورنگ زیب کے فرمان کے بموجب وہ ہندی الفاظ جو فارسی کی تقلید میں مختفی ہ پر ختم کیے جاتے تھے ، الف سے لکھے جانے لگے اور اٹھارہویں صدی عیسوی کے آخر میں جب نستعلیق ٹائپ شروع ہوا تو بہت کچھ ترقی یافتہ املا کا رواج ہونے لگا ۔ ان کے بعد انشا اور غالب وغیرہ نے جو اصلاحیں اور تجویزیں اس فن سے متعلق پیش کی تھیں ، وہ سب اوپر آ چکی ہیں ۔ اب ہمارے اساتذہ کا فرض ہے کہ زبان کی یکرنگی کو قائم رکھنے کے لیے اپنے اسلاف کی کوششوں پر نظر رکھتے ہوئے ، آسان اور بہتر اصول اختیار کریں تاکہ مبتدی بھی کوئی دقّت محسوس نہ کرے ۔

(علمی نقوش)

* * *

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اُردو املا

ڈاکٹر عبدالستار صدیقی

ہر زبان کے لیے ضروری ہے کہ اُس کے املا کے قاعدے منضبط ہوں اور اُن قاعدوں کی بنیاد صحیح اصول پر ہو۔ اگر قاعدے معیّن نہ ہوں تو زبان کی یکرنگی اور یکسانی کو سخت صدمہ پہنچنے کا اندیشہ ہوگا اور اُردو اس وقت اسی قسم کے خطرے میں ہے۔ عربی، فارسی، انگریزی، غرض کہ ہر شائستہ زبان میں جو قاعدے مقرر ہیں، ہر لکھنے والا اُن کی پوری پوری پابندی کرتا ہے۔ مگر اُردو والے اپنے تئیں ہر قید سے آزاد سمجھتے ہیں۔ املا کی خرابی یا بے ضابطگی کی صورتیں جب کسی متمدن قوم کو پیش آئیں تو اُس کے زبان دانوں نے فوراً خرابی کی اصلاح کی۔ ترقی کرنے والی قومیں اس زمانے میں بھی اپنی زبان کے لفظوں کی لکھاوٹ میں ضروری ترامیم اور مناسب اصلاح کرتی رہتی ہیں۔ عام طور پر اصلاح کی ضرورت اس لیے پڑتی ہے کہ ایک لکھنے والا اپنی رائے کو دخل دے کر ایک غلط راہ اختیار لیتا ہے اور دوسرے بغیر تحقیق کیے ہوئے اُس کی غلطی کی پیروی کرنے لگتے ہیں۔ جہاں کسی غلطی کی تکرار ہوئی، وہ کتابوں اور اخباروں میں راہ پا گئی۔ عوام کے لیے یہ ایک بڑی سند ہوگئی کہ فلاں لفظ ایک کتاب میں یا کسی اخبار میں یوں لکھا ہوا دیکھا ہے۔ بڑی مشکل یہ ہے کہ اُن لوگوں کی تعداد بہت کم

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ہوتی ہے جو صحت اور اصول پر نظر رکھتے ہوں ۔ بڑا گروہ مقلدّوں یا عادت کے بندوں کا ہوتا ہے اور تدارک یا اصلاح کی ذمہ داری اہل تحقیق پر عائد ہوتی ہے ۔ پس ایسی خرابیوں کا انسداد یوں ہی ہو سکتا ہے کہ علمی انجمنیں اپنے فرض کا احساس کر کے نہ صرف قاعدے بنائیں بلکہ ہر ممکن ذریعے سے انھیں عمل میں لانے کی کوشش کریں ۔

اس وقت صرف چند ضروری مسئلے پیش کیے جاتے ہیں :-

(۱) مختفی ہ یا الف ؟

جہاں تک تلفظ سے بحث ہے اُردو لفظوں میں مختفی ہ کا وجود نہیں ہے بلکہ مختفی ہ فارسی کی چیز ہے ، اردو ہندی لفظوں میں نہیں آ سکتی ، لفظ کی ابتدا یا بیچ میں کبھی نہیں آتی ، آخر ہی میں آ سکتی ہے ۔ اردو اور ہندی کی طرح فارسی کی بھی یہ ایک خصوصیت ہے کہ لفظ کا آخر حرف ساکن ہوتا ہے ؛ البتہ بعضے فارسی لفظ ایسے ہیں کہ پراتی فارسی زبان میں اُن کے آخر میں ایک ک تھا جو ک سے گ ہوا اور پھر گر گیا ۔ اگر اس ک یا گ سے پہلے الف تھا تو وہ بغیر کسی دقت کے قائم رہا ؛ جیسے پرانے لفظ اژدہاک سے اژدہا رہ گیا ۔ دقت اُن لفظوں کی کتابت میں آ پڑی جن کے آخر میں ک تھا اور اس سے پہلے زبر اس لیے کہ اخیر حرف پر حرکت رہ گئی اور عام قاعدے کے بموجب اس اخیر حرف کو ساکن ہونا چاہیے تھا ۔ مثال کے طور پر صرف ایک لفظ کو لیجیے :-

"بندہ" ۔ پراتی فارسی زبان میں "بندک" اور "بَنْدَگ" تھا ۔ بعد کو (یعنی اسلامی دور سے شاید کچھ پہلے ہی) گ گر گیا[۱] تو

۱- یہی گ "بندگان" اور "بندگی" میں اور اس قبیل کے بہت سے فارسی لفظوں (جیسے "زندگان" ۔ "مردگان" ۔ "زندگی" ۔ "شرمندگی" وغیرہ) میں اپنی اصل حالت پر رہا ۔ آگے والے حرف نے اُسے گرنے سے روک لیا ۔ [بقیہ حاشیہ صفحہ ۴۹ پر]

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

"بَنْدَ" رہ گیا اور کتابت میں "بَنْدَ" اور "بَنْد" میں کوئی فرق نہ رہا۔ پہلوی تحریر میں تو پرانی کتابت (یعنی "بندک") جاری رہی مگر جب عربی حرف اختیار کیے گئے تو فکر ہوئی کہ اخیر حرف کی حرکت کو جو تلفظ میں آتی ہے تحریر میں کیوں کر ظاہر کریں۔ تدبیر یہ ٹھہری کہ ایک ہ اخیر میں لکھیے اور اُسے زبر کی طرح پڑھیے، ہ کی آواز اُس میں نام کو نہ ہو۔ اسی لیے اُس کا نام "مختفی" پڑا اور اس کے مقابلے میں اصلی ہ کو "ملفوظ" کہنے لگے۔ یاد رہے کہ یہ سب کچھ فارسی ہی میں ہوا۔ عربی میں اِن دونوں اصطلاحوں کا کہیں ذکر نہیں آتا۔

فارسی لغت کی اکثر کتابوں میں ہر موقع پر اشارہ کر دیا گیا ہے کہ فلاں لفظ کے آخر میں جو ہ ہے، وہ "مختفی" ہے یا "ملفوظ"۔ فارسی میں بھی املا کے متعلق بہت احتیاط برتی جاتی ہے اور کبھی کوئی وہ لفظ جس کے آخر میں الف ہے ہ سے نہیں لکھا جاتا؛ سوا اس کے کہ قافیے کی ضرورت سے "آشکارا" کو "آشکارہ" اور "خارا" کو "خارہ" لکھ دیا۔ آج سے بیس پچیس برس پہلے تک اُردو والے بھی اس کا بہت خیال رکھتے تھے۔

ایک بات اور بھی اس سلسلے میں بیان کرنے کے لائق ہے۔ وہ یہ کہ فارسی والوں نے جب عربی کے بہت سارے لفظ اپنی زبان میں لیے تو اُن میں سے کسی کسی میں تصرف بھی کیا۔ انھیں میں سے ایک تصرف یہاں بیان کیا جاتا ہے۔ عربوں کے ہاں ایک حرف ہے۔ جو :مضے

[بقیہ حاشیہ صفحہ ۴۸ سے]

اسی گ کو عربوں نے ج کر دیا جو بہت سے معرب لفظوں میں دکھائی دیتا ہے جیسے بردج، بنفسج، بابرنج، رندج، شاھترج، کوسج وغیرہ میں۔ جو لفظ عربوں نے جاہلیت کے عہد میں ایرانیوں سے سریانیوں کے توسط سے لیے ان کے آخر میں گ کے بجائے ک تھا، پس ان معرب لفظوں میں ج کی جگہ ق پایا جاتا ہے جیسے خورنق، خندق وغیرہ میں۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اسموں کے آخر میں آتا ہے۔ شکل اس کی ہ کی ہے مگر اسے معمولاً ت پڑھتے ہیں؛ اسی لیے اس پر دو نقطے لگا دیتے ہیں: (ۃ)۔ جب اس گول ۃ والا کوئی لفظ کسی جملے کے آخر میں آ پڑتا ہے اور آواز ۃ پر ٹوٹتی ہے تو اس کا تلفظ ملفوظ ہ کا سا ہوتا ہے اور اس سے پہلے زبر بھی ہوتا ہے۔ اکثر اس ہ کا تلفظ گہرا نہیں ہوتا، کس واسطے کہ آواز کا زور اس پر ختم ہوتا ہے اور اس وجہ سے دھیما پڑ جاتا ہے۔ ایرانیوں نے یہ دیکھ کر کہ یہ چیز ان کی مختفی ہ سے بہت ملتی جلتی ہے، اکثر صورتوں میں اسے مختفی ہ کی طرح بولنا شروع کر دیا اور کہیں کہیں اس کو ت قرار دے کر اسی طرح بولنے اور لکھنے لگے۔ عزۃ، خدمۃ، حجۃ وغیرہ کو عزت، خدمت، حجت بنا دیا اور درجۃ، مدرسۃ وغیرہ کو درجہ، مدرسہ۔ کہیں کہیں لفظ کو دونوں سانچوں میں ڈھال دیا جیسے اجازہ اور اجازت، ارادہ اور ارادت، افاقہ او افاقت وغیرہ۔ ان لفظوں میں جہاں جہاں ۃ سے ہ ہو گئی وہ ہ مختفی ہی قرار پا گئی۔ یہ مفرس لفظ فارسی سے اردو میں آئے تو یہاں بھی ان کا تلفظ وہی رہا جو فارسی والوں نے اختیار کیا تھا۔

اس طرح اردو میں مختفی ہ فارسی اور عربی لفظوں کے ساتھ مخصوص ہے مگر اس ہ کی اصلیت کو لوگوں نے بھلا دیا اور خود اپنی تحریر کے لیے کوئی ہنجار قائم نہ کیا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ بد مذاق پہلی اور ٹھیٹ اردو لفظوں میں بھی لوگ مختفی ہ لکھنے لگے۔[۱] ہندی کے دیونا گری خط میں تو ایک आ ہے اور اس کا نمائندہ اردو میں سوائے الف کے اور کوئی حرف ہو ہی نہیں سکتا۔ ہندی لفظ تو ایک طرف رہے۔ طرّہ یہ کہ وہ عربی فارسی لفظ بھی جن کے آخر میں الف ہے، ہ سے لکھے جانے لگے۔ یہ املا سراسر غلط ہے۔ قاعدہ اس کا یوں ہے:-

۱- ہندی لفظ ہو تو الف سے لکھا جائے (سوا بعض مقاموں کے ناموں کے جیسے آگرہ، پٹنہ، کلکتہ، کس واسطے کہ یہ نام ہیں،

۱- اگر فارسی کے بعضے مصنفوں نے ہندی لفظوں کو مختفی ہ سے لکھا تو یہ تفریس تھی۔ اردو والے کسی طرح اس کی سند نہیں پکڑ سکتے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ہمیشہ سے اسی طرح لکھے جاتے ہیں) مقاموں کے ناموں کے سوا جتنے لفظ ہیں اُن کو الف ہی سے لکھنا چاہیے ، جیسے :-

اِکا (اِسے "یکہ" لکھنا تو یوں بھی غلط ہے کہ تلفظ کے سراسر خلاف ہے ۔ فارسی میں یہ لفظ گاڑی کے معنوں میں موجود بھی نہیں ۔ ہمارے اردو لفظ "ایک" سے بنا ہے نہ کہ فارسی لفظ "یک" سے ۔ اسی طرح "موم بتی کا اِکا" ۔ " تاش کا اِکا" ۔ زیور جسے عورتیں صرف ایک ہی بازو پر باندھتی ہیں اور اُس میں ایک ہی بڑا نگینہ ہوتا ہے ۔ جس میں زیادہ نگینے ہوتے ہیں اُسے "نونگا" کہتے ہیں) ، اکیلا ، آنولا ، باجا ، باجرا ، بادلا (ایک قسم کا نفیس کپڑا) ، باڑا ("امام باڑہ" وغیرہ مرکبوں میں بھی آتا ہے) ، بٹوا ، بٹوارا ، بچپنا ، بچکانا ، بچھڑا ، بچھونا ، بچھیرا ، بلبلا ، بنجارا ، بھانجا ، بھتیجا ، بھروسا ، بھیڑیا ، تانگا ، پانوڑا ، پتا (نشان کے معنوں میں) ، پَتّا ، پِتّا ، پِتا (باپ) ، پُتلا ، پتیلا ، پٹاخا ، پٹارا ، پٹھا ، پچتاوا ، پڑاقا ، پسینا ، تارا (جسے فارسی میں "ستارہ" کہتے ہیں) ، تایا (چچا ، جو عمر میں باپ سے بڑا ہو) ، چارا (گھاس وغیرہ) ، چبوترا ، چراُتا ، چرچا ، چرسا ، چکارا ، چِلّا ، چھالا ، چُھلّا ، چھلّا ، داسا ، دُپٹا ، دہلکا (دو پلک والا ۔ ایک مصنوعی نگ جسے بلور کے دو ٹکڑوں کو ملا کر بناتے ہیں) ، دُخمَا (یعنی دو خم والا نیچہ) ، دگلا ، دھکا ، دھوکا ، ڈوریا ، ڈڑھمَا (یعنی ڈیڑھ خم والا نیچہ) ، راجا ، سروتا ، کَتّھا ، کوئلا ، کھلونا ، لڑاکا ، مہینا ، میلا ، ناتا (رشتہ داری) ۔ یاد رہے کہ مذکر صفتیں بھی الف ہی سے صحیح ہیں ، جیسے چلبلا ، دبنگا ، نچلا وغیرہ ۔

اسی طرح وہ لفظ بھی جو یورپ کی زبانوں سے آئے ہیں ، جیسے بلّا (تمغا وغیرہ کے معنوں میں) ، ڈراما ، فرما ، کمرا ، مارکا (نشان) وغیرہ اور یہی حال اُن لفظوں کا ہے جو فارسی یا عربی سے نکلے تو ہیں مگر خود ان زبانوں میں ان کا وجود اس ہیئت میں نہیں ہے ؛ جیسے بدلا ،

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

سے فکرا ، نو دولتا ، کبابیا (کباب والا) ، برفیا (برف والا) ، خاصا ("اچھا خاصا" پورا کے معنوں میں) ، بعضا (= بعض) ، مسالا ، ملیدا (ف ـ "مالیدہ") ، دسپنا وغیرہ ۔

[خاصا (جمع ۔ خاصے اور مونث خاصی) اور بعضا (بعضے ، بعضی) میں آخر کے الف یا ے کو ہ سے ظاہر کرنا کسی طرح جائز نہیں ۔ جن معنوں میں "خاصہ" فارسی میں استعمال ہوتا ہے ، اگر انھیں معنوں میں استعمال ہو تو البتہ اس کو ہ سے لکھنا ٹھیک ہوگا ۔ مسالا ہر معنی میں س اور الف سے لکھنا چاہیے ۔ (۱) "گرم مسالا" ۔ (۲) "مسالا" (گوٹا کناری وغیرہ) ۔ (۳) "مسالا" (کسی چیز کے اجزا یا ضروریات اور لوازمات وغیرہ) ۔ "مصالح" لکھنا یوں غلط ہے کہ یہ "مصلحت" کی جمع ہے ۔ ہمارے لفظ کو ان معنوں سے اصلاً تعلق نہیں ۔ مزید برآں یہ کہ تلفظ بھی مختلف ہے ۔ یہی حال "مصالحہ" کا ہے ۔ "مصالحہ" کے معنی ہیں "لڑنے والے فریقوں کے درمیان صلح" ۔ ملیدا کا تلفظ بھی فارسی "مالیدہ" سے بدل گیا ہے اور اس نے ایک خاص مفہوم اختیار کر لیا ہے پس اِسے بھی اُسی طرح لکھنا چاہیے جس طرح ہم بولتے ہیں ۔ دسپنا اور فارسی "دست پناہ" میں بھی معنی اور تلفظ دونوں بدلے ہوئے ہیں ۔ "دست پناہ" فارسی میں "چمٹے" کے معنوں میں نہیں بولا جاتا ؛ بلکہ اُس کے معنی ہیں "دستانہ" ۔]

اُن لفظوں کے آخر میں بھی الف ہی لکھنا چاہیے جو ایک اُردو اور ایک فارسی یا عربی جز سے بنے ہیں ؛ جیسے "ڈڑھ خما" (یعنی وہ چیز جس میں ڈیڑھ خم ہو) ، "تماہا" "چھاہا" "پچرنگا" "سترنگا" وغیرہ ۔

اِس سے یہ ایک کلیہ ہاتھ آیا کہ جب کسی اور زبان کا لفظ اُردو میں دوسرے معنی اور اسی کے ساتھ دوسرا تلفظ اختیار کر لے تو اُس کا املا ٹھیٹ اردو لفظوں کی طرح ہونا چاہیے ۔

۲ - جو لفظ خود فارسی ہی میں الف سے لکھے جاتے ہیں ۔ وہ ہرگز ہ سے نہ لکھے جائیں ۔ ان لفظوں کی تفصیل یہ ہے :-

(الف) وہ جامد اسم یا صفتیں جن کے آخر میں الف ہے اور حرف اصلی کی حیثیت رکھتا ہے ؛ جیسے اژدہا ، آسیا (چکی) ، آشکارا ، آشنا ،

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

بوریا ، چلیپا ، پارسا ، خارا (ایک قسم کا پتھر) ، دارا ، درا (گھنٹا ، ''بانگ درا'') ، دلاسا ، دوبالا ، دوتا ، سیہا (''دیو سیہا'' یعنی دیو کی سی شکل والا) ، سارا (''خالص'' ، جیسے ''عنبر سارا'' میں) ، شوربا (شور + با - با کے معنے ہیں پکائی ہوئی چیز - یہ لاحقہ کھانوں کے بہت سے ناموں میں آتا ہے -) ، شیوا (''فصیح'' کے معنوں میں جیسے ''شیوا زبان'' مگر ڈھنگ اور حرکات و سکنات کے معنوں میں جو لفظ ہے وہ ہ سے لکھا جاتا ہے ''شیوہ'') ، ناشتا ، قرنا ، گندنا -

(ب) فارسی فعلوں سے بنے ہوئے اسم فاعل اور صفت مشبہ وغیرہ ، جیسے بویا ، بینا ، نا بینا ، دانا ، زیبا ، پذیرا ، جویا ، گویا ، جہاں آرا ، جاں فرسا ، جاں فزا ، دل کشا ، صبر آزما ، ہوش ربا وغیرہ -

(ج) بعض لفظ جن کے آخر سے کوئی حرف گر کر الف رہ گیا ہو ؛ جیسے پا (پاے) ، خدا (خداے) ، نا (ناے) ، وغیرہ ، یا جیسے آوا (''آواز'' کا مخفف) ، اتا (''اتاں'' کا مخفف) وغیرہ -

(د) وہ لفظ جو ہا زیادہ کر کے جمع بنے ہوں ، جیسے صدہا ، ہزارہا ، دلہا وغیرہ -

(ہ) بعض لفظ یا نام جن کے آخر میں پیار یا حقارت یا ندا کے لیے الف بڑھا دیا گیا ہو ؛ جیسے بازاریا (یعنی بازاری) ، بشیرا ، رکنا ، طالبا ، حافظا ، سعدیا وغیرہ -

[یاد رکھنے کی بات ہے ''شفیعا'' ایک قسم کا خط ہے جسے ملا شفیعا نے ایجاد کیا تھا ، اس لیے ''خط شفیعا'' مشہور ہوا - اسے ''شفیعہ'' یا ''شفیہ'' لکھنا غلط ہے -]

۳ - ترکی لفظ جو فارسی اُردو میں مستعمل ہیں اور جن کا املا الف ہی سے ہونا چاہیے :-

آلتمغا ، تمغا ، طغرا - اس لیے ''تمغۂ شرافت'' اور ''طغرۂ سلطانی'' غلط ہوگا - صحیح ''تمغاے شرافت'' اور ''طغراے سلطانی'' ہے -

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

۴ - عربی کے جو لفظ خود عربی ہی میں الف سے لکھے جاتے ہیں اُن کو ہ سے لکھنا صحیح نہیں ۔ وہ الف ہی سے لکھے جائیں ۔ ان لفظوں کی تفصیل یہ ہے :-

(الف) وہ اسم جو افتعال یا استفعال کے وزن پر مصدر ہیں اور ان کے آخر میں الف کے بعد ایک ہمزہ ہے ۔ یہ ہمزہ اُردو میں گر جاتا ہے اور الف رہ جاتا ہے ؛ جیسے :-

ابتدا ، اجتبا ، ارتضا ، ارتقا ، اصطفا ، اقتدا ، اکتفا ، التوا ، امتلا ، انتہا ، استثنا ، استدعا ، استسقا ، استعفا ، استغنا ، استفتا ، استقرا ، استقصا ، استنجا ، استیلا وغیرہ ۔

(ب) یہ لفظ جن میں سے بعضے اسم جامد ہیں اور بعضے صفت ۔ ان کو بھی ہ سے لکھنا غلط ہے :-

حلوا ، سقّا ، شہلا (''نرگس شہلا'') ، غرّا (''شاعر غرّا'') ، بیضا (''ید بیضا'') ، مُحابا ، مُدارا ، مُداوا وغیرہ ۔

(ج) بعض مذکر نام الف پر ختم ہوتے ہیں ۔ ان میں سے بعض کے آخر میں ایک ہمزہ بھی تھا سو وہ اُردو میں گر چکا ، اور بعضوں کے آخر میں ہمزہ تھا ہی نہیں صرف الف تھا ۔ ہ ان میں سے کسی میں نہ تھی :-
برخیا ، زکریا ، عادیا ، مسیحا وغیرہ ۔

(د) بعضے مونث ناموں کی حالت بھی یہی ہے :-
زہرا (حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کا نام)[۱] ، سارا ، حوا وغیرہ ۔

(ہ) بعض جمعیں ؛ جیسے بقایا ، برایا ، ثنایا ، رعایا ، عطایا ، وصایا ، ہدایا وغیرہ ۔

(و) بعض متعلق فعل جن کی تذوین فارسی اور اردو میں گر گئی ہے ؛ جیسے اصلا ، ظاہرا ۔

۱- ''زہرہ'' اس سے مختلف ہے ۔ ایک سیارے کا نام زُہرہ ہے ۔ کبھی بچیوں کا نام اِس مناسبت سے بھی رکھا جاتا ہے ۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(ز) ان لفظوں کے آخر میں الف مقصورہ تھا ، جسے عربی کے قاعدے سے یوں (ی) لکھتے ہیں ، مگر فارسی اور اردو میں اس کے لیے ایک معمولی الف لکھتے ہیں ۔ ہ سے ان لفظوں کو لکھنا سراسر غلط ہے :-

تماشا ، تقاضا ، ماجرا ، مدعا ، معمّا ، مربّا ، سقّوا ، منقّا ، دعوا ، تقوا ، مصفّا ، مطلّا ، معرّا وغیرہ ۔

[بعض لوگ عربی املا کی پیروی میں "دعوا" اور "تقوا" یا "مربا" اور "منقا" کو الف مقصورہ کے ساتھ لکھتے ہیں جو جائز ہے : مگر اردو میں سیدھے سادھے الف کو ترجیح ہونا چاہیے۔]

فائدہ ۔ بعضے عربی یا فارسی لفظ ایسے ہیں کہ ان کے آخر میں ہ آتی ہے مگر جب ان کی جمع بناتے ہیں تو اس مختفی ہ کو الف سے بدلنا ضروری ہو جاتا ہے : یعنی ان تمام مونث اسموں اور بعضے مذکر اسموں کی جمع میں ہ کو الف سے بدل کر جمع کی علامت لگاتے ہیں : جیسے "بیوہ" سے "بیوائیں" ، "بیواؤں" : "دایہ" سے "دایائیں" ، "دایاؤں" ، "قحبہ" سے "قحبائیں" ، "قحباؤں" ، "قابلہ" سے "قابلائیں" ، "قابلاؤں" وغیرہ اور "خلیفہ" سے "خلیفاؤں" ، "علّامہ" سے "علّاماؤں" ۔[1]

[بعض لوگ "بیووں" ، "دایوں" وغیرہ بولتے اور لکھتے ہیں مگر یہ صحیح نہیں ۔]

ان تمام تفصیلات سے واضح ہوگیا کہ اردو کا خاص حرف الف ہے اور ہر موقع پر ہمیں اسی کو کام میں لانا چاہیے سوا چند فارسی اور عربی لفظوں کے جن کا املا ہ سے ہے (اور اس ہ کی آواز الف کی سی ہے) ۔ اب جن عربی یا فارسی لفظوں کے آخر میں ہ ہے ، ان کو بھی ہم بعض حالتوں میں ہ کی جگہ الف سے لکھتے ہیں ۔ ان میں سے ایک حالت تو اوپر بیان ہو چکی ۔ دو تین حالتیں اور بھی ہیں :-

---

۱- تفصیلی بحث کے لیے دیکھیے رسالہ "اردو" اورنگ آباد بابت ۱۹۲۳ء صفحہ ۲۶۱ - ۲۶۲ -

۱۲۲۲۷

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(۱) جب قافیے میں مختفی ہ ، الف کے متقابل ہو تو اس مختفی ہ کو لکھنے میں الف سے بدل دینا چاہیے ؛ جیسے

تغافلہاے بے جا کا گلا کیا ۔

(۲) ایسے لفظوں میں جو اردو میں گھل مل گئے ہیں اور ان کی غیریت محسوس نہیں ہوتی ، ہ کی جگہ الف لکھنا جائز ہے ، جیسے " مزہ " کی جگہ " مزا " ۔

(۳) ایسے الفاظ جن میں اردو والوں نے کوئی تصرف کر لیا ہو ؛ جیسے " دوماہہ " سے " دُماہا " ۔ " دخمہ " (یعنی دو خم والا) وغیرہ ۔

(۲) مختفی ہ یا ے ؟

(الف) مختفی ہ پر ختم ہونے والے مذکر اسموں کی جمع میں تو لوگ باقاعدہ ، آواز کے مطابق ، لکھتے بھی ے ہی ہیں ۔ جیسے "دو بچے کھیل رہے تھے" ۔ مگر جب وہی لفظ واحد محرف حالت میں ہوتے ہیں اور تلفظ ان کا وہی ہوتا ہے جو جمع قائم کی حالت میں ہوتا ہے تب بھی اکثر لوگ ان کو ہ سے لکھتے ہیں ۔ یہ کسی طرح درست نہیں ۔ انھیں لکھنا بھی ویسے ہی چاہیے جیسے وہ بولے جاتے ہیں ؛ یعنی یوں :-

"وہ چھٹے درجے میں پڑھتا ہے" ۔ "میں مدرسے جاتا ہوں" ۔ " اُس بچے نے اِس معمے کو حل کر لیا " ۔ " شیر کے پنجے میں بڑی طاقت ہوتی ہے" ۔ " اِس واقعے سے سب کو عبرت ہوئی "۔[۱]

(ب) پانچ کے بعد کے عدد "چھ" کو لوگ عام طور پر مختفی ہ کے ساتھ لکھتے ہیں ، حالانکہ اس لفظ کا فصیح تلفظ "چھے" ہے ۔ پس کوئی وجہ نہیں کہ اسی طرح نہ لکھا جائے ۔

۱۔ دیکھیے رسالہ " اُردو " اورنگ آباد بابت ۱۹۲۳ء ، صفحہ ۲۵۳-۲۵۴

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(ج) ”کیوں کر“ کی جگہ اگلے وقتوں میں ”کیونکے“ بولتے تھے اور ے کے ساتھ لکھتے تھے۔ ایک دوسرا لفظ ہے ”کیونکہ“ (یعنی ”کیوں کہ“ جس میں ”کہ“ کاف بیانیہ ہے)۔ لوگوں نے ”کہ“ اور ”کے“ کے معنوں میں فرق نہ کر کے ”کیونکے“ کو ”کیونکہ“ بنا دیا اور پرانے استادوں میر، سودا، درد، وغیرہ کے دیوانوں میں ”اصلاح“ فرما دی۔ یہ کہنے کی ضرورت نہیں کہ یہ اصلاح نہیں، تصحیف ہے۔ ”کیونکر“ کے معنے میں ”کیونکے“ اب تحریری زبان سے تو گویا خارج ہوگیا ہے لیکن بعض شہروں کے لوگ بول چال میں بے تکلف استعمال کرتے ہیں۔ پس نہ صرف پرانے اساتذہ کے کلام میں بلکہ بول چال کی بنا پر اس زمانے کی تحریروں میں بھی ہم اس لفظ سے کہیں نہ کہیں دُچار ہوں گے۔ اس لیے یہ یاد رکھنا چاہیے کہ اگر ”کر“ کا قائم مقام ہو تو ”کے“ اور نہیں تو ”کہ“ لکھا جائے: جیسے

نہ جانوں کیونکے مٹے داغِ طعنِ بد عہدی — غالب

(۳) نون غُنّہ۔

بعضے لفظ، جن میں نون غنہ ہے، کئی طرح سے لکھے جاتے ہیں۔ اُن میں سے صرف اسی طرز کو اختیار کرنا چاہیے جو تلفظ میں سب سے زیادہ قریب ہو۔

”ڈھلواں“، ”گتھواں“، ”چڑھواں“ اور ترتیبی گنتیاں جیسے ”پانچواں“۔ ”ساتواں“۔ ”آٹھواں“۔ ”نواں“۔ ”دسواں“ وغیرہ اور ”پانچویں“۔ ”پانچویں“ (مونث) وغیرہ درست ہیں۔

گنتیا کے لفظوں میں (۱۱ سے ۱۸ تک) اخیر کا حرف ہ ہے۔ بعضے لوگ ان کے آخر میں اں لکھ دیتے ہیں۔ اس لیے کہ بعض خطوں میں ”گیاراں“، ”باراں“ وغیرہ بولتے ہیں اور جو لوگ ”گیارا“ ”بارا“ بولتے ہیں وہ کبھی کبھی اسی طرح لکھ بھی جاتے ہیں مگر یہ

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

درست نہیں ، کس واسطے کہ ان لفظوں میں ہ اصلی اور ملفوظ ہے ۔ پس ان گنتیوں کو ہ کے ساتھ لکھنا چاہیے ۔ یعنی ”گیارہ“ ۔ ”بارہ“ ۔ اب جس کا جی چاہے وہ ”گیارا“ یا ”گیاراں“ بول لے ۔ یہ وہی بات ہے کہ ”ہوا“ کو بعض جگہ ”وا“ بولتے ہیں مگر اس طرح لکھ نہیں سکتے ۔

بعض لوگ ”دونوں“ کو ”دونو“ بغیر ”ن“ کے لکھتے ہیں ۔ یہ غلط ہے ۔ صحیح ہے ”دونوں“ ؛ جیسے ”تینوں“ ، ”چاروں“ ۔ ”پانچوں“ ، ”چھیؤں“ ، ”ساتوں“ وغیرہ ۔

جمع منادا کے ساتھ کبھی کبھی لوگ ایک ”ن“ بھی لکھ دیتے ہیں یعنی ”اے لڑکوں !“ ۔ یہ درست نہیں ؛ بغیر نون کے لکھنا چاہیے ؛ جیسے ”اے لڑکو !“ ۔ ”صاحبو“ ! ۔

جھوٹ کہتا نہیں ، میں سچ جانو !
کافر عشق ہوں ، مسلمانو ! (قلق لکھنوی)

(۴) ہمزہ (ء) ۔

(الف) اِس بات کو نہ بھولنا چاہیے کہ ہمزہ ، الف کا قائم مقام ہے ۔ پس جب دو حرف علت اپنی آواز الگ الگ دیں تو ان کے بیچ میں ہمزہ آ سکتا ہے ، نہیں تو نہیں ۔ اس لیے ”آءو“ ، ”جاءو“ ، ”گیت گاءو“ ۔ ”دو لڑکے آءے“ ۔ ”آپ آءے“ ؛ ”میں آءوں ، تو کیا لاءوں ؟“ ؛ ”میں چاہتا ہوں کہ آرام سے سوءوں“ وغیرہ میں ہمزہ لکھا جاءے ؛ مگر ”بناو سنگار“ ، ”بھاو تاو“ ، ”نبھاو“ ، ”گھاو“ ، ”کڑھاو“ میں ہمزہ کا کچھ کام نہیں ۔ اسی طرح ”گاے“ ، ”چاے“ ، ”راے“ ، ”ہاے“ میں بھی ہمزہ نہ چاہیے اور یہی حال ”دیو“ اور ”سیو“ اور ”ریو و ریا“ وغیرہ کا ہے ۔ ان لفظوں میں الف ے الف و یا ے و مل کر ایک آواز دیتے ہیں اس لیے ان کے بیچ میں ہمزہ کی گنجائش نہیں ۔

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

(ب) ''لیے'' (دونوں معنوں میں) ''اُس نے دو سو روپئے دیے اور دو گھوڑے لیے'' ۔ ''اس نے اپنے لیے چار جوڑ موزے لیے اور اپنے بھائی کے لیے ایک ہی جوڑ'' ۔ ''سیکڑوں دیے جل رہے ہیں : دیوالی کی بہار ہے'' ۔

اوپر کے جملوں میں دیے اور لیے کی بہت سی مثالیں آ گئیں ۔ ہمزہ کہیں نہیں آنا چاہیے ۔ ''چاہیے'' ، ''دیجیے'' ، ''لیجیے'' وغیرہ میں بھی ہمزہ نہیں بلکہ یے ہے ۔ اسی طرح ''تھالیوں'' ، ''گالیوں'' وغیرہ میں ۔

ہمزہ اسی وقت آئے گا ، جب اس سے پہلے زبر ہو ۔ اگر اس سے پہلے زیر ہوگا تو یے آئے گی یعنی ''گئے'' میں ہمزہ ہے مگر ''کیے'' میں یے ۔

(ج) جہاں ہمزہ لکھنا ضروری ہے وہاں لوگ اکثر کاہلی کے مارے اُسے چھوڑ جاتے ہیں ؛ جیسے :-

''بھوؤں'' کو ''بھووں'' بلکہ کبھی ''بھوں'' ۔ ''لکھنئو'' کو ''لکھنو'' ۔ ''ہندوؤں'' کو ''ہندووں'' یا ''ہندوں'' ۔ یہ درست نہیں ۔

(۵) ں ب اور ن ب ۔

جب کسی لفظ میں نون غنہ کے بعد ہی ب ہو تو یہ دونوں حرف مل کر م کی آواز دیتے ہیں ؛ جیسے آنب سے آم (جس کی تصغیر ''انبیا'' کا تلفظ ''امبیا'' بلکہ ''امیا'' ہوتا ہے) ، نیب سے نیم ، سینب سے سیم ۔ ان لفظوں کو م ہی سے لکھنا چاہیے ۔ فارسی عربی لفظوں زنبور ، تنبورہ ، شنبہ ، گنبد ، جنب میں جو ساکن ن ہے ، وہ تلفظ میں م ہو جاتا ہے : مگر لکھا ن ہی جاتا ہے ۔ البتہ جب ''گُنبذ'' سے اُردو والوں نے ''گُمز'' بنایا اور اُس کی تصغیر ''گُمزی'' ، تو ان دونوں لفظوں کو م ہی سے لکھنا پڑا ۔ پس قاعدہ یہ نکلا کہ فارسی عربی کا لفظ ہو تو املا میں انھیں زبانوں کی پیروی کی جائے نہیں تو م لکھا جائے ۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(٦) ذ یا ز ؟

فارسی اور اُردو لفظوں میں ذ اور ز کے لکھنے کے متعلق ہمارے ملک میں بڑا اختلاف ہے۔ سب سے پہلے مولوی نذیر احمد دہلوی نے ایک خط میں، جو انھوں نے اپنے بیٹے کے نام لکھا تھا،[۱] یہ خیال ظاہر کیا کہ ذ عربی کے مخصوص حرفوں میں ہے۔ اس لیے فارسی لفظوں کو ز سے لکھنا چاہیے؛ نہ کہ ذ سے۔ ادیبوں اور شاعروں کے گروہ میں یہ مسئلہ مدتوں زیر بحث رہا اور اب بھی کبھی کبھی یہ بحث چھڑ جاتی ہے۔[۲] واقعہ یہ ہے کہ ذ عربی کے ساتھ مخصوص نہیں ہے اور حقیقت میں ث بھی مخصوص نہیں۔ یونانی اور قدیم ایرانی زبانوں میں ان دونوں حرفوں کی آوازوں کا وجود تھا۔ چنانچہ عربی زبان میں جو لفظ یونانی یا فارسی سے لیے گئے ہیں ان میں یہ دونوں حرف ملتے ہیں۔[۳] یہ سمجھنا صحیح نہیں کہ ''اُستاد'' کی د پر عربوں نے تصرف کر کے ایک نقطہ لگا دیا۔ اصلیت یوں ہے کہ انھوں نے ایرانیوں سے ''اُستاذ'' ہی سنا اور اسی طرح بولنے اور لکھنے لگے۔ خود ایرانیوں کی زبان میں بعد کو وہ ذ، د ہوگئی؛ اس لیے کہ اسلامی زمانے میں بلکہ شاید اس سے کچھ پہلے ہی ث اور ذ کی آوازیں زبان سے جاتی رہیں۔ ہر ذ، د ہوگئی مگر اِنے گنے لفظوں میں ذ

۱۔ یہ خط 'موعظۂ حسنہ' میں درج ہے۔

۲۔ سنہ ۱۹۰۵ء اور سنہ ۱۹۰۶ء میں رسالہ ''فصیح الملک'' دہلی، میں اس پر مسلسل بحث ہوتی رہی۔ سنہ ۱۹۰۷ء میں رسالۂ ''عالم گیر'' ہردوئی، کے ایک مضمون پر غالباً یہ سلسلہ ختم ہوا اور گونہ بے لطفی کے ساتھ۔ پھر ''فصیح الملک'' کے تمام مضمون کو جو اس بحث سے متعلق تھے جناب وصل بلگرامی نے، کہ وہی اس بحث کے چھیڑنے کے ذمہ دار تھے۔ رسالہ ''مرقع'' لکھنؤ بابت اپریل و مئی سنہ ۱۹۲۸ء میں اضافوں کے ساتھ دوبارہ شائع کیا۔ باوجود ایسی تفصیلی بحث کے فارسی میں ذ کے ہونے یا نہ ہونے کا مسئلہ تشنہ ہی رہا۔

۳۔ کسی آئندہ موقع پر تفصیل کے ساتھ اس مسئلے پر بحث کی جائے گی۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کا تلفظ ز سے بدل گیا لیکن ان لفظوں کو لوگ پرانی عادت کے مطابق ذ ہی سے لکھتے رہے: جیسے ''آذر'' ۔ '' گذشتن'' ۔ ''پذیرفتن'' ۔ ''تذرو'' ۔ '' کاغذ'' ۔ ایک '' گنبد'' ایسا لفظ ہے جو دونوں طرح سے بولا اور لکھا جاتا ہے: یعنی '' گنبد'' اور '' گنبذ'' ۔ ہندوستان میں لوگوں نے اس لفظ کی اسی دوسری صورت سے '' گمز'' بنا لیا اور اس کی تصغیر '' گمزی'' ہوئی ۔ ایران کے بعض مقامات میں '' تذرو'' کی جگہ ''تدو'' ۱ اور '' کاغذ'' کی جگہ '' کاغد'' بھی سنا جاتا ہے ۔ خلاصہ یہ ہے کہ ان فارسی لفظوں میں اگر آواز کا لحاظ کیجیے تو ز ہے اور قدیم زبان اور کتابت کو مانیے تو ذ ۔

اُردو میں ''گزر'' اور '' گزار'' اور اس کے مشتقات کو زیادہ تر ز ہی سے لکھتے ہیں اور یہ کچھ بے جا نہیں مگر ذ بھی ان لفظوں میں صحیح اور جائز ہے ''آذر'' اور '' کاغذ'' کو ہمیشہ اور ''پذیرا'' وغیرہ کو اکثر ذ سے لکھتے ہیں ان کو یوں ہی رہنے دینا چاہیے ۔ ان فارسی لفظوں کے علاوہ جن لفظوں میں ذ آتی ہے وہ عربی سے آئے ہیں ۔ اب چاہے وہ ٹھیٹ عربی ہوں یا کسی اور زبان سے عربی میں مستعار ۔ ایسے لفظوں میں عربی املا کی پیروی لازم ہے گو کہ آواز کے لحاظ سے اُردو میں ایک اکیلی ز ہی ذ ، ض اور ظ کی قائم مقام ہے ۔

چند عربی اور فارسی لفظوں کا غلط إملا رواج پا گیا ہے: البتہ محتاط لوگ اس سے پرہیز کرتے ہیں ۔ ان لفظوں میں سے یہ مثالیں زیادہ اہم ہیں :-

(۱) ''بحر زخّار'' کو بعض کم سواد لوگ ''بحر ذخار'' لکھتے ہیں ۔ غالباً اس دھوکے میں کہ ''زخّار'' ، ''ذخیرہ'' سے بنا ہوگا ۔ اصلیت یوں ہے کہ ''زخار'' کو ''ذخیرہ'' سے اصلا تعلق نہیں بلکہ '' زخار'' کے معنے ہیں ''بہت اُمنڈتا ہوا (سمندر) '' یا چڑھا ہوا (دریا) '' ۔

۱۔ '' تدو'' بغیر ر کے ۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(٢) ''ذکی'' اور ''زکی'' اپنی اپنی جگہ پر دونوں صحیح ہیں ۔ مگر لوگ ''زکی'' کے محل پر بھی ''ذکی'' لکھا کرتے ہیں ۔ یعنی ''زکی الدین'' یا ''محمد زکی'' کسی کا نام ہو تو اس کو ز ہی سے لکھنا چاہیے ۔ اس لیے کہ ''زکی'' کے معنی ہیں ''پاک'' اور ''ذکی'' کے معنے ''تیز فہم'' بھی ہیں اور ''قابل ملامت'' بھی ۔

(٣) ''زکریا'' کو بعض لوگ غلطی سے ذ سے لکھتے ہیں بلکہ بعضے تو یہ ستم کرتے ہیں کہ ''سلازم'' میں بھی ذ لکھ دیتے ہیں ۔

(٤) ''آزوقہ'' ۔ عربی لفظ نہیں ہے فارسی ہے اور اس کا املا ز سے صحیح ہے ۔ غلطی سے لوگ ذ سے لکھ دیتے ہیں اور یہ غلطی فارسی کتابوں میں بھی دیکھنے میں آئی ہے ۔

(٥) ''آزر'' (حضرت ابراہیم کے چچا کا نام) ز سے ہے اسے فارسی لفظ ''آذر'' سے کوئی تعلق نہیں ۔

(٧) ص یا س؟

فارسی والوں نے اپنی زبان کے بعض لفظوں کو عربی حرفوں سے لکھنا شروع کر دیا ۔ اس لیے کہ ہم آواز لفظوں کا ایک دوسرے سے امتیاز ہو سکے ۔

''صد'' سو کے معنے میں ، حقیقت میں س سے ہے ؟ مگر اس کا رواج ایسا متواتر ہے کہ اب غلطی کی اصلاح کچھ ناممکن سی ہوگئی ہے ...

''مسالا'' کی بحث اوپر آ چکی ہے (دیکھو الف اور مختفی ہ کا بیان)۔

(٨) ط یا ت؟

فارسی اور ترکی کے بعض لفظ کسی نہ کسی وجہ سے ت کے بجائے کبھی ط سے بھی لکھے جاتے ہیں ؛ جیسے ''طپش'' ۔ ''طپیدن'' ۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

''طشت'' ۔ ''طوطی'' ۔ محتاط لوگ ت ہی سے لکھتے ہیں اور ہم کو بھی املا اختیار کرنا چاہیے یعنی ''تپش'' ، ''تشت'' ، ''تشتری'' ، ''توتا'' ۔ ''توپ'' ۔ ''تماچا'' ۔ ''تیار'' کو ''طیار'' بھی لکھتے ہیں ۔ ہم کو ''تیار'' اختیار کرنا چاہیے، سوا اِس کے کہ یہ لفظ ''اڑنے والا'' کے معنوں میں استعمال ہوا ہو ۔

(۹) کچھ اور لفظ

بہت سے لفظ ایسے ہیں کہ وہ صحیح لکھے جاتے ہیں لیکن اُن کا غلط املا بھی ایک حد تک رائج ہوگیا ہے ، ان میں سے چند خاص توجہ کے قابل ہیں :-

صحیح املا	معنے	غلط املا
ازدحام	ہجوم ۔ بھیڑ	ازدہام ۔ اژدہام ۔ اژدحام
اسراف	فضول خرچی	اصراف
تباشیر	بنس لوچن	طباشیر
تریاق	زہر کا مارک	طریاق
تلاطم	سمندر یا دریا کا تھپیڑے مارنا	طلاطم
توتیا	...	طوطیا
دوات	روشنائی کا برتن	داوات
عوض	بدلا	عیوض
مرہم	زخم کی دوا	مرحم ۔ ملہم
مُسرف	فضول خرچ آدمی	مصرف
مع	ساتھ ۔ سمیت	معہ

(ہندوستانی ، جنوری ۱۹۳۱ء)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

صوتیاتی املا[1]

ڈاکٹر شوکت سبزواری

حروف آوازوں (صوتیوں) کی علامات اور ان کے نمائندے ہیں۔ انہیں ان آوازوں کی صحیح نمائندگی کرنی چاہیے اور یہ صرف اس صورت میں ممکن ہے کہ حروف کا نظام مکمل اور جامع ہو: جس کے ذریعے سے زبان کی ہر آواز ٹھیک ٹھیک صحت کے ساتھ ادا کی جا سکے۔ حروف کے اس جامع نظام کو، جس میں زبان کی نازک سے نازک آواز متشکل ہو کر سامنے آ جائے اور آواز آواز میں کسی قسم کے خلط و اشتباہ کا امکان نہ رہے، صوتیاتی املا (Phonetic Orthography) کہتے ہیں۔ اس کی دو قسمیں ہیں: لسانیاتی طور پر وسیع (Linguistically Broad) اور لسانیاتی طور پر غیر وسیع (Narrow) ان میں سے پہلی قسم کا املا کسی قدر آسان اور مفید ہے کہ اس میں زبان کی ہر آواز (صوتیہ) ایک مخصوص حرف سے ادا کی جاتی ہے اور ہر حرف صرف ایک آواز کی قائم مقامی کرتا ہے۔

اُردو املا وسیع تر طرز تحریر ہے۔ اس میں ایک آواز کے لیے صرف ایک حرف اور ایک حرف کی صرف ایک آواز ہے۔ ایک طرف ہر بنیادی

۱۔ اصل عنوان: اعرابی نظام، نفس مضمون اور مصنف کی تحریر سے یہ عنوان وضع کیا گیا ہے۔ (ک۔ ن)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

آواز کی اُردو تحریر میں ایک مخصوص علامت ہے جو اپنی آواز کو ظاہر کرتی ہے ۔ دوسری طرف ضمنی یا فرعی آوازیں جو کسی ایک بنیادی آواز کے تحت آتی ہیں جدا جدا حرفوں کی جگہ تنہا ایک حرف سے ، جو بنیادی آواز کے لیے مخصوص ہے ، ادا کی جاتی ہیں ؛ مثلاً اُردو کے سادہ مصوتوں یعنی حرکات کو لیجیے : زیر ، زبر ، پیش اُردو کی تین بنیادی حرکات ہیں جن میں سے ہر ایک کی ایک تحتی شکل بھی ہے ۔ '' اعتماد '' کے الف (نیز ''ت'') کا زیر ، ''احمد'' کے الف کا زبر ، اور ''مہرہ'' کے میم کا پیش بترتیب ''اس'' کے الف کے زیر ، ''امر'' کے الف کے زبر اور '' اُستاد'' کے الف کے پیش سے مختلف ہے ۔ پہلی تین حرکتیں بعد کی تین حرکتوں کی ضمنی ، فرعی یا تحتی شکلیں ہیں جنھیں ''اے'' (یا ے مجہول) ''اے'' (یا ے لین) اور '' او '' (واو مجہول) کی ترشی ہوئی اور خفیف شکلیں ہونے کے باعث کسرۂ خفیفہ ، فتحۂ خفیفہ اور ضمۂ خفیفہ کے نام سے یاد کیا جا سکتا ہے ۔[1] اردو میں زیر زبر پیش کے لیے علامات رکھی گئی ہیں ۔ ان ضمنی شکلوں کی کوئی علامت نہیں ۔ انھیں زیر ، زبر ، پیش ہی کی مدد سے ظاہر کیا جاتا ہے ۔

بظاہر اسے اُردو املا کی خامی اور کوتاہی کہا جائے گا کہ زیر ، زبر ، پیش اور ان کی خفیف ضمنی آوازوں کو ایک ہی علامت و شکل سے ظاہر کیا جائے ؛ لیکن درحقیقت یہ اُردو املا کی سہولت اور افادیت کی دلیل ہے ۔ اگر ضمنی آوازوں کے لیے بھی علامات رکھی جاتیں تو اُردو کا ابجدی نظام الجھ کر رہ جاتا اور قاری کے لیے اس کا یاد رکھنا دوبھر ہوتا ۔

ضمنی آوازوں کے لیے جداگانہ علامتیں مقرر کرنے کی جگہ یہ بہتر سمجھا گیا کہ قاری کو بتا دیا جائے کہ مثلاً ''ح'' یا ''ہ'' (ساکن) سے پہلے کا فتحہ اُردو میں خفیف ہے اور اس کا ''ے'' (لین) کی طرح تلفظ کیا جانا چاہیے ۔ مشہور ماہر صوتیات ڈاکٹر جونز کہتے ہیں کہ ضمنی آواز کے لیے کوئی خاص علامت رکھنا مشکل ہے ۔ یہ زیادہ

۱۔ انھیں کسرہ مجہول ضمہ مجہول اور فتحہ لین بھی کہہ سکتے ہیں ۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

آسان ہے کہ قاری کو قاعدہ بتا دیا جائے جس کی مدد سے وہ حسب ضرورت بنیادی اور ضمنی آواز میں فرق کر لیا کرے۔

فارسی یا عربی لفظ کی جب دوسرے لفظ کی طرف فارسی قاعدے کے مطابق (بطور اضافت یا صفت) نسبت کی جاتی ہے تو اس کے آخر میں ایک کسرہ (زیر) آتا ہے؛ جیسے ''رفع شر''، ''روز قیامت''، ''حسن یوسف'' وغیرہ۔ یہ کسرہ خفیف ہے جو 'ے' (مجہول) کی طرح ادا کیا جاتا ہے۔ چنانچہ فارسی کے جو الفاظ ''ا'' یا ''و'' پر ختم ہوتے ہیں اور ساکن الآخر ہونے کی وجہ سے ان پر کسرہ نہیں آ سکتا اضافت ظاہر کرنے کے لیے کسرے کی جگہ ان کے آخر میں ''ے'' لاتے ہیں۔ جیسے: آشنائے قدیم، گیسوے سیاہ وغیرہ۔ ان کلموں کے آخر کی ''ے'' کسرۂ اضافت کی قائم مقام ہے اور کسرے کی آواز کو ظاہر کرتی ہے اس لیے ''ے'' پر ہمزہ بے محل ہے۔ مرزا غالب فارسی لفظ کے آخر کی ''ے'' پر (جس سے پہلے ''ا'' یا ''و'' ہو) ہمزہ لکھنے سے منع کیا کرتے تھے اور کہا کرتے تھے کہ یہ عقل کو گالی دینا ہے۔

عقل کو گالی دینا اس لیے کہ اردو املا صوتی اصولوں پر مبنی ہے۔ اس کا ہر قاعدہ زبان کے مزاج کو دیکھ کر وضع کیا گیا ہے۔ فارسی الفاظ کے آخر کی ''ے'' کسرۂ اضافت کا حق ادا کر دیتی تھی اس لیے اسے ہمزہ سے بدل کر مکسور کرنا یا خود اس پر کسرہ دینا عقل کے خلاف ہوا۔ یہاں اس کی وضاحت ہو جانی چاہیے کہ فارسی کے جن کلمات کے آخر کی ''ے'' اصلی ہے لیکن عموماً روپوش رہتی ہے۔ جیسے خدا (ی) جا (ے) یا (ے) بو، (ے) دو، (ے) جب یہ کلمے مضاف ہوں گے تو ان کی ''ے'' ظاہر ہو جائے گی؛ جیسے ''خداے توانا''، ''جائے پناہ''، ''پاے سخت''، ''بوے گل''، ''روے نیاز''، وغیرہ۔ غالب کہتے ہیں کہ ان کلمات کے آخر کی ''ے'' پر بھی ہمزہ اور زیر نہ لکھو۔ کیوں؟ اس لیے کہ ان کی ''ے'' پہلے روپوش تھی اضافت کے بعد ظاہر ہوئی۔ وہ گویا اضافت کی ''ے'' ہے اور کسرے کے قائم مقام ہے۔ اس پر کسرہ دینے سے فائدہ؟ رہا ہمزہ، سو اس کا یہاں کیا موقع ہے؟

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

البتہ جب کلمہ مضاف کے آخر میں ہائے مختفی ہو جیسے جامہ ، روزہ وغیرہ تو اضافت کی صورت میں ''ہ'' پر ہمزہ دے کر اس طرح لکھیں گے : ''جامۂ ابریشم'' ، ''روزۂ رمضان'' ۔ ہمزہ اور ''ہ'' متحد المخرج ہیں کہ دونوں حلقوم میں پیدا ہوتے اور وتر صوت سے ادا کیے جاتے ہیں ۔ جب ان کلموں کی دوسرے کلموں کی طرف اضافت ہوئی اور ہائے مختفی میں کسرہ قبول کرنے کی صلاحیت نہ تھی تو ''ہ'' کو مجبوراً ہمزہ کا روپ اختیار کر کے زیر کا بار اٹھانا پڑا اور یہ رد و بدل عارضی تھا اس لیے ''ہ'' کو برقرار رکھ کے اس پر ہمزہ بنایا گیا ۔

بعض اہل علم کا خیال ہے کہ ان کلمات میں ہائے مختفی کے اوپر جو ہمزہ لکھا گیا ہے وہ ہمزہ نہیں ، یا ے تحتانی ہے ۔ وہ کہتے ہیں کہ ہمزہ کو ذرا غور سے ملاحظہ فرمائیے ، یہ بعینہٖ نصف بالائی حصہ ''ی'' کا ہے بلکہ کامل ''ی'' ہے ۔ یہ خیال بھی غالب کے لفظوں میں ایک طرح سے عقل کو گالی دینا ہے ۔ ''نامہ'' اور ''خامہ'' وغیرہ الفاظ کی ہائے مختفی کا ہمزہ صوتی اور لسانی کسی لحاظ سے بھی یا ے تحتانی نہیں ہو سکتا ۔ صوتی لحاظ سے اس لیے کہ ''جامۂ نو'' جیسی مثالوں میں صاف صاف ہمزہ کی آواز ادا ہوتی اور سنی جاتی ہے ۔ لسانی اعتبار سے اس لیے کہ ''ہ'' ہمزہ کی ہم صوت ہے تاریخ میں برابر ہمزہ کا روپ اختیار کرتی رہی ہے ، اس لیے اسے ہمزہ ہی ہونا چاہیے ۔

اس سلسلے میں ایک اور بڑی گالی بھی عقل کو دی جا رہی ہے ۔ خاصے اچھے پڑھے لکھے بزرگ اس میں شریک ہیں ، اس لیے اس کا جائزہ لینا ضروری ہے ۔ غالب نے الف واو پر ختم ہونے والے فارسی الفاظ کے بارے میں لکھا تھا کہ مضاف ہونے کی صورت میں ان کے آخر کی ''ے'' پر ہمزہ نہ لکھا جائے ۔ ان بزرگوں نے عربی کے ان الفاظ کو بھی اس فہرست میں شامل کر لیا جن کے آخر میں ''اء'' تھا لیکن اہل اردو کے تلفظ میں ہمزہ گر جانے کی وجہ سے آخر کا صرف الف بچ رہا تھا : جیسے وفا (ء) ارتقا (ء) ابنا (ء) شعرا (ء) وغیرہ ۔ یہ حضرات کہتے ہیں کہ جب عربی کے ان کلموں کی فارسی قاعدے کے مطابق اضافت کی جائے تو فارسی کلموں کی طرح ان کے آخر میں ''ے'' لکھی جائے ہمزہ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

نہ لکھا جائے ۔ چنانچہ '' ابنائے جنس '' کو یہ صحیح بتاتے ہیں اور '' ابناؑ جنس'' کو غلط ۔ '' ارتقائے حیات'' ان کے نزدیک ٹھیک ہے اور '' ارتقاء حیات'' غلط ۔

میرے خیال میں یہ اصول کے خلاف ہے ۔ عربی کے الفاظ جن کے آخر میں '' ء'' ہے جب تنہا بغیر اضافت استعمال ہوتے ہیں تو ان کا ہمزہ روپوش ہو جاتا ہے ۔ لیکن جب ان کی دوسرے کلمے کی طرف اضافت ہوتی ہے تو خو ، بو ، رو وغیرہ فارسی الفاظ کے آخر کی ''ے'' کی طرح یہ ہمزہ ظاہر ہو جاتا ہے ۔ اضافت فارسی قاعدے کے مطابق ہو یا عربی قاعدے کے دونوں صورتوں میں ہمزہ بولا جاتا ہے ۔ سوال یہ ہے کہ جب ہمزہ تلفظ میں آتا اور بولا جاتا ہے تو اسے لکھا کیوں نہ جائے ۔ اور جب اس میں اضافت کا کسرہ قبول کرنے کی صلاحیت ہے تو اصول کے خلاف ''ے'' لکھ کر اس کی صورت مسخ کرنے سے فائدہ ؟ خو، بو وغیرہ فارسی الفاظ کے آخر کی روپوش ''ے'' اضافت کے بعد بر افگندہ نقاب ہو سکتی تھی تو وفا ارتقا ابنا وغیرہ عربی الفاظ کے آخر کے ہمزہ نے کیا قصور کیا ہے کہ اضافت کے بعد وہ '' انا الہمزہ'' کا نعرہ بلند نہ کرے اور مضاف ہونے کی صورت میں ابناء نہ لکھا جائے ۔ یہ املا صوتیات کے مطابق بھی ہے اور قواعد کے مطابق بھی ۔ صوتیات کے مطابق اس لیے کہ ابناء جنس وغیرہ ترکیبوں میں ہمزہ مکسور کی آواز ہم سنتے ہیں ۔ قواعد کے مطابق اس لیے کہ ''ابنا'' وغیرہ کلمے اصلاً ہمزہ پر ختم ہوتے ہیں ۔ جس طرح خو ، بو وغیرہ کلمے ''ے'' پر ختم ہوتے تھے ۔ اس لیے اگر خو ، بو وغیرہ کے آخر میں اضافت کے بعد ''ے'' لکھی جاتی ہے تو '' ابنا '' وغیرہ کلموں کے آخر میں ہمزہ لکھا جانا چاہیے ۔

کسرۂ اضافت کے سلسلے میں ایک اور بات بھی توجہ کے قابل ہے وہ یہ کہ جن فارسی کلمات کے آخر میں یا ے مجہول ہے جیسے پے ، ے ، کے وغیرہ مضاف ہونے کی صورت میں قاعدے کے مطابق ان پر کسرۂ اضافت کی نیابت کر لیتی ہے ، اس لیے اس پر کسرے لکھنے کی ضرورت نہیں ۔ البتہ یاے معروف اصلی پر کسرہ ضرور آنا چاہیے جیسے :-

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

شادم از زندگی خویش کہ کارے کرد

اس لیے کہ " زندگی " کی "ی" میں کسرۂ اضافت کی قائم مقامی کی صلاحیت نہیں ۔ اساتذہ ، جاذبہ ، داعیہ وغیرہ الفاظ کی " ہ " فارسی جامہ ، نامہ وغیرہ کلمات کی "ہ" کی طرح ہے ۔ اضافت میں ان کے ساتھ ہائے مختفی کا سا سلوک کیا جائے اور ان کی " ہ " پر ہمزہ لکھا جائے ۔

اس کے بعد خالص اردو الفاظ کا سوال سامنے آتا ہے ۔ مشہور یہ ہے کہ اردو الفاظ کے آخر میں " ا " ہوتا ہے " ہ " نہیں ہوتی ، اس لیے ان الفاظ میں ہ نہ لکھی جائے ۔ صحیح بات یہ ہے کہ اردو الفاظ کے آخر میں بھی " ہ " ہوتی ہے اور یہ دو طرح کی ہے ۔ اصلی : جیسے گیارہ سے اٹھارہ تک کے اعداد میں اور وصلی : جیسے ودیالیہ اوشدہالیہ وغیرہ سنسکرت تت سم الفاظ میں ۔ لیکن میں سنسکرت تت سم الفاظ کو ے سے لکھتا ہوں جیسے ودیالے اوشدھالے ۔ یہ املا زیادہ صحیح ہے ۔

"چھ" اور "پہ" میں بھی "ہ" ہے ۔ "پہ" کی دو شکلیں ہیں ۔ ایک "پر" کی جگہ اور اس کے معنوں میں ۔ اس کا اہل دہلی کسرہ خفیفہ سے تلفظ کرتے ہیں ۔ دوسری مگر کی جگہ اور اس کے معنوں میں ۔ اس کا فتحہ سے تلفظ کیا جاتا ہے ۔ غالب کا مصرعہ ہے :

غم اگرچہ جاں گسل ہے پہ کہاں بچیں کہ دل ہے

" پہ " کو " ہ " سے لکھتے ہیں "چھ" کو بھی "ہ" سے لکھا جائے ۔ اس کی ہ اصلی ہے ۔ اہل دہلی اردو کے عام مزاج کے مطابق فتح خفیفہ سے جو اس کا تلفظ کرتے ہیں ، وہ اس " ہ " کی وجہ سے ہے ۔ (مشرقی یو پی میں ' چھ ' ' پہ ' کے وزن پر مفتوح ہے) ۔

اردو اور فارسی آریائی خاندان کی زبانیں ہیں اور عربی سامی خاندان کی ۔ فارسی اردو کا مزاج عربی زبان کے مزاج سے مختلف ہے ۔ ان پر عربی قاعدے نہ منڈھے جائیں ۔ عربی کے ن وقایہ پر قیاس کر کے ہمارے بعض عالموں نے لکھا تھا کہ " ا " اور " و " پر ختم ہونے والے الفاظ کے آخر کی یا ے وقایہ کسرے کے بچاؤ کے لیے لائی گئی ہے ۔ ان عالموں کی دیکھا دیکھی دوسرے بھی خدائی ، بڑائی ، وفاؤں وغیرہ کلموں کے ہمزہ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کو ہمزہ وقایہ کہنے لگے ۔ یہ زبان کی تاریخ سے نا واقفیت ہے ۔ آریائی زبانوں میں یا ے وقایہ ہے اور نہ ہمزہ وقایہ ۔ خدا اصل میں "خدائے" تھا ہمزہ 'ے' کا بدل ہے ۔ "بڑائی" کی "ئی" ہمزہ اور ی کی ترکیب کا نتیجہ نہیں بلکہ "ــائی" ایک آزاد اور مستقل لاحقہ ہے جس کا ذکر علماء لسانیات نے کیا ہے ۔ یہی حال "وفاؤں" کے ہمزہ کا ہے ۔ ۔وں لاحقہ جمع ہے ۔ یہ مردوں اور عورتوں وغیرہ میں بھی ہے ۔ اس طور پر مرد + ۔وں = مردوں ، عورت + وں = عورتوں وغیرہ وغیرہ ۔

جو کلمے کسی حرف صحیح ساکن پر ختم ہوئے ہیں لاحقہ "وں" اضافہ کرنے پر ان کا آخری حرف مضموم ہو جاتا ہے ۔ "ا" پر ختم ہونے والے کلموں پر پورا لاحقہ "وں" بڑھایا گیا اس لیے کہ "ا" میں حرکت قبول کرنے کی صلاحیت نہ تھی ۔ "و" البتہ حرکت قبول کرتا ہے ؛ اس لیے بچھو اور ہندو وغیرہ کلموں کی جمع بچھوں اور ہندوں (دو "و" کے ساتھ) ہو گی لیکن "و" پر ضمہ اور کسرہ اردو زبان کے مزاج کو سازگار نہ تھا ۔ زبانوں پر ذرا اولو سا محسوس ہوتا تھا ۔ اس لیے بچھو وغیرہ کلمات کا "و" ہمزہ سے بدل کر اردو والے "بچھوؤں" کو "بچھوں" "ہندوں" کو "ہندوؤں" کہتے ہیں ۔ ہمزہ "و" کا بدل ہے اس لیے "و" کو گراتے نہیں باقی رکھتے اور اس پر ہمزہ لکھ دیتے ہیں ۔ "ہوا" (ہونا سے فعل ماضی صیغہ واحد مذکر) کی تانیث قاعدے کے مطابق "ہوی" اور جمع "ہوے" (و کے ساتھ) ہونی چاہیے ۔ لیکن فصحاء اردو کسرے کی وجہ سے "و" کو ہمزہ سے بدل کر "ہوئی" اور "ہوئے" کہتے ہیں ۔

"چھوئی موئی" تانیث ہے ۔ "چھوا موا" کی ۔ یہ ایک پودے کا نام ہے ۔ قاعدے سے اسے ابھی "چھوی موی" ہونا چاہئیے لیکن ہم سب ہمزہ لکھتے اور "و" کی جگہ ہمزہ کا تلفظ کر کے "چھوئی موئی" کہتے ہیں ۔ ناسخ کے عہد تک آنا ، جانا ، پانا وغیرہ افعال کا مضارع آوے ، جاوے ، پاوے زبانوں پر تھا ۔ اس کے بعد "و" پر کسرہ کے ثقل کا احساس ہوا تو فصحا نے "و" کو ہمزہ سے بدل کر آئے جائے پائے کہنا شروع کیا آوے چالو رہا ۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

گنجینۂ معنی کا طلسم اس کو سمجھیئے
جو لفظ کہ غالب مرے اشعار میں آوے

آئے ، جائے ، کی ایک مخفف شکل آے جاے (بغیر ہمزہ) بھی ہے ۔ جیسے :

آے ہے بیے کسی عشق پہ رونا غالب
کس کے گھر جاے گا سیلاب بلا میرے بعد

یہاں یہ بات اچھی طرح ذہن نشین کر لینی چاہیے کہ ''آئے'' کی جمع '' آئیں '' ہو گی اور ''آے'' کی ''آیں'' (بغیر ہمزہ) ۔ انشا ہمزہ مکسور اور ن غنہ بغیر ے لکھتے ہیں [1] یہ درست نہیں ۔ اس لیے کہ ''آیں'' جمع ہے ''اے'' کی جس میں ''ے'' بے ہمزہ نہیں ۔ جمع میں ہمزہ کہاں سے آیا اور کیسے ؟

''ے'' پر بھی کسرہ نا گوار سمجھا جاتا ہے لیکن اس صورت میں جب ''ے'' سے پہلے فتحہ ہو ۔ گیا کی جمع گئے ہو گی اس لیے کہ ''ی'' سے پہلے ''گ'' پر فتحہ ہے اور کیا ، لیا ، دیا ، پیا ، حیا وغیرہ کلموں میں ''ی'' سے پہلے کسرہ ہے اس لیے ان کی جمع میں ''ے'' باقی رکھ کر لیے ، دیے ، کیے ، پیے ، جیسے کہیں گے ۔

دیجیے ، لیجیے ، بیٹھیے ، اٹھیے ، کہیے وغیرہ افعال جن میں ''ے'' سے پہلے کا حرف مکسور ہے ''ے'' سے لکھے جائیں گے ۔ چاہیئے ، آئیے ، جائیے ، گائیے پائیے ، وغیرہ کلمات میں بھی ''ے'' سے پہلے زیر ہے انہیں بھی ''ے'' سے لکھا جائے ۔ اس باب میں بھی انشا سے سہو ہوا ہے [2] ۔ اصول یہ ہے کہ ہمزہ اس وقت آئے گا جب اس سے پہلے زیر ہو اگر ما قبل زیر ہے تو ''ے'' آئے گی ۔ یہ کلیہ قاعدہ ہے ۔

---

۱ ۔ جائی یا ہمزہ مکسور و نون غنہ بغیر یاد حق نیز مستعمل نصیحا باشد ۔ (دریا لطافت ۱۷۹)

۲ ۔ انشا نے (دریائے لطافت ص ، ۱۸۳) اٹھیے وغیرہ الفاظ کو اس طرح ضبط کیا ہے ۔

''با ہمزہ و یا و حق یکے ہم بعد از امر مفرد حاضر جمع تثنیہ حاصل آید مانند اٹھیئے بجاے بر خیزید و بیٹھیئے بجائے بنشینید ۔ ''

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

املا کے قاعدے

غلام رسول

کسی زبان کی عبارت یا لفظوں کو اُس کی لکھاوٹ کے طریقے پر درست لکھنا اِملا کہلاتا ہے۔ اُردو میں اِملا کے خاص قاعدے ہیں، جن کو نیچے بیان کیا جاتا ہے:-

(۱) ایک حرف کے اوپر دوسرا حرف یا ایک لفظ کے اوپر دوسرا لفظ نہ لکھا جائے، مثلاً: دِرد، برف، احسان، سرفراز، موم جامہ، اور دُم دار کے بجائے درد، برف، اِحسان، سرفراز، موم جامہ اور دُم دار۔

(۲) نے، میں، سے، کو، کا اور تک حروفِ ربط کو کسی لفظ کے ساتھ مِلا کر نہ لکھا جائے؛ مثلاً: مینے، حالتمیں، ہمسے، تمکو، اُسکا اور ابتک کے بجائے میں نے، حالت میں، ہم سے، تم کو، اُس کا اور اب تک۔

(۳) اِسموں اور فعلوں کے اجزا کو یا جار اور مجرور کو الگ الگ دو سطروں، صفحوں میں نہ لکھا جائے مثلاً: ہا——تھی، گھو——ڑا، اخبا——رات، آزا——دی، امام——الدین، پورن——مل، کہا——تا ہے، پی——لے، لکھیں——گے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اور زید کی ـــــ ٹوپی ، گھر ـــــ سے ، مدرسے ـــــ تک کے بجائے ہاتھی ، گھوڑا ، اخبارات ، آزادی ، امام الدین ، پورن مل ، کھاتا ہے ، پی لے ، لکھیں گے اور زید کی ٹوپی ، گھر سے ، مدرسے تک ۔

(۴) دو یا تین مفرد لفظوں کو ملا کر نہ لکھا جائے ۔ مثلاً : پانیوالا ، لیگیا ، دیجائیں ، نکیجائے ، رکھلیگئی اور بھیجدیجائیگی کے بجائے پانے والا ، لے گیا ، دی جائیں ، نہ کی جائے ، رکھ لی گئی ، اور بھیج دی جائے گی ۔

(۵) ایسے مُفرد لفظ ، جو حرفوں یا ٹُکڑوں پر شامل ہوں ، ان میں سُکون کا استعمال اُن کے درمیان کیا جائے ، اُن کے ٹکڑوں کے آخر میں نہ کیا جائے ۔ مثلاً : اروی ، درزی ، روزمرّہ ، ورزش ، ِچل من ، کھٹ مل ، تل چھٹ ، شربت ، خدمت اور فُرصت کے بجائے اروی ، درزی ، روزمرّہ ، ورزش ، ِچلمن ، کھٹمل ، تلچھٹ ، شربت ، ِخدمت اور فُرصت ۔

(۶) مُرکّب لفظوں (سابقے اور لاحقے) کو زنجیرے [۷] سے لکھا جائے ، مثلاً : لم ۷ قدا ، ان ۷ سول ، سہا ۷ پاپ ، سیر ۷ فرش ، کٹوان ۷ بات ، آج ۷ کل ، کل ۷ جُگ ، گھر ۷ داماد ، کفن ۷ چور ، دست ۷ کاری ، فیل ۷ بانی ، پن ۷ ڈبی ، جیب ۷ کترا ، مکھی ۷ چوس ، آزاد ۷ تجارت ، وسط ۷ ایشیا ، جنوبی ۷ ہند ، مشرق ۷ پنجاب اور مادری ۷ زبان ۔

(۷) اِن مُرکّب لفظوں کو ملا کر نہ لکھا جائے ، الگ الگ ہی لکھا جائے ۔ مثلاً : صاحبضلع ، طالبعلم ، مزاجمقدس ، رسالتماب ، آنحضرت ، دللگی ، ذیقعدہ ، شاہنامہ ، مُصاحبعلی ، دولتخاں ، کانپور اور شاہجہانپور کے بجائے صاحبِ ضلع ، طالبِ علم ، مزاجِ مُقدّس ، رسالت مآب ، آں حضرت ، دل لگی ، ذی قعدہ ، شاہ نامہ ، مصاحب علی ، دولت خاں ، کان پور اور شاہ جہاں پور ۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(۸) بعض لفظ ایسے ہیں ، جن میں پیش کے بدلے واؤ لکھنا غلط ہے۔ مثلاً : مونہہ ، پھونچا ، اوریب ، اوچاٹ ، اوٹنا ، بوڑھاپا ، پورانا ، پوجاری ، دوکان ، گوڑ اور موہر کے بجائے منہ ، پہنچا ، اُریب ، اُچاٹ ، اُلٹا ، بُڑھاپا ، پُرانا ، پُجاری ، دُکان ، گُڑ اور مُہر ۔

(۹) ہائے ملفوظی کی گول ہے ، سوائے الف کے سب حرفوں کے شروع یا درمیان میں لکھی جاتی ہے ۔ اس "ہ" کو جھٹکا دیا جائے اور شوشہ ۷ دار ہے ، صرف الف کے ساتھ لکھی جاتی ہے ؛ مثلاً : ہمّت ، ہلال ، ہچکی ، ہیرا ، اہل ، وہم ، رہن ، برہمن اور ہال ، ہار ، ہائے ، ہادی ۔

(۱۰) ہائے ملفوظی کی کبھی ۷ دار ہے ، سوائے الف کے سب حرفوں کے درمیان لکھی جاتی ہے ، اس ہے ، کو جھٹکا نہ دیا جائے ۔ مثلاً : شہر ، مہم ، نہری ، کہاوت اور قہقہہ ۔

(۱۱) نون غُنّہ والے لفظوں کو دو طرح بلا نون اور نون کے لکھا جائے ؛ مثلاً : (بلا نون) کنوا ' دھنوا ' گانو ' پانو اور چھانو (نون کے ساتھ) دونوں ' تینوں ' ڈھلواں ' کٹواں اور گیہواں ۔

(۱۲) نون غُنّہ والے نقط ' جن کے بعد بے یا پے آئے اور میم کی آواز دیں ' ان میں فارسی ۷ عربی لفظوں کو (نٓ) ہی سے لکھنا چاہیے البتہ اُردو ۷ ہندی لفظوں کو جن میں نون غُنّہ سے پہلے حروف اِعرابی (ا ' و اور ی) نہ ہوں ' میم ہی سے لکھا جائے ؛ مثلاً : گنبد ، زنبور ، شنبہ ، منبع ، عنبر ، منبر اور کھنبا ، اچنبھا ، تنباکو ، چنبیلی ، چنبر ، چنپا اور سنپولا کے بجائے کھمبا ، اچمبھا ، تمباکو ، چمبیلی ، چمبر ، چمپا اور سمپولا ۔

(۱۳) تنوین صرف عربی لفظوں میں لکھی جاتی ہے ۔ اگر کسی عربی لفظ کے آخر میں ت یا ہ ہو تو زبر کی تنوین لکھی جاتی ہے اور اگر نہ ہو ، تو الف بڑھا کر تنوین لگاتے ہیں ؛ مثلاً : حادۃً ، تذکرۃً ، دفعۃً اور اتفاقاً ، فوراً ، یقیناً ۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(۱۴) اگر کسی عربی لفظ کے آخر میں پہلے ہی سے الف موجود ہو، ہمزہ بڑھا کر تنوین لکھی جاتی ہے۔ مثلاً ابتداءً، بلاءً، وباءً۔

(۱۵) مقامات کے ناموں کو، جن کے آخر میں (ہ) ہو، عموماً ہائے مختفی ہی سے لکھا جائے۔ مثلاً: بجواڑہ، بڑودہ، آگرہ، کلکتہ اور افریقہ۔

(۱۶) عربی ۷ فارسی اور اُردو لفظوں کو، جن کے آخر میں بولی جانے والی (ہ) ہو، ہائے مختفی ہی سے لکھا جائے۔ مثلاً: بلدہ، اشارہ، اضافہ، نمونہ، زمانہ، عُمدہ، ہمیشہ، مرتبہ، فائدہ، ارادہ، سورہ، تختہ، عہدہ، افسانہ، فاختہ، قصّہ، جملہ، جمعہ، دوبارہ، قہوہ، پیمانہ، البتّہ، دانہ، دفعہ، نقشہ، پودینہ، خُرفہ، قرینہ، گیارہ اور بارہ وغیرہ۔

(۱۷) سوائے فارسی کے ہائے مختفی والے لفظوں کے ترکی، ہندی اور انگریزی وغیرہ کے کل (ہ) والے لفظوں کو اُردو میں الف ہی سے لکھا جائے۔ مثلاً: خربوزا، حُقّا، پردا، مزا، تماشا، سَقّا، حلوا، آنولا، بدلا، میدا، پارا، تارا، چارا، قورما، غالیچا، داروغا، بتچا، مچلکا، چمچا، طُغرا، تمغا، تورا، کمرا، ڈراما، فرما، سارکا، شیرا، بلّا، کلیجا، سالا، ٹھانا، بھانجا، بھروسا، بنجا، تانگا، یکا، پٹاخا، پیسا، روپیا، پتا، مہینا، راستا، گولا، زردا، گھنٹا، سانچا، سایا، سہرا، چبوترا، کوئلا، راجا، ناشتا، پسینا، دھوکا، سروتا، ڈوپٹا، میلا، پھرتیلا اور بسائدا وغیرہ۔

(۱۸) جب (ہ) اپنے اگلے حرف کے ساتھ مل کر نہ بولی جائے تو اُس کو کبھی ۷ دار (ہ) سے لکھا جائے اور اگر مل کر بولی جائے تو اُسے ملواں (ھ) لکھنا چاہیے۔ ملواں (ھ) صرف بھ، پھ، تھ، ٹھ، جھ، چھ، دھ، ڈھ، رھ ڑھ، کھ، گھ، لھ، مھ، اور نھ جیسے کل پندرہ حرفوں میں آتی ہے۔ مثلاً، آم کھا، سبق دھرا، اُس نے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کھا ، کُھر پھٹا ، کھر چھایا ، پھاڑا پڑھو ، ٹھنڈا پانی پلاؤ ، بھائی کا خط دہلی سے آیا ، جہلم کا پانی چڑھ گیا ۔ اور جہاں دولہا دھاں برات کے بجائے آم کھا سبق دہرا ، اس نے کہا ، کُھر پھٹا ، کُھر چھایا ، پہاڑا پڑھو ، ٹھنڈا پانی پلاؤ، بھائی کا خط دھلی سے آیا ، جہلم کا پانی چڑھ گیا ۔ اور جہاں دولھا وہاں برات ۔

(۱۹) جب حرف اعرابی (ا) یا (و) یا (ی) الگ الگ آواز دے تو ہمزہ استعمال کیا جائے ۔ مثلاً ، جائفل ، ڈائن ، راماٸن ، ڈائری ، کوئل ، کوئن ، کوئلا ، کوئٹہ ، نئے ، گئے ، کئی ، بھئی بکاؤ ، لٹاؤ ، کماؤ ، کھاؤ ، کوئی ، نوئی ، ناؤ اور کاؤ ۔

(۲۰) جب حرف اعرابی (ا) یا (و) یا (ی) صاف آواز نہ دے ، تو ہمزہ استعمال نہ کیا جائے ۔ مثلاً چلاو ، دباو ، دکھاو ، برتاو ، دیو ، سیو ، ریو ، جنینو ، گاے ، پاے ، چاے اور سراے ۔

(۲۱) فاعل اور فاعلہ کے وزن پر ، جو لفظ آئیں ان میں ہمزہ شوشہ کے اوپر لکھا جائے ۔ مثلاً : لائق ، قائم ، حائل ، بالغ ، شائع ، فائدہ ، ذائقہ ، دائرہ اور جائزہ ۔

(۲۲) ان میں ہمزہ نہ لکھا جائے ، صرف (ے) لکھی جائے مثلاً لیے ، جیسے ، سیے ، چاہیے دیجیے ، کیجیے ، بنیے ، دھنیے بھروپیے ، شاید ، آیندہ اور نمایش ۔

(۲۳) جن اسموں کے آخر میں الف یا ہ ہو ، تو وہ حروف ربط کے ساتھ یائے مجہول سے بدل کر لکھی جاتی ہے ، مگر دانا ، صحرا ، دوا اور آیا وغیرہ اس سے مستثناہ ہیں ، مثلاً : لڑکے نے کہا حلوے کا مرتبان ٹوٹ گیا ۔ جمعے کے دن قافلے کا جہاز آیا ، میری وجے سے دیر ہوئی سوہن کی ایک زمانے تک اطلاع نہ ملی ، راسا بجواڑے میں میوے کی تجارت کرتا ہے اور چولھے پر ہنڈیا رکھ دو ۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(۲۴) ب ، پ ، ج ، چ ، د ، ڈ ، س ، ش ، ک ، گ اور ن (ی) کے ساتھ مل کر بولے جاتے ہیں ۔ یہ حروف ، ملوان (ی) کہلاتے ہیں ۔ ان کو یائے مخلوطی کی علامت (ی) کے ساتھ لکھنا چاہیے مثلاً بیوتانا ، بیاج ، پیوسی ، پیاز ، جیوڑا ، جیوتش ، چیونٹی ، چیوڑا ، دیوتا ، دیودار ، ڈیوڑھی ، ڈیوڑی سیوتی ، شیام ، شوراج ، کیا ، کیوں ، گیارہ ، گیارنٹی ، نیوتا ، نیولا ۔

(۲۵) جب کسی لفظ کے شروع میں (س) آئے اور آدھی آواز دے ، تو اس پر نیمہ (۷) لکھا جائے ۔ مثلاً : سور ستھان ، سٹیشن ، سپیچ اور سکوٹ ۔

(۲۶) ان لفظوں کے آخر میں (ی) نہ لکھی جائے ۔ مثلاً : انتظاری ، انکساری ، تساہلی ، تغافلی ، تقرّری ، تبدّلی ، دیری ، مبارک بادی ، اور پرورشی کے بجائے انتظار ، انکسار ، تساہل ، تغافل ، تقرر ، تبدل ، دیر ، مبارکباد اور پرورش ۔

(۲۷) اِفتعال یا استفعال کے وزن پر آنے والے لفظ ، جن کے آخر میں ہمزہ بھی ہوتا ہے انہیں اردو میں ہمزہ چھوڑ کر الف ہی سے لکھا جائے ۔ مثلاً : اقتدار ، ابتدا ، انتہا ، ارتقا ، التوا ، استدعا ، استعفا ، استفتا ، استقصا ، اور استقرا وغیرہ ۔

(۲۸) اُردو میں عربی کی (ۃ) کو (ت) سے اور عربی کے الف مقصورہ والے لفظوں کو معمولی الف سے لکھا جائے مثلاً : حیات ، نجات ، زکات ، حلات ، مشکات ، ماجرا ، مدعا ، دعوا ، تقرا ، مقوا ، متقا مربّا ، معمّا ، معلا ، معرا ، متوفا ، ازلا ، ادلا ، ادنا ، اعلا ، مستثنا ، علاحدہ ، مدعا علیہ ، مؤسا ، مصطفا ، مرتضا ، کسرا ، صغرا اور کبرا وغیرہ ۔

(۲۹) عربی نام کے لفظ ، جو کھڑے زبر سے لکھے جاتے ہیں ۔ انہیں اُردو میں متصل الف سے لکھا جائے مثلاً : اسحٰق ، یٰسین ، لقمٰن ، رحمٰن سلیمٰن اور اسمٰعیل کے بجائے اسحاق ، یاسین ، لقمان ، رحمان ، سلیمان اور اسماعیل ۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(۳۰) عربی (ال) کا صرف الف یا لام یا ہر دو ، جہاں ساکت ہوں یا خالی (و) اور (ی) ہو ، وہاں اُن پر چھوٹا سا خط کھینچا جائے مثلاً :
بالکل (بلکل) ، بالفعل ، بالفرض ، بالاتفاق ، دارالخلافہ ، السلام علیکم ، ربیع الثانی ، مہرالنساء ، ذوالقدر ، ذوالفقار ، ابوالحسن ، اُلوالعزم ، ذی الحجہ ، فی الحال ، فی الواقع ، حتی المقدور ، ذوی الاقتدار ، ذوی العقول ذوی الفرض وغیرہ ۔

(۳۱) بہ ، چہ ، کہ اور بے فارسی لفظوں کو اُردو میں منفصل لکھا جائے ۔
مثلاً : بہ خوبی ، بہ ہر حال ، چناں چہ ، بل کہ ، جب کہ ، غرض کہ ، حال آں کہ ، تا وقتے کہ بہ شرطے کہ ، بے شک ، بے تحاشا اور بے چارہ ۔

(۳۲) ان ، من عن اور فی عربی لفظوں کو اُردو میں الگ الگ لکھا جائے ۔
مثلاً : ان شاء اللہ ، من جانب ، عن قریب ، فی صد اور فی کس ۔

(۳۳) مروّجہ عربی ، فارسی ، اور اُردو ، لفظوں کو نیچے کے صحیح طریقے پر لکھا جائے - مثلاً : ذخار ، ذات ، اذوقہ ، وطیرہ ، طلاطم ، طباشیر ، عیوض ، معہ ، گذر ، گذارش ، گذارہ ، اژدھام ، طپش ، طوطیا ، طابچہ ، طشت ، طشتری ، طیّار ، جیوّں ، پیانہ ، بابتہ ، طوطا ، ذرا ، لاؤ بالی ، بے پرواہ اور برائے مہربانی کے بجائے زخار ، زات ، ازوقہ ، وتیرہ ، تلاطم ، تباشیر ، عوض ، مع ، گزر ، گزارش ، گزارہ ، ازدھام ، تپش ، توتیا ، تاچہ ، تشت ، تشتری ، تیّار ، جوں ، پیمانہ ، بابت ، توتا ، زرا ، لا اُبالی ، بے پروا او براہ مہربانی ۔

(۳۴) سنسکرت کے انُسّر ँ کو اُردو میں (ن) سے لکھا جائے ؛ مثلاً : گنیش راون اور نارائن ۔

(۳۵) سنسکرت کے شؔ کو اُردو میں (شؔ) سے لکھا جائے ؛ مثلاً : نشٹ ، سپشٹ اور دوش ۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(۳۶) سنسکرت کے انسوار کو اُردو میں میم ساکن یا نون ساکن سے لکھا جائے۔ مثلاً : سمواد ، سمہار ، ہنش اور ہنسا ۔

(۳۷) سنسکرت کے وسرگ کو اُردو میں ہائے مختفی سے لکھا جائے؛ مثلاً: پنہ ، انتہ کرن ، شنبہ ۔

(۳۸) انگریزی کے MAN اور CAT جیسے لفظوں کو جن میں (A) حرف اعرابی آئے ، اُردو میں یائے مخلوطی (ی) سے لکھا جائے۔ مثلاً : میان ، کیاٹ ۔

(۳۹) انگریزی کے HEN اور PEN جیسے لفظوں کو جن میں (E) حرف اعرابی آئے ، اُردو میں یائے مخلوطی (ی) سے لکھا جائے: مثلاً : ہین ، پین ۔

(۴۰) انگریزی کے OF اور LORD جیسے لفظوں کو جن میں (O) حرف اعرابی آئے ، اُردو میں نیمہ والے الف (ا) سے لکھا جائے ، مثلاً : اف ، لارڈ ۔

(۴۱) انگریزی کے LOVE اور DOVE جیسے لفظوں کو جن میں (V) آئے ، اُردو میں واؤ موقوف سے لکھا جائے: مثلاً : لوو ، ڈوو ۔

(۴۲) فارسی [۷] عربی لفظوں کے سوا ، غیر زبانوں کے الفاظ کو اُن کے صوتی اجزاء کے لحاظ سے الگ الگ یا اِعراب کے ساتھ ملا کر لکھا جائے: مثلاً : کانگ رس (کانگرس) ، کان فرنس (کانفرنس) ، یونی ورسٹی (یونیورسٹی) ، اِنس ٹی ٹیوٹ (انسٹیٹیوٹ) ، شری متی (شریمتی) ، ودھان پری شد (ودھان پریشد) ، ناگ ریک (ناگریک) اور پرس تاو (پرستاو) ۔

(اردو املا)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

آردو املا کی اصلاح

ڈاکٹر ابو محمد سحر

بیسویں صدی سے پہلے اردو املا کی اصلاح اور معیار بندی کی ایسی کوششیں تو نہیں ملتیں جیسی صحت زبان اور تصحیح لغت کے سلسلے میں ملتی ہیں لیکن املا کے عملی نمونوں میں وقت کے ساتھ جو فرق نظر آتا ہے ، اس سے پتا چلتا ہے کہ اس طرف بھی اہلِ علم برابر متوجہ رہے ہیں ۔ کہیں کہیں ایسی مثالیں بھی ملتی ہیں جن سے ان کے طرزِ فکر اور کوششوں کا اندازہ ہوتا ہے ۔ امیر مینائی نے امیراللغات میں جدید زبان کی طرح جدید املا کو اپنانے کی بڑی کوشش کی تھی ۔ ایک خط میں لکھتے ہیں :۔

" ۳ جزو ۲ ورق کاپیوں کے آئے اور مقابلہ ہوکر آئے ۔ اس پر بے مبالغہ کئی سو غلطیاں ہیں ۔ اور یہ نقصان املا کا کہ " آنکھ " کو " آنکہ " اور " ساتھ " کو " ساتہ " اور "کچھ" کو "کچہہ" وغیرہ وغیرہ ہزاروں جگہ لکھا ہے ۔ اس کا تدارک تو ہو نہیں سکتا ۔ ہائے مخلوط کا دو چشمی لکھنا کیسا ، یائے مجہول و معروف کے لکھنے میں بھی کہیں کہیں نقصان ہے ۔ 'بے' کو کہیں نصف " بے " سے لکھا ہے اور کہیں معکوس ہے اور 'سے' کو کہیں معکوس لکھا ہے اور کہیں یوں لکھا ہے 'سی' ۔ الغرض

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

املا کے اعتبار سے امیراللغات مطلق قابلِ التفات نہیں ۔ ملامت نامۂ جنگی لکھ بھیجا ہے مگر کیا ہوتا ہے؟... کئی دن سے جلیل اور حسین کاپیاں صحیح کر رہے ہیں اور ابھی کئی دن یہی کام ہوگا ، پھر خوشنویس ضحاک کو بلوا کر مطبع کی سیاہی سے کاپیاں بنواؤں گا ورنہ مجھے یقین نہیں کہ وہاں سب مقام بنائے جائیں ''۔۱

انیسویں صدی کے اواخر میں املا کا ایک معیار اہلِ نظر کے سامنے تھا ، یہ اور بات ہے کہ مختلف وجوہ سے جو اردو طباعت میں کسی نہ کسی شکل میں آج بھی دخیل ہیں ، اس پر پوری طرح عمل درآمد ممکن نہ تھا ۔

اردو املا کی اصلاح کی باقاعدہ اور ہمہ گیر کوشش غالباً پہلی بار مئی ۱۹۰۵ء کے فصیح الملک کے ذریعے سے منظر عام پر آئی جس میں مولانا احسن مارہروی نے کئی تجویزیں پیش کیں ۔ ان تجویزوں کا خلاصہ حسب ذیل ہے :-

(۱) دیکھیے ، دیجیے ، لیے وغیرہ میں 'ے' سے پہلے ہمزہ نہ لکھا جائے ۔

(۲) ہندی الفاظ کے آخر میں ہائے مختفی کے بجائے الف ہو ۔ جیسے پتا ، بھروسا ، دھوکا ، مہینا ، ٹھیکا ۔

(۳) حلوا ، معما ، تمغا ، چلیپا ، تماشا وغیرہ میں ہائے مختفی نہ لکھی جائے ۔

(۴) جب لفظ کے آخر میں ہائے مختفی آئے تو فاعلیت ، مفعولیت اور اضافت کی حالت میں اسے 'ے' سے لکھا جائے جیسے کسی زمانے میں ۔ اسی طرح حالت ترکیبی یعنی عطف و اضافت میں بھی عربی و فارسی الفاظ اسی طرح لکھے جائیں ، جس طرح بولے جاتے ہیں : مثلاً 'لب و لہجے میں'، 'مقدمے بازی میں' وغیرہ ۔

۱- اسیر مینائی از شاہ ممتاز علی آہ ، ۱۹۴۱ء ، خط مورخہ یکم دسمبر ۱۸۹۰ء بنام آہ ، ص ۳۰۳ ، ۳۰۴ ۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(۵) نون بالاظہار پر نقطہ اور نون غنّہ بغیر نقطے کے لکھا جائے۔ نون غنّہ لفظ کے درمیان میں ہو تو اس پر الٹا جزم (۷) لگایا جائے۔

(۶) ہائے مخلوط کو ہائے دو چشمی سے جیسے بھی ، بھان اور ہائے ملفوظ کو شوشے سے لکھا جائے جیسے کہیں ، جگہ ، ہو ۔

(۷) جو الفاظ الگ الگ لکھنے میں اجنبی نہیں معلوم ہوتے اور جن کی ترکیب بھی جداگانہ ہے ، اکثر جدا جدا لکھے جائیں ۔ مثلاً آئیں گے ، ہوں گے ، غرض کہ ، بل کہ ، کیوں کہ ، علاحدہ ، حالاں کہ ، چناں چہ ، دل چسپ ، ہم سر ، کم یاب ، دست یاب ، خوب صورت وغیرہ ۔[1]

بیسویں صدی کے ربع اوّل میں اردو کے جو لغات شائع ہوئے ان میں الفاظ و محاورات کو املا کی صحت کے ساتھ درج کرنے کی کوشش کی گئی ۔ نوراللغات میں اس کا خاص طور سے اہتمام کیا گیا تھا لیکن اندر کی عبارت کا املا ان لغات میں بھی بڑی حد تک وہی ملتا ہے جو اس زمانے کی کتابوں میں عام ہے ۔

املا کی اصلاح کی طرف لوگوں کی زیادہ توجہ اس وقت ہوئی جب اردو کے لیے رومن رسم خط یا دیوناگری رسم خط اور ٹائپ اختیار کرنے کی تجویزوں نے زور پکڑا ۔ لفظوں کو ٹکڑے ٹکڑے کر کے لکھنے ، حروف کی تعداد کو کم کرنے اور ان کی لکھائی میں تبدیلی کرنے کا خیال زیادہ تر ٹائپ اختیار کرنے کی تجویز کی وجہ سے ہوا اور وہ بھی اس مفروضے پر کہ ٹائپ کی چھپائی کے لیے مروجہ املا موزوں نہ تھا ۔ ادھر رسمِ خط کی تبدیلی کا سوال بڑا سنگین تھا ۔ اردو املا میں اپنے آپ تبدیلیاں ہو رہی تھیں ، پھر بھی بڑی بے قاعدگی تھی اور اس کا بھی تقاضا تھا کہ اصلاح کے لیے قدم اٹھایا جائے ۔

۱۔ یہ خلاصہ اردو املا از رشید حسن خاں ، ص ۳۲ اور ۳۳ سے کیا گیا ہے ۔ اردو املا میں اقتباسات علمی نقوش از ڈاکٹر غلام مصطفیٰ خاں سے اخذ کیے گئے ہیں ۔ صفحات کا حوالہ نہیں دیا گیا ۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اب جو بحث و تمحیص شروع ہوئی تو معلوم ہوا کہ رسمِ خط کی تبدیلی ناممکن ہے۔ زیادہ تر لوگ اصلاح کے بھی قائل نہ تھے۔ ان کے نزدیک چلن کو دیکھتے ہوئے املا کی تھوڑی بہت اصلاح کی جا سکتی تھی۔ لیکن کچھ حضرات وسیع پیمانے پر اصلاح چاہتے تھے۔ مرزا جافر حسن کی "آسان رسمِ خط" (۱۹۳۰ء) جس میں حروفِ تہجی کو خارج کر دیا گیا تھا، اس کی مثال ہے۔ اس زمانے میں رسمِ خط اور املا میں خلطِ مبحث اسی وجہ سے پایا جاتا ہے کہ اصلاح کی تجویزیں رسمِ خط اور املا دونوں کی اصلاح کو محیط تھیں۔ اس پس منظر میں انجمن ترقیٔ اردو (ہند) نے ۱۹۴۳ء میں ایک اصلاحِ رسمِ خط کمیٹی مقرّر کی۔ سیّد ہاشمی فرید آبادی کی ابتدائی تجاویز پر غور کرنے کے لیے اس کمیٹی کی میٹنگ ۲۲- مارچ ۱۹۴۳ء کو دہلی میں انجمن کے دفتر میں ہوئی، جس میں مولوی عبدالحق، سیّد ہاشمی فرید آبادی، ڈاکٹر عبدالستار صدیقی، برج موہن، دتا تریہ کیفی اور وہاج الدین کنتوری نے شرکت کی۔ کمیٹی کی تجاویز جن کے مرتب ڈاکٹر عبدالستار صدیقی تھے ۱۶- ستمبر ۱۹۴۳ء کے "ہماری زبان" میں شائع کی گئیں۔ ۲۱- جنوری ۱۹۴۴ء کو کل ہند اردو کانفرنس ناگپور کی رسمِ خط کی مجلس نے ترمیم و اضافہ کر کے ان کو منظور کیا اور تجاویز جنوری ۱۹۴۴ء کے "اردو" میں شائع ہوئیں۔

ان اصلاحات میں مولانا احسن مارہروی کی تجاویز پر مبنی اصلاحات کے ساتھ کئی ایسی اصلاحات تھیں جن کو دیکھ کر آج تعجب ہوتا ہے لیکن ان کی تہ میں اس زمانے کے خیالات کے مطابق ٹائپ کے لیے آسانیاں فراہم کرنے کے سوا اور کچھ نہ تھا؛ مثلاً اس قسم کی اصلاحات کہ لکھنا کو لکھ نا، لکھتے کو لکھ تے، پھانس کو پھاں س، بین کو بی ن ۔ بھین کو بِہ ن، پیر کو پِء ر، پھیر کو پِہ ر، جائے کو جاءے، دائرہ کو داءرہ، کوئی کو کوءی، زائل کو زاءل، طائر کو طاءر، مصیبت کو مصی بت، گھرکنا کو گھرک نا، قرینہ کو قری نہ، دھرتی کو دھرتی، ادھورا کو ادھورا لکھا جائے۔ اس کے علاوہ بالکل کو بلکل، خوش کو خش لکھنے اور ث، س، ص میں سے ص کو

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اور ذ ، ز ، ض اور ظ میں سے ذ اور ض کو خارج کرنے کی سفارش کی گئی تھی ۔[۱]

پروفیسر آل احمد سرور صاحب نے اپنے ایک مضمون میں ان اصلاحات کے بارے میں جو کچھ تحریر فرمایا ہے اس سے کئی پہلوؤں سے اختلاف کیا جا سکتا ہے لیکن انہوں نے اصلاحات کی ناکامی کے کچھ اسباب کی نشاندہی بھی کی ہے ۔ ملاحظہ ہو :-

> '' اصلاحات کے سلسلے میں دراصل مولوی عبدالحق اور ڈاکٹر عبدالستّار صدیقی کی خدمات ہمیشہ احترام کی نظروں سے دیکھی جائیں گی ۔ ان حضرات نے انشا کے اس قول پر عمل کرتے ہوئے کہ اردو میں کوئی لفظ خواہ عربی کا ہو یا فارسی کا یا ترکی کا جس طرح اردو میں رائج ہوگیا ہے خواہ اصل کی رو سے صحیح ہے یا غلط اسے اردو کا لفظ سمجھنا چاہیے ، املا کے لیے بہت مناسب اصلاحات تجویز کی تھیں ۔ ان اصلاحات کی خوبی یہ تھی کہ ان میں چلن ، استعمال ، آواز اور تلفظ کو مدنظر رکھتے ہوئے آج کی تدریسی اور طباعتی ضروریات کے لیے گنجائش نکالی گئی تھی ۔ ان سفارشات پر کچھ لوگوں نے عمل کیا اور ایک زمانے میں رسالہ ' اردو ' اور انجمن کی مطبوعات میں بھی ان کا لحاظ رکھا گیا ۔ مگر آئے دن کی ضروریات ، کاتبوں کی عادت

۱۔ انجمن کی کمیٹی اور اس کی اصلاحات کے متعلق تفصیلات املا نامہ مرتبہ ڈاکٹر گوپی چند نارنگ ، ص ۱۷ اور ۲۵ سے اخذ کی گئی ہیں ۔ جناب رشید حسن خاں نے کچھ مثالیں دے کر لکھا ہے کہ ''ڈاکٹر صدیقی مرحوم آخر تک اپنی تحریروں میں اسی طرح لکھتے رہے (آئی ، جاؤ وغیرہ) انجمن کی بعض میں بھی جگہ جگہ اس کی مثالیں نظر آتی ہیں لیکن مجموعی حیثیت سے یہ طریقہ رائج نہیں ہو سکا اگرچہ نہایت مناسب تھا ۔'' اردو املا ، ص ۳۵۲ ۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اور سرمائے کی کمی کی وجہ سے ان پر پورا عمل نہ ہو سکا۔''۱

ناکامی کا ایک بڑا سبب یہ بھی تھا کہ اکثر اصلاحات کو قبول عام کی سند حاصل نہ ہو سکی۔ اصلاحات کی نوعیت اور ان پر عمل درآمد کے طریقے کی وجہ سے لوگوں کو اصلاحِ رسمِ خط کمیٹی کی نمائندہ حیثیت پر بھی شک ہوا اور انجمن ترقیٔ اردو (ہند) کی کارگزاری ایک اختلافی مسئلہ بن گئی۔ کوئی تین سال کے اندر اکتوبر ۱۹۴٦ء میں ناگپور ہی میں آل انڈیا اورینٹل کانفرنس کا اجلاس ہوا۔ اس کے شعبۂ اردو کے خطبۂ صدارت میں پروفیسر سید مسعود حسن رضوی ادیب نے رسم خط کی اصلاح کے سلسلے میں ایک اور تجویز پیش کی ان کے الفاظ تھے:۔

'' اردو رسم خط میں ضرورتِ زمانہ کے مطابق اصلاحیں ہوتی رہی ہیں اور اب بھی ہو سکتی ہیں۔ اس کام کے لیے ماہرین کی ایک نمائندہ کل ہند کمیٹی بنانا چاہیے جو مسئلے کے تمام پہلوؤں پر نظر کر کے ادیبوں، ناشروں، معلموں سے مشورہ کرنے کے بعد اردو رسم خط کے قاعدے معیّن کر دے۔ یہ قاعدے کثیر تعداد میں چھاپ کر اردو کتابوں کے چھاپنے اور شائع کرنے والوں، اردو کے رسالوں اور اخباروں کے ایڈیٹروں، اردو میں مقالے اور کتابیں لکھنے والوں اور سرکاری و غیر سرکاری تعلیمی اداروں کے پاس بھیج دیے جائیں اور سررشتۂ تعلیم کی منظوری کے بعد درسی کتابوں میں ان کی پابندی لازمی کر دی جائے۔''۲

۱۔ اردو رسم الخط عملی و تہذیبی نقطۂ نظر سے مشمولہ اردو میں لسانیاتی تحقیق مرتبہ ڈاکٹر عبدالستار، ۱۹۷۱ء ص ۳۲٦۔

۲۔ اردو زبان اور اس کا رسم خط از سید مسعود حسن رضوی ادیب، جولائی ۱۹۴۸ء، ص ٦۵۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

سیاسی حیثیت سے اردو اس سارے زمانے میں جس کشمکش کا شکار رہی اس کی تفصیل میں جانا تحصیل حاصل ہے۔ ملک کی تقسیم نے ہندوستان میں اس کی قسمت کا فیصلہ کر دیا۔ ہندوستان کی سرکاری زبان کا مسئلہ جب زیر بحث آیا تو اردو کے لیے بھی آواز اٹھائی گئی لیکن صحیح معنوں میں وہ میدان ہی میں نہ تھی۔ وہ پاکستان کی سرکاری زبان بن چکی تھی۔ اب اگر کوئی جھگڑا تھا تو وہ ہندی، انگریزی اور اردو کو چھوڑ کر دوسری علاقائی زبانوں کے درمیان تھا۔ فیصلہ ہندی کے حق میں ہونا ہی تھا۔ پھر بھی اردو کا مقدمہ پیش کیا گیا۔ اس سلسلے کی ایک علمی کوشش ''ہندوستان کی قومی زبان اور رسم الخط'' از معین الدین دردائی خاص طور سے قابلِ ذکر ہے جو ۱۹۴۷ء میں شائع ہوئی۔ ہندی کے سرکاری زبان قرار دیے جانے کے بعد رسم خط کی تبدیلی کا مسئلہ اب اردو کے سامنے اس لیے تو تھا کہ اسے سرکاری زبان کا درجہ مل سکتا تھا لیکن ہندی کے غلبہ کی وجہ سے بہت جلد کچھ لوگ اس کی بقا کے لیے بھی اسے ضروری سمجھنے لگے۔

جہاں تک ابتدائی کتابوں کا تعلق ہے، ۱۹۲۰ء میں مولوی احمد علی، ناظر تعلیمات دکن کی تجویز پر ہندی کی ماتراؤں کی تقلید میں انجمن ترقیٔ اردو (ہند) نے نئی علامتیں اختیار کرلی تھیں۔ ۱۹۲۶ء میں یہی کام عبدالغفار مدھولی نے جامعہ ملیہ اسلامیہ میں شروع کیا۔[۱] ان کوششوں کی وجہ سے اردو کے غیر اعرابی رسم خط کو اعرابی حدود میں داخل کرنے کے رجحان نے کم سے کم ابتدائی درسی کتب میں پہلے ہی ایک حیثیت اختیار کرلی تھی۔ ۱۹۵۸ء کے آس پاس غلام رسول نے چار نئے اعراب واولین، یائے لین، رائے ممدودہ اور نیمہ، اور ایک اعرابی مشق یعنی اردو بارہ کھڑی اختراع و دریافت کیے۔[۲] اردو کی ابتدائی درسی تعلیم میں اب بالعموم ایسے ہی قاعدے داخل ہونے۔

۱۔ اردو رسم خط میں علامتیں از عبدالغفار مدھولی، مشمولۂ اردوئے معلیٰ مرتبہ خواجہ احمد فاروقی، جلد سوم، شمارہ ۴-۵، ص ۲۸۶، ۲۸۹۔

۲۔ اردو املا از غلام رسول، ۱۹۶۰ء، ص ۸۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

بالفاظ دیگر ہندی کی ماتراؤں کے طرز پر اعراب و علامات کے اضافے کے ساتھ اب اردو بالکل ہندی کی طرح پڑھائی جانے لگی ۔ ابتدائی سطح پر اردو کی ''دشواریوں'' کا حل گویا یہ نکالا گیا کہ اردو کو ہندی بنا دیا جائے ۔ کسی نے یہ نہیں سوچا کہ اگر ابتدائی سطح اردو ہندی کی طرح پڑھائی جائے گی تو ثانوی سطح پر بھی وہ اس سے بچ نہیں سکتی ، بلکہ اس طریقے سے اردو سیکھنے والا ہر سطح پر اعراب و علامات کی کمی محسوس کرتا رہے گا اور اس منطق کو بھی تقویت ملے گی کہ اردو کو ہندی بنانا ہے تو پھر ہندی ہی پر کیوں نہ اکتفا کی جائے ۔ اردو کے نئے قاعدوں کو رائج کرنے والے یہی دعوا کرتے ہیں کہ ان سے اردو پڑھنے میں آسانی ہوتی ہے لیکن حقیقت یہ ہے کہ سابقہ تناسب کے مقابلے میں اردو پڑھنے والوں کی تعداد روز بروز کم ہوتی رہی ہے اور جو بچے ان قاعدوں سے پڑھتے ہیں ، ان کو بعد میں اعراب و علامات کے بغیر اردو پڑھنے میں دقت ہوتی ہے ۔ یہ میری ذاتی رائے ہے کہ ہندی کے طرز پر اردو میں اعراب کے اضافے سے بچوں کو اردو پڑھنے میں انگریزی سے زیادہ مشکل ہوتی ہے ۔

کچھ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ رسم خط کی اصلاح اور ٹائپ اختیار کرنے کے لیے زمین تیار کرنا انجمن ترقیٔ اردو (ہند) کی حکمت عملی کا ایک اہم جزو تھا ۔ اگرچہ حالات بہت بدل چکے تھے لیکن انجمن نے ۱۹۵۶ء میں پھر رسم خط کی اصلاح کے لیے ماہرین کی ایک کمیٹی بنائی ۔ سوالنامہ اس انداز سے ترتیب دیا گیا کہ رسم خط میں اصلاح اور ٹائپ اختیار کرنے کے بارے میں لوگوں کی رائے معلوم کی جائے ۔ انجمن کی ۱۹۴۴ء کی اصلاحات سے متعلق سوالات کے ساتھ ایک سوال اسی ہندی رسم خط کی پیدا کی ہوئی الجھن سے متعلق تھا :

> ''کیا ہندی حروفِ علّت کی طرح اردو حروفِ علّت کی صوتی نقطۂ نظر سے ماترائی اور مکمل شکلیں قائم کرنے کی ضرورت ہے ؟''[۱]

۱- بحوالہ اردو رسم الخط اور اس کی اہمیت از محمد امین عباسی ، ۱۹۵۹ء ، ص ۲۰ ۔

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

بقول پروفیسر آل احمد سرور صاحب :-

" اس سوالنامے کے جواب میں اسیؔ جواب موصول ہوئے۔ اسیؔ میں سے اگرچہ پینسٹھ نے سفارش کی تھی کہ چھپائی کے لیے نسخ اور لکھاوٹ کے لیے نستعلیق استعمال ہو مگر انجمن کی جولائی ۱۹۵۷ء کی کانفرنس میں اس کی اتنی مخالفت ہوئی کہ معاملہ آگے نہ بڑھ سکا۔"

اس کے باوجود پروفیسر آل احمد سرور نے جو انجمن کے سکریٹری تھے اپنی رائے نہیں بدلی :-

" بہرحال میری رائے میں اس معاملے میں پس و پیش نہ کرنا چاہیے اور تمام متعلقہ حضرات کو اس پر آمادہ کرنا چاہیے کہ وہ رفتہ رفتہ چھپائی کا سب کام ٹائپ میں کریں۔"

اسی مضمون میں انہوں نے نہ صرف انجمن کی پچھلی اصلاحات کی تائید و تعریف کی ہے بلکہ اس سے بھی کچھ آگے بڑھ کر اظہارِ رائے فرمایا ہے :-

" بل کل ، فورن ، ادنا ، اعلا تو اب لوگ لکھنے لگے ہیں۔ میں تو عبدالحفیظ کو بھی عبدل حفیظ اور فضل الرّحمٰن کو فضل رحمٰن لکھنے کے حق میں ہوں۔ عبدل دہلوی کا ابراہیم نامہ ابھی مسعود حسین خاں کی ترتیب سے شائع ہوا ہے۔ یہ کیا ستم ظریفی ہے کہ عبدل علاحدہ تو اردو کے قاعدے سے لکھا جائے مگر عبدالحفیظ عربی قاعدے سے لکھنا ضروری ہو۔"[۱]

اردو کے مخالفوں کی طرف سے اردو رسم خط اور زبان کے بارے میں وقتاً فوقتاً جو اعتراضات ہوئے اور ہوتے ہیں ان سے بہت سے اردو داں اس وہم میں مبتلا ہوگئے تھے اور ہیں کہ اگر اردو رسم خط

۱- اردو رسم الخط عملی و تہذیبی نقطۂ نظر سے از پروفیسر آل احمد سرور ، مشمولہ اردو میں لسانیاتی تحقیق ، ص ۳۲۹ -

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اور زبان کی اصلاح سے اعتراضات کے پہلو دور ہو جائیں تو اردو کو ہمارے ملک میں جائز مقام مل جائے گا اور وہ دن دونی رات چوگنی ترقی کرنے لگے گی۔ اس کی وجہ سے اردو دنیا ایک زمانے سے کھلبلی کا شکار ہے اور یہ کھلبلی روز بروز بڑھتی رہی ہے۔ آج اردو کے بعض اہل علم اپنی زبان میں ڈھونڈ ڈھونڈ کر جو خامیاں نکالتے ہیں ان کی خبر شاید اردو کے مخالفوں کو بھی نہیں ہے۔ اردو کے رسم خط، املا، خزانۂ الفاظ، اس کے حروف تہجّی کے ناموں اور ان کی وجہ سے الفاظ کے ہجّے، حروفِ تہجّی کے صوری انداز ترتیب یہاں تک کہ خود اس کے نام کی نامعقولیت بعض اردو دانوں سے پوچھیے۔ ہر چیز جو داہنی طرف سے شروع ہوتی ہے سیدھی مانی جاتی ہے لیکن اردو کے داہنی طرف سے لکھے جانے کی جب بات ہوتی ہے تو سیدھا الٹا ہو جاتا ہے۔ کسی زبان کو اس کا جائز مقام دینے کے لیے شاید ہی کبھی یہ شرط لگائی گئی ہو کہ پہلے وہ اپنی تمام حقیقی اور فرضی خامیوں کو دور کرے، اس کے بعد ہی اسے زندہ رہنے کا موقع دیا جائے گا۔ لیکن اردو کے لیے اس کے مخالفوں اور حامیوں دونوں کی طرف سے یہی شرط ہے، حالانکہ اتنا ہر شخص سمجھ سکتا ہے کہ کوئی رسم خط اور زبان ایسی نہیں ہے جس میں خامیاں نہ ہوں یا جس کے سیکھنے میں دقتیں نہ ہوں، انگریزی اور ہندی بھی اس سے مستثنا نہیں ہیں۔

اردو میں چھپائی کے لیے ٹائپ کے استعمال میں اصولاً کوئی برائی نہ تھی۔ ہندوستان میں اردو کی کچھ کتابیں ٹائپ میں چھپی بھی ہیں۔ عربی اور فارسی میں کلی طور پر اور پاکستان میں اردو کی چھپائی میں جزوی طور پر آج کل جو ٹائپ استعمال ہو رہا ہے، وہ پہلے سے کافی بہتر اور دیدہ زیب ہے اور ہندوستان میں بھی اردو کے لیے قابلِ قبول ہو سکتا ہے؛ لیکن اس بات کو نظر انداز نہیں کیا جا سکتا کہ اردو پر سب سے سنگین اعتراض یہی ہے کہ وہ بدیسی رسم خط میں لکھی جاتی ہے۔ اگرچہ اس کا بارہا جواب دیا جا چکا ہے، یہاں تک کہ اردو زبان کی طرح رسم خط کو بھی ہندوستانی سمجھنے اور ماننے کے لیے معقول توجیہات کی جا چکی ہیں لیکن اس سے معترضین کی تشفی نہیں ہوتی۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ایسی صورت میں چھپائی کے لیے عام طور پر ٹائپ یعنی خط نسخ اختیار کر کے اردو ہندوستان میں ایک بہت بڑے خطرے سے دو چار ہو سکتی ہے۔ عربی تو خط نسخ میں چھپتی ہی تھی۔ یہ ایک نیک فال ہے کہ ایران میں چھپائی کے لیے کلیتاً خط نسخ اختیار کر لیا گیا ہے۔ اردو نستعلیق کی چھپائی کو برقرار رکھ کر ہندوستان میں اپنی انفرادیت کو مستحکم بنا سکتی ہے۔ ۱۹۵۷ء کی اردو کانفرنس میں ٹائپ کی مخالفت خواہ کسی بنیاد پر کی گئی ہو وہ اس کا ثبوت تھی کہ اردو اپنی قیمتی روایت کو ہاتھ سے نہیں دینا چاہتی، چاہے وہ اس کے جاننے والوں کی اکثریت کی مذہبی زبان یعنی عربی کے رسم خط ہی کا معاملہ کیوں نہ ہو۔

رسم خط اور املا کی اصلاح کے مقاصد جو کچھ بھی رہے ہوں لیکن اتنا ماننا پڑے گا کہ آزادی کے بعد انجمن ترقیٔ اردو (ہند) نے اس معاملے میں انتہا پسندی سے کام نہیں لیا اور جو اصلاحیں نامقبول ہو چکی تھیں ان کو چلانے کی ضد نہیں کی۔ چنانچہ اس زمانے میں انجمن کی کتابوں، رسالے اور اخبار کا املا مروجہ املا سے زیادہ مختلف نہیں رہا۔ اردو املا میں ترمیم و تنسیخ کرنے کا بیڑا دراصل ایک اور ادارے نے اٹھایا۔ ۱۹۶۵ء میں مکتبۂ جامعہ نئی دہلی نے حکومتِ جموں و کشمیر کی مالی امداد سے معیاری ادب کے تحت کتابوں کی اشاعت کا سلسلہ شروع کیا تو املا میں اصلاح کی طرف خاص رجحان دیکھنے میں آیا۔ جناب رشید حسن خاں کی ترتیب دی ہوئی کتابوں کے دیباچوں، متن اور فرہنگوں میں بڑی دور رس اصلاحات کر دی گئیں۔ کئی دوسری کتابوں میں مرتبین کے دیباچے تو زیادہ تر مروجہ املا میں چھاپے گئے لیکن متن کی طباعت اسی انداز سے کی گئی جو رشید حسن خاں کی مرتب کی ہوئی کتابوں کا تھا۔ بظاہر یہ کام انھیں کے زیر اثر ہوا۔ مرکبات کو الگ الگ لکھنا، متعدد الفاظ کے مروجہ املا میں ردّو بدل، ہندی یا اردو الفاظ کے آخر میں ہائے مختفی کے بجائے الف لانا، الفاظ کے آخر کی ہائے ملفوظ متصل میں شوشہ لگانا، اضافت کی صورت میں یائے مجہول و معروف پر ہمزہ نہ لانا اور رموزِ اوقاف و اعراب کی افراط ان کتابوں کی نمایاں خصوصیات ہیں۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

۱۹۶۹ء میں حکومتِ ہند نے اردو میں علمی ضروریات کی کتابوں کی اشاعت کو بڑھاوا دینے کے لیے ترقی اردو بورڈ قائم کر کے اردو کی بقا اور فروغ کے لیے ایک بے مثال قدم اٹھایا۔ چونکہ بورڈ کا تمام تر کام تصنیف و تالیف سے متعلق ہے، اس لیے کچھ بنیادی مسائل کا سامنے آنا لازمی تھا۔ یہ بات بڑی اطمینان بخش ہے کہ بورڈ نے ٹائپ میں کتابیں چھاپنے کا فیصلہ نہیں کیا۔ تاہم اربابِ حل و عقد کی توجہ ایک بار پھر اردو املا کی اصلاح کی طرف منعطف ہوئی۔ ۱۹۷۳ء میں ایک املا کمیٹی تشکیل دی گئی جس کے صدر ڈاکٹر سید عابد حسین مرحوم اور رکن جناب رشید حسن خاں اور ڈاکٹر گوپی چند نارنگ تھے۔

جناب رشید حسن خاں نے ایک ضخیم کتاب "اردو املا" کا مسودہ املا کمیٹی کے سامنے پیش کیا جسے کمیٹی نے منظور کر لیا۔ مئی ۱۹۷۴ء میں بورڈ نے "املا نامہ" کے نام سے املا کمیٹی کی سفارشات شائع کیں جس کے مرتب ڈاکٹر گوپی چند نارنگ ہیں۔ اسی کے ساتھ رشید حسن خاں کی کتاب "اردو املا" بھی ترقی اردو بورڈ کی طرف سے شائع ہوئی۔ انھوں نے ایک مختصر کتاب "اردو کیسے لکھیں" بھی مرتب کی جسے مکتبۂ جامعہ نئی دہلی نے اگست ۱۹۷۵ء میں شائع کیا۔

"املا نامہ" بڑی حد تک رشید حسن خاں کی کتاب "اردو املا" کا خاکہ ہے۔ اس کے مقدمے میں بھی لکھا گیا ہے کہ:

> "ذیل کی سفارشات محض خاکا ہیں بنیادی اصولوں کا۔ تفصیل اور جامع فہرستوں کے لیے رشید حسن خاں کی کتاب سے رجوع کرنا چاہیے۔"[۱]

لیکن کئی موقعوں پر دونوں میں اختلاف بھی ہے مثلاً:

(۱) املا نامہ میں ڈاکٹر عبدالستار صدیقی کے زور دینے کے مطابق "زرا" ہے اور اردو املا میں "ذرا"۔

(۲) املا نامہ اور اردو املا دونوں میں "یہ ہے" لیکن املا نامہ میں یہ نوٹ بھی دیا گیا ہے کہ:

۱- املا نامہ، مقدمہ، ص ۲۶۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

" یہ میں ء کی آواز بہت کمزور ادا ہوتی ہے۔ اس لیے یہ کو ء کے شوشے کے بغیر لکھنا بھی صحیح ہے۔"[۱]

(۳) املا نامہ کے مطابق بلکہ، کیونکہ، جبکہ، چنانچہ، چونکہ کو دو ٹکڑوں میں لکھنا مرجح ہے لیکن ملا کر لکھنا بھی صحیح ہے۔ اردو املا میں دو ٹکڑوں ہی میں صحیح ہے۔

(۴) املا نامہ میں ہائے مختفی پر ختم ہونے والے شہروں کے ناموں کو اسی طرح لکھنے کی سفارش کی گئی ہے جس طرح وہ رائج ہیں؛ مثلاً: آگرہ، کلکتہ۔ اردو املا میں ہے کہ ان ناموں کو "فی الحال" یوں ہی برقرار رکھا جائے لیکن غیر معروف یا کم معروف ناموں کو یا مستقبل میں جن ناموں کا اضافہ ہو، ان سب کو الف ہی سے لکھا جائے۔ جیسے بھٹورا، سر دھنا۔

(۵) املا نامہ میں آزمائش، نمائش، آئندہ، نمائندہ وغیرہ کو ہمزہ اور یے دونوں سے صحیح مانا گیا ہے۔ اردو املا میں ایسے الفاظ کو صرف یے سے صحیح بتایا گیا ہے۔

(۶) املا نامہ میں اعداد کے ذیل میں ہے کہ " اٹھارھواں کے بجائے اٹھارواں لکھنا فصیح ہے"۔ اردو املا میں اس کی صورت صرف " اٹھارواں" قائم کی گئی ہے۔

(۷) املا نامہ میں اعراب و علامات کے ذیل میں سنسکرت تلفظ کے لیے معکوسی نون (نؕ) کی علامت دی گئی ہے۔ اردو املا میں اسے غیر ضروری قرار دیا گیا ہے۔

(۸) اردو املا کا مقدمہ لسانیاتی انداز میں لکھا گیا ہے اور بعض الفاظ کے املا کی توجیہہ میں بھی لسانیات کی چند اصطلاحیں استعمال کی گئی ہیں۔ اردو املا میں زیادہ تر سیدھا سادہ طریقہ اپنایا گیا ہے۔

۱۔ املا نامہ، ص ۵۹۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

" اردو کیسے لکھیں " اس استثنا کے ساتھ " اردو املا " کا خلاصہ ہے کہ چند عنوانات آگے پیچھے کر دیے گئے ہیں اور مؤخرالذکر کے تین آخری ابواب املا سے فارسی ، تدوین اور املا ، لغت اور املا کو حذف کر دیا گیا ہے ۔ موضوع اور ضخامت کو دیکھتے ہوئے یہ تینوں ابواب " اردو املا " میں زائد معلوم ہوتے ہیں ۔

املا نامہ کے پیش لفظ میں ڈاکٹر عبدالعلیم مرحوم نے لکھا ہے :

> " ترقیٔ اردو بورڈ تو اپنی تمام مطبوعات میں ان سفارشات پر عمل کرے گا ہی ، اردو کے دوسرے اداروں ، انجمنوں ، ادیبوں ، شاعروں ، اخباروں کے ایڈیٹروں اور پبلشروں سے بھی امید کی جاتی ہے کہ وہ ان سفارشات کو اپنائیں گے اور اردو املا کو ایک معیار پر لانے میں مدد کریں گے ۔"[1]

اس سے ظاہر ہے کہ ترقیٔ اردو بورڈ نے ان سفارشات کو عملی جامہ پہنانے سے پہلے اردو کے دوسرے اداروں ، انجمنوں ، عالموں ، ادیبوں اور شاعروں کی رائے معلوم کرنے کی ضرورت نہیں سمجھی بلکہ اسے الٹی یہ امید ہے کہ تمام لوگ ان سفارشات کو قبول کر لیں گے ۔ جناب رشید حسن خاں نے اردو املا کے بارے میں لکھا ہے کہ : " املا کے موضوع پر یہ اردو میں پہلی مفصل کتاب ہے"۔[2] حقیقت یہ ہے کہ یہ کتاب اصلاحِ املا کے موضوع پر ہے اور اس انداز سے لکھی گئی ہے کہ کسی کو دم مارنے کا موقع نہ ملے ۔ " اردو کیسے لکھیں " میں سرورق ہی پر کتاب کے نام کے نیچے قوسین میں " صحیح املا " لکھا ہوا ہے ۔ اس سے بھی یہی نتیجہ نکلتا ہے کہ صحیح املا یہی ہے اور اس میں رد و قبول سے کام لینے کا کوئی پہلو نہیں ہو سکتا ۔ مکتبۂ جامعہ نئی دہلی نے حکومتِ جموں و کشمیر کی امداد سے بہت سی کتابیں اور ترقیٔ اردو بورڈ نے بعض کتابیں اسی ترمیم شدہ املا کے مطابق شائع کر دی ہیں ۔ تعجب ہے کہ اردو املا اور املا نامہ میں مکتبۂ جامعہ

۱۔ املا نامہ ، پیش لفظ ، ص ۶ ۔
۲۔ اردو کیسے لکھیں ، پیش لفظ ، ص ۸ ۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کا کوئی ذکر نہیں کیا گیا ، حالانکہ کئی اصلاحیں وہی ہیں جن کے مطابق مکتبۂ جامعہ کوئی دس برس پہلے سے کتابیں شائع کر رہا تھا۔ املا نامہ کی اشاعت کے بعد کچھ حضرات نے کئی بنیادی ترمیموں سے اختلاف کیا تھا لیکن اس کا کوئی اثر نہیں ہوا ۔ یہی وجہ ہے کہ اس مسئلے پر اس سے کہیں زیادہ توجہ کی ضرورت ہے جتنی اس وقت تک دی گئی ہے ، تاکہ ایک طرف اردو دانوں کو معلوم ہو کہ یہ ڈاکٹر جانز بسن ، ڈاکٹر عبدالستّار صدّیقی اور انجمن ترقیٔ اردو کی وہ اصلاحات نہیں ہیں جن پر یا تو بالکل عمل نہیں کیا گیا یا پوری طرح عمل نہیں کیا گیا اور دوسری طرف ترقیٔ اردو بورڈ اور دوسرے اداروں کو احساس ہو کہ ان وسیع اصلاحات کو قبولِ عام حاصل نہ ہوا تو کس قدر نقصان ہوگا ۔

(اردو املا اور اس کی اصلاح ص ۹ تا ص ۲۶)

* * *

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

آردو املا کے چند اہم مسائل

رشید حسن خاں

یہ ایک واقعہ ہے کہ ایک زمانے تک اُردو اور فارسی دونوں زبانوں میں املا کے مسائل کی طرف سے کم توجہ کی گئی ۔ اس کم توجّہی کے نتیجے میں املا کے مکمّل اور مفصّل ضابطوں کو مرتّب نہیں کیا جا سکا اور یہ بھی اسی کا نتیجہ ہے کہ اِملا کو ایک مستقل موضوع کی حیثیت حاصل نہیں ہو سکی ۔ اس صورتِ حال کے نتیجے میں تحریر میں بہت سی بے ضابطگیوں نے راہ پالی اور ایک عجیب طرح کا خلفشار پیدا ہوگیا کہ ایک لفظ کو کئی طرح لکھا جانے لگا اور اس طرف توجّہ نہیں کی گئی کہ اس لفظ کی صحیح ، معیاری یا مُرجّح صورت کیا ہے ۔

ہم سب اس بات کو مانتے ہیں کہ لفظوں کے صحیح معنی معلوم ہونا چاہیے ، اسی طرح یہ بھی معلوم ہونا چاہیے کہ جس لفظ کو ہم لکھنا چاہتے ہیں ، اس کا صحیح املا کیا ہے ۔ ابتدائی تعلیم کے لحاظ سے معنی کے مقابلے میں صورت کے علم کی اہمیت زیادہ ہوتی ہے ۔ بات یہ ہے کہ مادری زبان کی تعلیم کے شروع میں بچے کی نظر ، یادداشت اور قلم ؛ یہ سب پہلے لفظوں کی صورت سے آشنا ہوتا ہے ۔ ضرورت بھی اسی کی ہوتی ہے ، کیوں کہ ابتدائی نصاب میں شامل لفظوں کے معنی و مطلب

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

تو وہ جانتا ہی ہے ۔ اس ابتدائی مرحلے میں وہ صورت نویسی کو سیکھتا اور سمجھتا ہے ۔ اس لحاظ سے دیکھا جائے تو معلوم ہوگا کہ مادری زبان کی تعلیم کے آغاز ہی میں بنیادی حیثیت الفاظ کے اسلا کی ہے ۔ یہ شرط نہیں لگائی جا سکتی کہ طالب علم کو کسی لفظ کے سب معانی معلوم ہوں ، مگر یہ لازم ہے کہ اس کی صحیح صورت سے ضرور واقف ہو ۔ ایک لفظ کے ایک سے زیادہ معانی ہو سکتے ہیں اور معانی کی تعداد سے کہیں زیادہ مفاہیم اس سے وابستہ ہو سکتے ہیں ، مگر لفظوں کے اسلا میں یہ رنگارنگی نہیں ہوتی (خاص لفظوں سے یہاں بحث نہیں) ۔ لفظ کی جو متعیّن املائی صورت ہے ، اس کا علم لازم ٹھہرے گا ۔

لفظوں کے معانی میں اضافہ بھی ہوتا ہے اور تبدیلی بھی ، مگر لفظوں کا املا عموماً اس طرح نہیں بدلتا ۔ اکثر لفظ تو املائی تغیّرات سے محفوظ ہی رہا کرتے ہیں اور جن لفظوں کے اسلا میں کسی مرحلے پر املائی تغیرات راہ پاتے بھی ہیں تو ان کی شکلیں کچھ زیادہ نہیں ہوتیں ۔ اس سلسلے میں دو باتیں ہمارے سامنے رہنا چاہییں : ایک تو یہ کہ ایسے لفظوں کی آخری صورت بہ ہر طور متعین ہو جاتی ہے یا ہو چکی ہوتی ہے اور ابتدائی تعلیم میں طالب علم اسی متعین صورت کی مشق کرتا ہے ۔ دوسری بات یہ ہے کہ ایسے لفظ جن میں املائی تغیرات واقع ہوئے ہوں ، آخر میں مستقل حیثیت اختیار کر لیتے ہیں ۔ عموماً اہم تغیرات تو زبان کے ابتدائی ادوار میں صورت پذیر ہوتے ہیں ، پھر ایک زمانہ ایسا آتا ہے جب ارتقائے زبان کا عمل ایک سطح پر اور ایک خاص انداز پر آ جاتا ہے ۔ اس وقت تک املائی تغیرات کی شکلیں الگ الگ متعین ہو چکی ہوتی ہیں ۔ ان میں سے رائج شکلوں کو "مُروّج املا" مانا جاتا ہے اور اس "مُروّج املا" کا علم طالب علم کے لیے لازم ہے ۔ اب رہے قدیم املائی تغیّرات اور غیر مُروّج صورتیں ، تو وہ لغت نویس اور تدوین کا کام کرنے والوں کے کام کی ہیں اور انھی کے دائرۂ کار سے تعلق رکھتی ہیں ۔

اس سے اتفاق کیا جائے گا کہ جو نقش شروع میں تکرار کے ساتھ بچے کے سامنے آتے ہیں ، وہ اس کے ذہن پر نقش ہو جاتے ہیں ۔ ابتدائی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

درسی کتابوں میں لفظوں کے اجزا کا ، ان کی ترتیب کا اور وصل و فصل کی مختلف صورتوں کا اگر صحیح صحیح تعین نہیں کیا گیا ہے ؛ تو اس صورت میں ابتدائی مشقیں ، غلط نویسی کی مشقیں بن کر رہ جائیں گی ۔

اس کے بعد ہی وہ دور شروع ہوتا ہے جب نقل کرنے اور املا لکھانے کی مشق کرائی جاتی ہے ۔ مقصد یہ ہوتا ہے کہ لفظوں کی صورت نویسی پر قلم پوری طرح قادر ہو جائے اور ذہن میں لفظوں کے نقش اس طرح مرتسم ہو جائیں کہ کانوں سے سنتے ہی ، آنکھوں کے سامنے اس لفظ کی تصویر آ جائے اور قلم بے ساختہ اور بے اختیار اس نقش کو بالکل اسی طرح کاغذ پر منتقل کرنے کا عادی ہو جائے ۔ ظاہر ہے کہ کتاب میں جو لفظ جس طرح چھپا ہوا ہوگا ، طالب علم اسی طرح لکھنا سیکھے گا ۔ یہ ابتدائی مشقیں لفظوں کی صورتوں کو پتھر کے نقوش کی طرح ذہن کے سادہ و صاف ورق پر ثبت کر دیا کرتی ہیں ۔ آگے چل کر یہ معلوم بھی ہو کہ فُلاں لفظ کی صحیح صورت یہ ہے ۔ تب بھی اکثر و بیش تر عادت کے طور پر قلم سے وہی اوّلین صورت بنتی ہے اور ایسا بالکل غیر ارادی طور پر ہوتا ہے ۔

اگر ہم چاہتے ہیں کہ طالب علم صحیح املا لکھنا سیکھے تو یہ لازم ہوگا کہ ساری نصابی کتابوں میں ایک لفظ کا ایک ہی املا ہو اور یہ وہ املا ہو جس کو قطعیت کے ساتھ صحیح [یا مرجع املا] املا کہا جا سکے ۔ ایسا نہ ہو کہ ایک نصابی کتاب میں مثلاً : ''گانو'' چھپا ہوا ہو ، دوسری میں 'گؤں' لکھا ہوا ہو ، اور تیسری میں ''گانوں'' نظر کے سامنے آئے ۔ یا مثلاً ایک نصابی کتاب کے ایک سبق میں ''لیے'' لکھا ہوا ہو ، دوسرے سبق میں ''لئے'' ہو اور تیسرے سبق میں ''لیئے'' لکھا گیا ہو یا جیسے ایک درسی کتاب میں ایک جگہ ''منہدی'' [م ن ہ د ی] ملے اور دوسری جگہ ''مہندی'' [م ہ ن د ی] نظر آئے ۔ یا ایک مرتب نے ''مجھ کو'' لکھا ہو اور دوسرے نے ''مجکو'' یا ایک کاتب نے ''سرھانا'' لکھا ہو اور دوسرے نے ''سرہانا'' [ایسے اختلافات ہماری کتابوں میں عام طور پر پائے جاتے ہیں] ۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

جس طرح کتاب میں چھپے ہوئے لفظوں کا املا صحیح ہونا چاہیے ، اسی طرح یہ بھی ضروری ہے کہ اس کتاب کو پڑھانے والا اُستاد بھی املا کے ان مسائل سے علمی سطح پر باخبر ہو اور ذہنی طور پر ان سے ہم آہنگ ہو ۔ اس مکمّل یکسانی کے بغیر ساری افادیت ہوَا ہو جائے گی ۔

مقصود یہ ہے کہ جب اُستاد کا قلم کاپی ، تختی یا تختۂ سیاہ پر کچھ لکھے تو اس وقت اُس کے قلم سے بھی وہی نقش بننا چاہیے ۔ وضاحت کے لیے یوں سمجھیے کہ کتاب میں ایک لفظ چھپا ہوا ہے [بیش تر اُردو کتابوں کے متعلق یہ کہنا مشکل ہے کہ ان میں جو لفظ چھپے ہوئے ہیں ، ان کا املا اس کتاب کے مصنف یا مرتب کا پسندیدہ املا ہے یا اُس کتاب کے کاتب کا پسندیدہ املا ہے] طالب علم نے مطبوعہ صورت کے مطابق اس لفظ کو اپنی کاپی میں لکھا ؛ استاد نے جب اصلاح دی یا خود تختۂ سیاہ پر اس لفظ کو لکھا ، تو املا مختلف ہوگیا اور یہ وہ املا تھا جو اس استاد نے اپنے استاد سے سیکھا تھا ۔ محض مثال کے طور پر عرض کروں کہ کتاب میں لفظ ''سرگذشت'' (مع ذال) لکھا ہوا ہے ؛ طالب علم کی آنکھ نے اسی لفظ کا یہی املا دیکھا ، سبق کی تکرار کے دوران بار بار اس کی نظر اس نقش کو اسی طرح یاد داشت کے صفحے پر لکھتی رہی ؛ مگر استاد نے جب کاپی پر تصحیح کی یا خود تختۂ سیاہ پر اس لفظ کو لکھا تو ''سرگزشت'' (زے کے ساتھ) لکھا اور اس کی وجہ یہ تھی کہ انھوں نے اپنی طالب علمی کے زمانے میں اس لفظ کو اسی طرح لکھنا سیکھا تھا ، اب قلم بے اختیار اسی کی تکرار کرتا رہتا ہے ۔ وہ بچہ تو خیر کیا کہتا ، اس کا ذہن الجھے گا ، زبان تو کھلنے سے رہی ؛ لیکن اس کی جگہ کوئی عاقل بالغ طالب علم ہوا ، یا کوئی غیر ملکی طالب علم ہوا جو ہجّے کی اہمیت سے واقف ہے ؛ تو وہ استاد سے الجھے گا اور مشکل یہ ہوگی کہ استاد کوئی فیصلہ کن بات نہیں کہہ پائے گا ، اس لیے کہ اس نے اِس مسئلے پر غور ہی نہیں کیا ہے ۔ بلکہ یوں کہیے کہ اس کو اہمیت کا مستحق ہی نہیں سمجھا ہے ۔ مقصد یہ ہے کہ جب تک صحتِ املا کے قاعدوں کی طرف توجہ نہیں کی جائے گی اور قطعیت کے ساتھ ان کی پابندی نہیں کی جائے گی ، اس وقت تک درسی کتابیں

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

صحیح طور پر مرتب نہیں ہو سکتیں اور عدم تعین ، بے پروائی یا ناواقفیت نے املا میں جس انتشار کو پھیلا رکھا ہے ، اس کی توسیع ہوتی رہے گی۔

اس مسئلے کا ایک اور پہلو بھی توجہ طلب ہے ۔ لغت استناد کا اہم ترین ذریعہ ہوتا ہے ؛ آج اگر کسی لغت کو مرتب کیا جائے تو پہلا مسئلہ وہاں بھی یہی ہوگا کہ لفظ کا املا کیا ہو ۔ حروف کے تعین کی نسبت ہی سے لفظوں کی فصلیں مرتب کی جاتی ہیں ؛ اگر الفاظ میں حرفوں کے تعین اور ترتیب کا قطعی طور پر فیصلہ نہیں کر لیا گیا ہے تو الفاظ کا اندراج کس طرح ہوگا ؟ میں دو مثالوں کی مدد سے اس کی وضاحت کرنا چاہوں گا : (۱) نوراللغات میں لفظ "منہدی" کے ذیل میں یہ صراحت ملتی ہے کہ اس لفظ میں ہائے ہوّز سے پہلے نون لکھنا چاہیے ۔ فرہنگ آصفیہ میں یہ لفظ "میم مع نون" کی فصل میں بھی ملتا ہے اور "میم مع ہائے ہوز" کی فصل میں بھی شامل ہے ۔ اب اگر ایک شخص نے نوراللغات کو دیکھا ہے تو وہ "منہدی" کو صحیح سمجھے گا اور دوسرے نے اگر آصفیہ میں "میم مع نون" کی فصل کو پہلے دیکھا ہے تو وہ بھی "منہدی" کو درست مانے گا اور اگر اس نے پہلے "میم مع ہائے ہوّز" کی فصل دیکھ لی ہے تو وہ "مہندی" کو صحیح سمجھے گا ۔

(۲) لفظ "پھوار" کا املا کیا ہے ؟ نوراللغات میں "پھوار" لکھ کر لکھا گیا ہے کہ بیش تر فصحا کی زبان پر "پھوہار" ہے ۔ یہ تو خیر دو لفظ ہوئے ، نفائس اللغات میں اس کا املا "پھار" ملتا ہے ، نفس اللغة میں "پھہار" لکھا ہوا ہے اور فرہنگ آصفیہ میں اس کی چار صورتیں نظر آتی ہیں : پھار ، پھوار ، پھہار ، پھوہار ، اور ترک و اختیار یا ترجیح کی کچھ صراحت نہیں کی گئی ۔ سوال یہ ہے کہ نصابی کتابوں میں اس لفظ کا کون سا املا اختیار کیا جانا چاہیے ؟ یہ معمولی سوال نہیں ۔

اس انتشارِ املا کی کئی وجہیں ہیں ، مگر سب سے اہم وجہ یہ ہے کہ املا کو ایک مستقل موضوع کی حیثیت سے نہیں دیکھا گیا ۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

مزید ستم یہ ہوا کہ خلطِ مبحث کے طفیل املا کے مسائل رسم خط کی بحثوں میں الجھ کر رہ گئے اور توجہ کا رخ دوسری طرف پھر گیا۔ [حالانکہ یہ دونوں مختلف موضوع ہیں] ۔ اب احوال یہ ہے کہ ہم کبھی "مجھ کو" لکھتے ہیں ، کبھی "مجکو" ۔ "گزرنا" کو کبھی زے سے لکھتے ہیں کبھی ذال سے ۔ "لیے" کو کبھی "لئے" لکھتے ہیں اور کبھی "لیئے" ۔ کوئی شخص "پتا" لکھتا ہے اور کوئی شخص "پتہ" کو صحیح سمجھتا ہے ۔ آخر لفظ میں موجود ی یا ے پر اضافت کی صورت میں ایک شخص ہمزہ کا اضافہ کرتا ہے ، جیسے زندگیٔ جاوید اور رائے عالی ۔ دوسرا شخص اس ی کو مکسور ماننے پر اکتفا کرتا ہے اور "زندگیِ جاوید" اور "رائے عالی" لکھتا ہے ۔ اسی طرح مثلاً ایک شخص (معروف جانور کے معنی میں) "گائے" لکھتا ہے تو دوسرا کہتا ہے کہ ارے صاحب ! یہ تو "گانا" مصدر سے فعل بنایا ہے آپ نے (مثلاً : وہ گانا گائے گا) معروف جانور کے معنی میں تو "گاے" ہے یا جیسے ایک شخص "ہائے" لکھتا ہے تو دوسرا کہتا ہے کہ اس لفظ میں (ایسے اور لفظوں کی طرح) ے موقوف ہے ، یعنی اس کے پہلے الف ہے اور وہ ساکن ہے ؛ آپ نے تو "ہائے" لکھ کر ے کو موقوف کے بجائے ساکن بنا دیا یا یوں کہیے کہ تین حرفی لفظ (ہ ا ے) آپ نے چار حرفی لفظ (ہ ا ء ے) ۔ اس کا صحیح املا تو "ہاے" ہوگا ——— اس طرح کی بیسیوں صورتیں سامنے آتی ہیں ۔ اس بات سے اتفاق کیا جائے گا کہ کسی بھی زبان کے لیے یہ کچھ فخر کی بات نہیں کہ معمولی معمولی الفاظ کا املا متعین نہ ہو یہ کہ املا کے مفصّل قاعدے منضبط نہ ہوں ، نیز رسم خط اور املا کے مباحث کو الگ الگ رکھا جائے ۔

○ ○

املا کی تعریف اس طرح کی گئی ہے کہ "املا در اصل لفظوں میں صحیح صحیح حرفوں کے استعمال کا نام ہے اور جو طریقہ اِن حرفوں کو لکھنے کے لیے استعمال کیا جاتا ہے ، وہ رسم خط کہلاتا ہے" اس بات کو یوں بھی کہہ سکتے ہیں کہ "کسی زبان کو لکھنے کی رائج معیاری

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

صورت " کا نام رسمِ خط ہے اور رسمِ خط کے مطابق صحت کے ساتھ لکھنے کا نام املا ہے ۔ کس لفظ کو کن حروف سے مرکب ہونا چاہیے یا لفظ میں اُن کی ترتیب کیا ہونا چاہیے ؛ یہ مسئلہ رسمِ خط کا نہیں ۔ یا مثلاً یہ بات کہ کون سے حروفِ تہجی ختم کر دیے جائیں یا کسی خاص آواز کے لیے کسی نئی علامت کا اضافہ کیا جائے ؛ یہ بھی املا کے متعلقات ہیں ۔ فرض کر لیجیے آپ نے اُردو کے حروفِ تہجی میں سے آٹھ حرف نکال دیے یا پانچ نئے حرفوں کا یا چار نئی علامتوں کا اضافہ کر دیا : مگر اس سے رسمِ خط کی صورت تو نہیں بدلی ! خلطِ مبحث سے ہم لوگوں کو جو تعلق خاطر ہے اُس کے نتیجے میں بہت سی بحثیں ایسی ہوئیں جو در اصل املا کے مسائل سے تعلق رکھتی تھیں ، مگر وہ رسمِ خط کے عنوان سے شروع ہوئیں اور کبھی اس کے برعکس بھی ہوا ؛ اس غلط پسندی نے بھی املا کے مسائل کی واقعی اہمیت کو نمایاں نہیں ہونے دیا ۔

ایسا بھی ہوا کہ بعض لوگوں نے (حقیقی طور پر یا محض علمی مفروضے کے طور پر) یہ محسوس کیا کہ لفظوں کو لکھنے یا پڑھنے میں مشکلیں پیش آتی ہیں اور یہ کہا کہ اُردو کے رسمِ خط میں اصلاح کی ضرورت ہے ۔ اِن خیر اندیشوں نے اس بنیادی بات کو فراموش کر دیا کہ اصلاح املا میں ہو سکتی ہے ، رسمِ خط میں نہیں ۔ وہ یا تو رہے گا یا نہیں رہے گا ۔ دوسرے لفظوں میں یہ کہا جا سکتا ہے کہ رسمِ خط کو بدلا تو جا سکتا ہے ، اس میں اصلاح نہیں کی جاتی ۔ رسمِ خط میں صورت اور روش کی بنیادی حیثیت ہے ؛ جب ان میں کلیتاً تبدیلی ہو جائے گی ، تب کہا جائے گا کہ رسمِ خط بدل گیا ۔ اُردو کی عبارت کو اُس کے متعارف رسمِ خط میں لکھنے کے بجائے مثلاً رومن اسکرپٹ میں لکھیے تو کہا جائے گا کہ اُردو ایک دوسرے رسمِ خط میں لکھی گئی ہے ۔ ترکی میں رومن رسمِ خط کو اپنا لیا گیا تو اب یہ کہا جا سکتا ہے کہ ترکی زبان کا رسمِ خط بدل دیا گیا ہے ۔ اس کے بر خلاف ، مثلاً بعض علامتوں یا شکلوں میں کسی طرح کی تبدیلی کی جائے تو یہ اُس زبان کے املا میں اصلاح مانی جائے گی ۔

کچھ الجھنیں یوں بھی پیدا ہوئیں کہ اصلاح اور تغیّر ان لفظوں کو مترادف لفظوں کے طور پر استعمال کیا گیا ہے ، حالانکہ ان میں فرق

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ہے ۔ بات یہ ہے کہ املائی تغیرات تاریخی حیثیت رکھتے ہیں اور وہ ترک و اختیار کے مختلف مرحلوں کی نشان دہی کرتے ہیں ۔ تغیر نافذ نہیں کیا جاتا ، آہستہ آہستہ خود بہ خود بروئے کار آیا کرتا ہے ۔ دو مثالوں سے اس کی وضاحت کرنا مناسب ہوگا ۔ انیسویں صدی تک کے بہت سے مخطوطوں میں [اور کچھ مطبوعہ کتابوں میں بھی] لفظ " ماں " (بہ معنی مادر) نون کے بغیر ملتا ہے ۔ یہی صورت لفظ " دونوں " کی ہے ۔ [" ما " ۔ " دولو "] یا مثلاً " تڑپھنا " (مع ہائے مخلوط) اب عموماً " دونوں " ، " ماں " اور " تڑپنا " لکھتے ہیں ۔ یہ تغیر ہے ۔

اصلاح اس سے مختلف عمل ہے ۔ مثلاً انجمن ترقی اردو نے ایک زمانے میں یہ طے کیا تھا کہ عربی کے وہ لفظ جن کے آخر میں ی لکھی جاتی ہے ، مگر پڑھنے میں الف آتا ہے ؛ اردو میں اب اُن کے آخر میں الف ہی لکھنا چاہیے ، جیسے : اعلا ، ادنا ، مولا (وغیرہ) ۔ انجمن کی مطبوعات میں اس کی پابندی بھی کی جاتی تھی ۔ یہ اصلاح ہے ۔ " اصلاح " نافذ کی جاتی ہے ، جب کہ " تغیر " رونما ہوا کرتا ہے ۔ تغیر کا تعلق اصلاً تغیرات کے مختلف مراحل سے ہوا کرتا ہے ۔ اگرچہ آخری درجے میں اس کا تعلق اصلاً املا سے ہوا کرتا ہے ۔

" اصلاح " اور " تغیر " کی طرح " اصلاح " اور " صحت " (یا تصحیح) کے الفاظ بھی عمل اور مقصد کے لحاظ سے مختلف حیثیت رکھتے ہیں ۔ " اصلاح " کا مقصد یہ ہوتا ہے کہ کسی کمی کو دور کیا جائے یا یکسانی یا مزید آسانی پیدا کی جائے صحت سے مراد یہ ہوتی ہے کہ کسی وجہ سے جن لفظوں کے املا میں کوئی غلطی راہ پا گئی ہے ، تو اس کو دور کر کے ، مسلمہ انداز کو واپس لایا جائے —— " اعلیٰ " کے بجائے " اعلا " لکھنے پر جو زور دیا گیا تھا تو یہ قول " اصلاح املا " کے تحت آتا ہے ۔ مقصد یہ تھا کہ اردو میں ایسے لفظوں کو (جہاں تک ہوسکے) اردو کے عام اندازِ نگارش کے مطابق ایک ہی طرح لکھا جائے اور خواہ مخواہ کی ایک غیر ضروری صورت نویسی سے بچا جائے ۔ یہ بات نہیں تھی کہ " اعلیٰ " میں بجائے خود املا کی کوئی غلطی تھی ۔ غلطی کی تصحیح کی جائے گی ، اُسے اصلاح نہیں کہا جائے گا ۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

صحتِ املا کا دائرہ وسیع ہے۔ جن لفظوں میں کسی طرح کی غلط نگری راہ پا گئی ہے، ان کو صحتِ املا کے دائرے میں واپس لانا اس کا مقصد ہے۔ مثلاً کچھ لوگ انجانے پن میں ''بھروسہ، معمہ، تقاضہ، تماشہ، سقّہ'' لکھتے ہیں؛ یہ کہا جائے گا کہ یہ غلط املا ہے؛ ان لفظوں کا صحیح املا ''بھروسا، معمّا، تقاضا، تماشا، سقّا'' ہے۔ یا جیسے کوئی شخص ''بحر ذخار'' (مع ذال معجمہ) لکھتا ہے، تو کہا جائے گا کہ بحرِ زخّار (مع زاے معجمہ) لکھنا چاہیے تھا یا مثلاً ''اِزدحام'' ایک لفظ ہے: اس کو اگر ''اژدہام'' یا ''ازدہام'' یا ''اژدحام'' لکھا جائے گا تو کہا جائے گا کہ املا غلط ہوگیا؛ صحیح املا ''ازدحام'' ہے۔ ان سب لفظوں میں حقیقتاً کسی قسم کا تغیر نہیں ہوا ہے، محض ناواقفیت نے غلط نویسی کے پھیر میں ڈالا ہے۔

اس کی دو صورتیں اور بھی ہیں: ایک تو یہ کہ قواعدِ املا کے منضبط نہ ہونے کی وجہ سے کچھ لفظوں کو اُس طرح بھی لکھا جانے لگا تھا جس طرح نہیں لکھا جانا چاہیے تھا۔ میں ایک مثال سے اس کی وضاحت کروں: قاعدہ یہ ہے کہ جن لفظوں کے آخر میں ہاے مختفی لکھی جاتی ہے، تو محرف صورت میں اُس ہاے مختفی کی جگہ یے لے لیتی ہے؛ مثلاً ''درجہ'' کو جمع کی صورت میں ''درجے'' لکھا جائے گا۔ اسی طرح: درجے میں، درجے سے، درجے پر، درجےکو۔ اب اگر کوئی شخص لکھتا ہے کہ ''انیس نے اپنے مرثیہ میں لکھا ہے'' یا مثلاً ''وہ ساتویں درجہ میں تھا'' یا جیسے ''کعبہ میں جاکے بھول گیا راہ دیر کی'': تو اب قطعیت سے ساتھ کہا جائے گا کہ یہ املا غلط ہے۔ ''درجے میں'' اور ''کعبے میں'' اور ''مرثیے میں'' لکھنا چاہیے تھا۔ پہلے لوگ اس کا التزام نہیں کرتے تھے کہ محرف صورت میں ایسے الفاظ کو بہ یاے مجہول لکھا جائے۔ اب اس کا خیال رکھا جائے گا اور اسے لازم سمجھا جائے گا۔ ایسے التزامات بھی صحتِ املا کے دائرے میں آتے ہیں۔

دوسری صورت یہ ہے کہ بعض لفظوں کو کسی شخص نے ایک خاص طرح صحیح سمجھا، جب کہ وہ اصلاً اُس طرح صحیح نہیں تھے۔ مثلاً مرزا غالب فارسی زبان میں وجودِ ذال کے قائل نہیں تھے اور اس بنا

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

پر وہ "گزشتن" اور "پزیرفتن" کو صحیح سمجھتے تھے (وغیرہ)۔ مرزا صاحب کا یہ خیال صحیح نہیں تھا۔ یہ بھی غلطی تھی، لیکن یہاں اس غلطی کی نوعیت مختلف ہے۔ اصولِ تدوین کے تحت غالب کا کلام جب مرتب کیا جائے گا تو ان کے یہاں تو ایسے سب لفظوں میں ذال کی جگہ زے لکھی جائے گی، لیکن عمومی طور پر قاعدہ یہی رہے گا کہ جن فارسی لفظوں میں اصلاً ذال ہے، ان کو مع ذال لکھا جائے اور جن میں زے ہے ان میں زے لکھی جائے اور اس بنا پر "گذشتن" اور اس کے سارے مشتقات کو مع ذال لکھا جائے گا: مثلاً: گذشتہ (یارانِ گذشتہ) گذراں (عمر گذراں) گذرگاہ، راہ گذر ——— اور "گزاردن" کے جملہ مشتقات میں زے لکھی جائے گی، جیسے: گزارش (منظور ہے گزارشِ احوالِ واقعی) عبادت گزار، تہجد گزار——آج اگر کوئی شخص یوں لکھے کہ "آپ کی خدمت میں گذارش ہے" تو کہا جائے گا کہ اس جملے میں "گذارش" کا اسلا غلط ہے، یہاں "گزارش" کا محل ہے۔ [یہ دو مختلف لفظ ہیں۔ "گذارش" کے معنی ہیں: چھوڑنا۔ اور "گزارش" کے معنی ہیں: پیش کرنا، ادا کرنا۔] اسی طرح اگر کوئی شخص "گزشتہ" یا "راہ گزر" لکھے گا تو کہا جائے گا کہ ان لفظوں کا اسلا غلط ہے۔ "گذشتہ" اور "راہ گذر" لکھنا چاہیے تھا۔

یا جیسے ایک زمانے میں ہاے ملفوظ کی کتابت میں امتیاز کو ملحوظ نہیں رکھا جاتا تھا، مگر آج اس میں امتیاز کو ملحوظ رکھنا لازم سمجھا جاتا ہے؛ اس بنا پر اگر آج کوئی شخص مثلاً "انہوں" یا "کمہار" لکھے گا، تو فوراً کہا جائے گا کہ یہ غلط اسلا ہے۔ "انھوں" اور "کمھار" صحیح اسلا ہے۔ فرض کر لیجیے کسی نے میر کے اس مشہور شعر کو اس طرح لکھا:

سرہانے میر کے کوئی نہ بولو　　ابھی ٹک روتے روتے سو گیا ہے

تو کہا جائے گا کہ مصرع اول میں ایک لفظ کا اسلا غلط ہے، اسے یوں لکھنا چاہیے تھا:

سرھانے میر کے کوئی نہ بولو　　ابھی ٹک روتے روتے سو گیا ہے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ایسی اور باتیں بھی ہیں ۔ آج تحریر میں ایسی جملہ بے قاعدگیوں کا شمار غلطیوں میں کیا جائے گا اور صحیح املا کو لازم قرار دیا جائے گا ۔ یہ سارے امور صحت املا سے تعلق رکھتے ہیں ۔

تغیّر ، اصلاح اور تصحیح کے علاوہ ایک صورت اور بھی ہے اور س کا تعلق دراصل املا کی معیار بندی سے ہے ۔ اس کے لیے ''ترجیح'' کا لفظ استعمال کرنا مناسب ہوگا ۔ بہت سے لفظ ایسے ہیں جن کی ایک سے زیادہ صورتیں لغات میں ملتی ہیں اور یہ صراحت نہیں ملتی کہ اُن میں سے اب مرجّح صورت کون سی ہے ۔ اس کی اصل وجہ یہ ہے کہ ایسے الفاظ کا اس لحاظ سے جائزہ نہیں لیا جائے گا ۔ اسی ذیل میں دبستانی اختلافات بھی آتے ہیں ، جیسے اہل دہلی ''سمالع'' لکھا کرتے تھے اور لکھنؤ کے لغت نگاروں نے اس لفظ کا املا ''مسالا'' مانا ہے ۔ ان صورتوں میں سے کسی صورت کو غلط کہا نہیں جا سکتا ، یہ مسئلہ غلط اور صحیح املا کا نہیں ؛ مگر دبستانی اختلاف (وغیرہ) سے قطع نظر کر کے یہ فیصلہ کرنا ہی ہوگا کہ کسی لفظ کی دو یا دو سے زیادہ صورتوں میں سے اب کسی صورت کو مرجّح قرار دیا جائے (یا پھر کہہ دیا جائے کہ یہ مسئلہ غلطی اور صحت کا نہیں) ایسے الفاظ کے سلسلے میں ترجیح کا تعین ضروری ہے ، کیونکہ اس ''ترجیح'' کے بغیر نصابی کتابوں میں املا کی یکسانیت پیدا نہیں ہو سکتی ۔ اس ترجیحی عمل کو بھی صحت املا کی ایک دوسری صورت قرار دیا جانا چاہیے ۔

○

''املا در اصل لفظ میں صحیح صحیح حرفوں کے استعمال کا نام ہے'' یا یوں کہیے کہ املا ''لفظوں کی تصویر کھینچنا ہے'' اسی بات کو لغت میں یوں لکھا گیا ہے کہ ''رسم خط کے مطابق صحت سے لکھنا''۔ اس میں لفظ ''صحت'' کلیدی اہمیت رکھتا ہے ۔ اس سلسلے میں یہ وضاحت ہمارے سامنے رہنا چاہیے کہ کسی لفظ میں شامل حروف کے تعین ، اُن کی ترتیب کے تعین اور اُن کے جوڑوں کی بنیادی حیثیت ہے ۔ مثلاً لفظ ''مہندی'' میں نون کہاں پر آئے گا ؟ لفظ ''گھر'' میں ،

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کہنی دار لکھی جائے گی یا دو چشمی ؟ ''جودت'' اور ''معجزہ'' میں ج کی صورت کیا ہو گی ؟ (وغیرہ) یہ سب صحت املا کے دائرے میں شامل ہیں ۔

املا کا تعلق اصلاً ''لفظ'' سے ہے اور لفظ مفرد بھی ہوتا ہے اور مرکب بھی ؛ اس لیے یہ دونوں صورتیں اس تعریف میں شامل رہیں گی ۔ اب سے پہلے لفظوں کو ملا کر لکھنے میں تکلف نہیں کیا جاتا تھا ؛ مثلاً ''اُن نے'' کو ''اُننے'' (یا اُنے) لکھنے میں کچھ حرج نہیں سمجھا جاتا تھا ۔ آج اس پر اصرار کیا جائے گا کہ ''اُن نے'' لکھا جائے ۔ دو یا زیادہ لفظوں کو ملا کر لکھنا اس زمانے کی عام روش تھی ۔ کوئی قاعدہ یا طریق کار مقرر نہیں تھا ، بس آسانی اور خوش نمائی کے لحاظ سے یا محض عادت کے طور پر لفظوں کو علاحدہ علاحدہ یا ملا کر لکھا جاتا تھا اور اسے کوئی قابل توجہ مسئلہ نہیں سمجھا جاتا تھا ۔ اصلاً یہ بے ضابطہ صورت حال خط نستعلیق کے اُن اساتذہ کی پیدا کی ہوئی تھی جو وصلیاں لکھ کر کمال فن کا مظاہرہ کیا کرتے تھے ۔ چوں کہ شروع شروع میں نستعلیق کے اساتذہ بیش تر وصلیاں ہی لکھتے تھے ۔ اس لیے اُن کے نزدیک اصل حیثیت اس کی تھی کہ کس جگہ پر خوش نمائی کا تقاضا کیا ہے اور یہ بھی کہ جگہ کتنی ہے ۔ قواعد نویسوں نے املا کے قاعدے تو بنائے تھے نہیں ، اس لیے وہ بھی کیا کرتے ۔ غرض کہ مرکبات کے لکھنے کے لیے کوئی ضابطہ نہیں بن پایا ۔ یہ اُسی کا اثر ہے کہ اس سلسلے میں بے حد خلفشار پایا جاتا ہے ۔ انجمن ترقی اُردو نے اور باتوں کے علاوہ صحت املا کے ذیل میں یہ قاعدہ بھی بتایا تھا کہ امکان کی حد تک لفظوں کو الگ الگ لکھنا چاہیے ۔ صاحب نظر لوگوں نے اس کو تسلیم کیا اور برتا بھی ۔ اب گویا مرکبات میں اجزا کو الگ الگ لکھنا صحت سے قرین سمجھا جاتا ہے ۔ یہ ترجیحی عمل ہے ۔ اس کا لازمی نتیجہ یہ نکلا کہ مرکبات کے طریق تحریر کو بھی املا کی بحث میں سمجھنا چاہیے ۔

اس بحث کے بعد یہ بات بھی صاف ہو جاتی ہے کہ حرکات یا علامات نفس املا میں شامل نہیں ۔ اس کی منفصل بحث ''اعراب و علامات'' عنوان

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کے تحت آئے گی ۔ اسی طرح رموز اوقاف بھی شامل املا نہیں ۔ صحت عبارت کی غرض سے یا پڑھنے والوں کی آسانی کی خاطر (مثلاً ابتدائی نصابی کتابوں میں) یہ ضروری ہو سکتے ہیں اور ہوتے ہیں ، خصوصاً نظم میں ؛ مگر لفظوں کی صورت نویسی سے اُن کا لازمی تعلق نہیں ۔ البتہ صحت کلام کے اسباب و وسائل میں ان کو شمار کیا جائے گا اور اس لحاظ سے اُن کی اہمیت بہت زیادہ ہے اور ان کی پابندی (جہاں تک ہو سکے) ضروری ہے ۔

تنوین کے اعراب ، الف ممدودہ کا مد اور تشدید ؛ یہ تینوں اجزا شامل املا ہیں ، اس بنا پر کہ یہ تینوں علامتیں اصلاً حروف کی قائم مقامی کرتی ہیں ۔ تنوین کو "ن" کا قائم مقام سمجھنا چاہیے ، مد ایک الف کی نشان دہی کرتا ہے اور تشدید اُسی حرف کی تکرار کے ذریعے) ایک مستقل حرف کی علامت ہے ۔ ان میں سے مد اور تنوین کو تو عموماً پابندی کے ساتھ استعمال کیا جاتا ہے ، مگر تشدید کو کبھی لکھا جاتا ہے اور کبھی چھوڑ دیا جاتا ہے ۔ مد اور تنوین کی طرح تشدید لکھنے کا بھی التزام کرنا چاہیے ۔

O

الفاظ کی صورت نویسی کا تعلق املا سے ہے ۔ اس صورت نویسی کے لیے مستعمل روش خط کو بنیاد مانا جائے گا ۔ چونکہ اُردو میں تحریر کی حد تک خط نستعلیق کا چلن عام ہے ، اس لیے حرفوں اور لفظوں کی صورت نگاری کے لیے اسی خط کو بنیاد بنایا جائے گا اور اُس کے ضابطوں کی پابندی کی جائے گی ۔ مفرد حرفوں کی صورت ، اُن کے جوڑ بند ، کشش ، دامن ، دائرے ، شوشے وغیرہ ؛ سب کے لیے خط نستعلیق کے قاعدوں کو اور اس کی سر مشق کو پیش نظر رکھا جائے گا ۔

اس سلسلے میں کچھ وضاحت ضروری معلوم ہوتی ہے ۔ اُردو میں خط نسخ خط شکستہ اور خط نستعلیق ؛ ان تینوں خطوں کی حیثیت متعارف خطوں کی ہے لیکن کچھ فرق کے ساتھ ۔ خط شکستہ پرانے دفتروں کی یادگار ہے ۔ اس کی تشکیل بھی دفتری ضرورتوں نے کی تھی ، جہاں

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

نستعلیق کی نوک پلک سنوارنے کی فرصت کم ملتی تھی اور نسخ کی دیر طلب روش کے لیے بھی گنجائش کم سے کم تھی ۔ اب اس کا چلن محدود ہے ۔ اب صورت یہ ہے کہ عام طور پر عبارت اس طرح لکھی جاتی ہے کہ اصل روش تو نستعلیق کی ہوتی ہے ، ہاں کبھی کبھی بعض کششیں خط شکستہ کی بھی شامل ہو جاتی ہیں اور کتابت میں مکمل طور پر خط نستعلیق سے کام لیا جاتا ہے ۔ خط نسخ کا تعلق اب ٹائپ سے ہے یا عربی زبان کی تحریروں سے ۔ خط نسخ ہو یا خط شکستہ ، عام تحریر سے ان کا تعلق بہت دور کا ہے ۔ بچہ شروع میں جب لکھنا سیکھتا ہے تو اُسے صرف نستعلیق کی روش سکھائی جاتی ہے ۔ اس لیے ابتدائی اور بنیادی اہمیت اسی خط کی ہے ۔ طالب علم کا ٹائپ سے سابقہ ذرا بعد کو پڑتا ہے اور قلم کا اُس سے سابقہ کبھی نہیں پڑتا ۔ صرف آنکھوں تک اُس کی رسائی ہوتی ہے ۔ شروع میں جب بچے کو لکھنا سکھایا جاتا ہے ، یعنی وہ صحیح اور حقیقی وقت جب املا سیکھتا ہے ، تو اُس وقت صرف نستعلیق کی روش اُس کو سکھائی جاتی ہے اور خیال یہ ہے کہ آیندہ بھی یہی صورت رہے گی ۔ یہ بات بھی ملحوظ خاطر رہے کہ نسخ اور نستعلیق میں ترتیب حروف کا فرق نہیں ہوتا ۔ چونکہ یہ دو مختلف روشیں ہیں ، اس لیے حرفوں کے جوڑ میں اور اُن کی صورت میں کچھ فرق پیدا ہو جاتا ہے ، مگر یہ فرق ایسا ہوتا ہے کہ نگاہیں جلد ہی اس سے مانوس ہو جاتی ہیں ۔ قلم برابر نستعلیق کی روش پر چلتا رہتا ہے اور نظر بے تکلف نسخ میں لکھی ہوئی عبارت کو پڑھ لیتی ہے اور کسی طرح کی الجھن پیدا نہیں ہوتی ۔ نسخ کتنا ہی مقبول ہو جائے ، وہ رہے گا مشین کے پاس (ٹائپ کی صورت میں) - اُردو تحریر کے لیے ہاتھ اور قلم کے کام نستعلیق ہی آتا رہے گا ۔

•

ایک وضاحت

اس بحث میں جب ہم لفظ ''خط'' استعمال کرتے ہیں تو وہ تحریر کی کسی خاص روش کے معنی میں آتا ہے ، رسمِ خط کے معنی میں نہیں آتا ۔ رسم خط تو ایک ہے اور روشیں بہت سی ہیں ، جن کا سلسلۂ نسب خطاطی سے ملتا ہے ۔ خطاطی ایک مستقل فن تھا ، جس نے مصوری کے انداز پر فروغ پایا اور اسی نسبت سے تزئینی خطوں کی تشکیل ہوئی ۔ خط طغرا ، خط گلزار ، خط غبار وغیرہ اسی کی آئنہ داری

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کرتے ہیں ؛ اسی بنا پر آرائشی خط ، فن خطاطی کے دائرے میں آتے ہیں ۔ رسم خط کی بحثوں سے ان کا تعلق نہیں ۔ خط نستعلیق ، خط نسخ ، خط شکستہ ؛ یہ بھی خطاطی کے خاندان سے تعلق رکھتے ہیں ، لیکن اس بنا پر کہ عام تحریر میں ان کا چلن رہا ہے اور ان سے آرایش کا نہیں ، تحریر کا کام لیا گیا ہے ؛ اس لیے یہ اُردو کے متعارف انداز تحریر کی تین قسمیں ہیں ۔ اس طرح ان تین خطوں کو رسم خط سے قریب کا تعلق رہا اور باقی خطوں کو دور کی نسبت رہی ، یہاں تک کہ وہ ایک مستقل فن یعنی خطاطی کے ایسے اجزا قرار پائے جو بجائے خود ایک مستقل صنف کی حیثیت سے مشخص ہوئے ۔ خط نستعلیق خطاطی کے کمال کا شاہ کار ہے ، مگر تحریر میں مستقلاً استعمال ہونے سے اس کی افادی حیثیت روشن ہوئی اور اب وہ اُردو املا کا خاص موضوع ہے ۔ اس میں شک نہیں کہ ہر خط کا اپنا انداز ہے ، جس کے ضابطے مقرر ہیں ؛ مگر یہ ایسا انداز نگارش ہے جس کا مقصد ہی مختلف ہے مقصد یہ ہے کہ خطاطی کے مباحث کو رسم خط اور املا کے مباحث میں آمیز نہیں کرنا چاہیے اور صحت املا کی اس بحث کو آرائشی خطوں سے غیر متعلق سمجھنا چاہیے ۔

○

املا کی صحت اور اصلاح بہت ضروری اور ترجیحی صورتوں کا تعیّن بھی ضروری ہے ۔ اسی کے ساتھ اس بات کو بھی مان لینا چاہیے کہ املا میں انقلابی تبدیلیوں کی گنجائش نہیں ۔ اصلاح املا کے ذیل میں بعض لوگوں نے انقلابی تجویزیں بھی پیش کی ہیں ۔ ایسے مضامین کا جائزہ لیا جائے تو معلوم ہو گا کہ دو باتوں پر خاص کر زور دیا گیا ہے ۔ ایک تو یہ کہ اُردو میں ایک آواز کے لیے ایک حرف ہونا چاہیے ۔ دوسری بات یہ کہ جو حرف پڑھنے میں نہیں آتے ، اُن کو لکھا بھی نہ جائے ۔ یہ دونوں تجویزیں اصلاح کے بجائے تبدیلی کا حکم رکھتی ہیں ۔ اس بات کو نظر انداز کر دیا گیا کہ ایسی تبدیلیوں کا نفاذ ممکن بھی ہے ؟ اصلاح اور تصحیح کی جس قدر اور جس طرح گنجایش ہوتی ہے ، تبدیلی کی اس طرح گنجایش نہیں ہوتی ۔ یہ دو بالکل مختلف عمل ہیں ۔ اس سلسلے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

میں اس بنیادی بات کو بھی فراموش کر دیا گیا کہ دنیا کی کوئی بھی زبان تحریری سطح پر اس حد تک سائنٹیفک نہیں کہ اس میں خامیاں نہ ہوں ۔ یہ قول کسی عامی کا نہیں ، زبان کے ماہروں کا ہے ۔ انگریزی ہی کے متعلق کہا گیا ہے کہ اس میں ایسے ستر عیب نکالے جا سکتے ہیں ۔ رسم خط ہو یا املا ؛ ان کا حال کیلنڈر کا سا ہو تا کہ آخری تاریخ ختم ہوتے ہی ورق الٹ دیا ۔ علمی اور سائنسی حقیقتوں کے علاوہ ، رواج اور روایتوں کی بنائی ہوئی حقیقتیں بھی ہوا کرتی ہیں ؛ بہت سے مواقع اور مقامات ایسے ہیں جہاں سائنسی صداقت اور علمی حقیقت پسندی کو روایت کی تراشیدہ اور پروردہ حقیقت کا احترام کرنا پڑتا ہے اور اس مجبوری کا ابھی تک کوئی علاج دریافت نہیں ہو سکا ہے ۔

ایسی انقلابی تجویزیں پیش کرنے والوں میں سے بعض صاحبِ نظر تو علم لسانیات کے مارے ہوئے ہیں اور کچھ لوگ اپنے اس خیال یا دوسروں کے اس اعتراض سے متاثر تھے کہ اُردو املا میں ساری خرابیاں ہم آواز حرفوں اور زائد حرفوں کی پیدا کی ہوئی ہیں ۔ مگر یہ محض ایک مفروضہ ہے ۔ اس کے سوا کہ ایسی انقلابی تجاویز موجودہ حالات میں ناقابلِ عمل ہیں ، ایک اہم بات یہ بھی ہے کہ آپ جب کسی زبان کو سیکھنا چاہیں گے تو تفہیم زبان کے پورے آداب کے ساتھ اس کو سیکھنے پر مجبور ہیں اور ایسی کوئی زبان نہیں جس میں ایسی بہت سی مشکلیں اور الجھنیں موجود نہ ہوں ۔ یہ مشکلیں زبانوں کے رگ ریشے میں پیوست ہو چکی ہیں اور زمانۂ دراز کے عمل ارتقا کے وسیلے سے وہ مختلف اجزا زبان میں جذب ہو چکے ہیں ۔ کہیں اوپر سے ان کا پیوند نہیں لگایا گیا تھا کہ ان کو اُدھیڑ پھینکا جائے ۔

ایسی تجاویز سے فائدہ تو کچھ نہیں پہنچا ، پہنچ بھی نہیں سکتا تھا ؛ البتہ نقصان یہ ہوا کہ صحت املا کے حقیقی مسائل کی طرف توجہ پوری طرح مبذول نہیں ہو پائی ۔ بہ ہر صورت ، ہم کو دو باتیں واضح طور پر مان لینا چاہیے : ایک تو یہ کہ اردو کے رسم خط کو نہیں بدلا جا سکتا اور دوسری یہ کہ املا میں انقلابی تبدیلیاں نہیں کی جا سکتیں ۔ اسی طرح اس بات کو بھی واضح طور پر ماننا چاہیے کہ املا میں غلط نگاری نے بہت کچھ راہ پائی ہے اور عدم تعین نے انتشار کو پھیلا رکھا ہے ۔ اس

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

کی ضرورت ہے کہ الفاظ کا تفصیل کے ساتھ جائزہ لیا جائے اور تصحیح کا مکمل گوشوارہ تیار کیا جائے۔ نیز املا کو ایک مستقل موضوع کی حیثیت سے دیکھا جائے اور اسی حیثیت سے اس کے ضابطے مرتب کیے جائیں۔

○

صحتِ املا کے مسئلے کی طرف وقتاً فوقتاً مختلف حضرات نے توجہ ضرور کی، مگر اکثر یہ ہوا کہ اس کے ساتھ ایسی تجاویز کو منسلک کر دیا گیا جو قابل قبول نہیں ہو سکتی تھیں اور کبھی املا کی بحث، رسم خط کی بحث میں الجھ کر رہ گئی۔ دوسری بات یہ ہوئی کہ جستہ جستہ باتیں کہی گئیں۔ ایک مستقل موضوع کی حیثیت سے تفصیل کے ساتھ جملہ تعلقات کا احاطہ نہیں کیا گیا۔ ان وجوہ سے ساری خرابیوں کا پورا پورا اندازہ عام طور پر نہیں ہو پایا۔

یہ بات نہیں کہ اس موضوع کی طرف توجہ ہی نہ کی گئی ہو۔ اب سے بہت پہلے ۱۹۰۵ء میں مولانا احسن مارہروی مرحوم نے صحتِ املا کے کچھ قاعدوں کی طرف توجہ دلائی تھی اور رسالۂ فصیح الملک میں کچھ واقعی اہم تجاویز پیش کی تھیں۔ ڈاکٹر غلام مصطفیٰ خاں نے اپنی کتاب ''علمی نقوش میں'' ان تجاویز کو نقل کیا ہے، ان کی عبارت یہ ہے:

> ''مئی ۱۹۰۵ء کے رسالۂ فصیح الملک میں مولانا احسن مارہروی مرحوم نے املا پر زور دیا ...... انھوں نے خصوصاً ان باتوں پر زور دیا:

(۱) دیکھیے، دیجیے، اس لیے وغیرہ میں لیے سے پہلے ہمزہ نہ لکھا جائے۔

(۲) ہندی الاصل الفاظ کے آخر میں ہائے مختفی نہ ہو بلکہ الف ہو، جیسے پتا، بھروسا، کلیجا، مہینا ...... وغیرہ۔

(۳) اسی طرح حلوا، معما، تمغا، چلیپا، ناشتا وغیرہ میں خواہ مخواہ ہ نہ لکھی جائے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(۴) جس لفظ کے آخر میں ہ آئے تو فاعلیت ، مفعولیت اور اضافت کی حالت میں اسے یے سے لکھا جائے ، جیسے : کسی زمانے میں ۔ اِسی طرح حالت ترکیبی یعنی عطف و اضافت میں بھی عربی فارسی الفاظ اُسی طرح لکھے جائیں جس طرح بولتے ہیں ، مثلاً : لب و لہجے میں ، مقدمے بازی میں وغیرہ ...... ۔

اِسی رسالے میں مولانا لکھتے ہیں کہ : "جو الفاظ الگ الگ لکھے جانے میں اجنبی نہیں معلوم ہوتے اور جن کی ترکیب بھی جدا گانہ ہے ، اکثر جدا جدا لکھے جائیں گے ، جیسے : آئیں گے ، ہوں گے ، جس کی ، آپس میں ، غرض کہ ، بل کہ ، کیوں کہ ، علاحدہ ، حال آں کہ ، چناں چہ ، چوں کہ ، کون سی ، اس واسطے کہ ، دل چسپ ، دل کش ، ہم سر ، کم یاب ، خوب صورت وغیرہ "۔

یہ تجاویز ناتمام اور مختصر سہی ، لیکن اہم ہیں اور اندازہ ہوتا ہے کہ مولانا مرحوم کے ذہن میں اس موضوع کی اہمیت کا احساس موجود تھا ، یہ الگ بات ہے کہ وہ اس طرف کماحقہٗ ، توجہ نہیں کر سکے ۔

ڈاکٹر عبدالستّار صدیقی (مرحوم) واحد شخص تھے جنہوں نے املا کو ایک مستقل موضوع کی حیثیت سے اپنی توجہ کا مرکز بنایا اور ساری عمر دوسروں کو اس طرف متوجہ کرتے رہے ۔ ان کے متعدد مقالے اور بعض کتابوں کے مقدمات اور تبصرے اس سلسلے میں خاصی اہمیت رکھتے ہیں [ان کے مقالات ، مقدمات اور تبصرے دو جلدوں میں اُتّر پردیش اردو اکیڈمی (لکھنؤ) کی طرف سے زیر طبع ہیں] ۱۹۴۳ء میں انجمن ترقی اردو (ہند) نے اصلاح املا کے سلسلے میں ایک کمیٹی مقرر کی تھی ، اس کمیٹی کی رپورٹ ۱۹۴۴ء میں رسالۂ اردو میں شائع ہوئی تھی ۔ اس سلسلے میں ڈاکٹر صدیقی مرحوم اور بابائے اُردو مولوی عبدالحق مرحوم کی کوششوں کو بہت دخل تھا ۔ بابائے اردو نے اس کا خاص طور پر اہتمام کیا تھا کہ انجمن کی مطبوعات میں صحت املا کو بہ طور خاص ملحوظ رکھا جائے اور اس کمیٹی کی اہم سفارشوں پر عمل کیا جائے ۔

(سہ ماہی اردو کراچی ۔ شمارہ ۴ ۔ ۱۹۸۴ء)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اُردو املا کے مسائل کا حل

غلام رسول

اس میں شک نہیں کہ اردو املا کا مسئلہ ایک ٹیڑھا مسئلہ ہے جو ارباب اردو کو دعوت غور و فکر دیتا ہے ، تا کہ اردو رسم خط کی اصلاح ہو سکے اور اس کے ذریعے زبان کی اشاعت و مقبولیت بڑھے ۔ ہماری زبان اور ادب کی تعلیم شروع ہی سے علمائے فارسی عربی کے زیر تربیت ہوتی رہی ہے ۔ اس کا فطری نتیجہ یہ ہوا کہ فارسی عربی کے اثرات اردو رسم خط پر پڑے ، جس سے اردو املا بھی متاثر ہوا ۔ خالص زبان کی حیثیت سے اس کی لکھاوٹ کی اصلاح کا خیال اس کے پیش روؤں کو پیدا نہیں ہوا ۔ موجودہ زمانے میں جب کہ اردو میں تبادلۂ خیال کے ذریعے اور تجارتی کاروبار کے سبب کئی زبانوں کے الفاظ داخل ہوئے ہیں ، ایسے موقع پر اردو رسم خط اور اس کے املا میں اصلاح کی سخت ضرورت ہے ۔ اسی وجہ سے پیش آنے والی دقتوں کا حل نیچے کی سطروں میں بیان کیا جاتا ہے :-

سوال ۱ : حسب ذیل الفاظ مختفی "ہ" سے لکھے جائیں یا الف سے ؟

(الف) ٹھیٹ اردو ہندی الفاظ مثلاً : باڑا (باڑہ) پتا (پتہ) پیسا (پیسہ) پنجرا (پنجرہ) پٹاخا (پٹاخہ) پھپا (پھپہ) سہینا (سہینہ) چھاپا (چھاپہ) ۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(ب) اسمائے معرفہ جیسے کلکتہ ، آگرہ ، مغل پورہ ۔

(ج) ایسے الفاظ جو یورپی زبانوں سے اردو میں آئے ہیں ؛ جیسے : ڈراما ، فرما ، مارکا ۔

(د) ایسے الفاظ ، جو فارسی یا عربی سے نکلے تو ہیں ، مگر خود ان زبانوں میں ان کا وجود اس حیثیت میں نہیں پایا جاتا یا جن میں اردو والوں نے کوئی تصرف کر لیا ہے ؛ جیسے : بدلا (بدلہ) بے فکرا (بے فکرہ) نو دولتا (نو دولتہ) بعضا (بعضہ) دوماھا (تصرف کی صورت) ۔

(ہ) ایسے الفاظ : جو ایک اردو اور ایک فارسی یا عربی جز سے بنے ہیں :- پچ رنگا (پچ رنگہ) تماہا (تماہہ) ۔

جواب ۱ : (الف) انھیں الف ہی سے لکھا جائے ، کیوں کہ اوپر کے الفاظ ٹھیٹ اردو ہندی کے ہیں ۔ ہائے مختفی کا استعمال زیادہ تر فارسی لفظوں میں ہوتا ہے ، اردو میں بہت ہی کم ، چونکہ پہلے کے اہل علم کو فارسی کی زبان زیادہ مزاولت تھی ، اس لیے انھوں نے فارسی نہج پر اردو لفظوں کو بھی لکھنا شروع کیا ، جو اب تک ہماری زبان میں رائج ہے ۔ اردو کے لحاظ سے ان کی لکھاوٹ پر نظر ثانی کرنے کی ضرورت ہے ۔

(ب) ہائے مختفی سے لکھے جائیں ، کیونکہ ان لفظوں کے آخر میں (ہ) مختفی ہے ۔

(ج) الف سے لکھے جائیں ، کیوں کہ یہ الفاظ انگریزی کے ہیں ان میں ہائے مختفی کا استعمال نہیں ہوتا ہے ۔

(د) بدلا ، ٹھیٹ اردو کا لفظ ہے ، اس لیے اس کو (ہ) مختفی سے نہ لکھا جائے ۔ بے فکرہ ، نو دولتہ ، بعضہ ،

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

دو ماہہ میں سے (بے فکرہ اور نو دولتہ) کو فارسی سے اور (بعضہ) کو عربی سے مورد بنایا ہے۔ یہ سب صفت ہیں۔ اردو کے لحاظ سے صفت کی علامت الف ہونی چاہیے ، لہٰذا ان کو الف سے لکھا جائے اور دوماہہ میں تصرف کر کے مورد بنایا گیا ہے؛ اس لحاظ سے اس میں صفت کی علامت الف ہونی چاہیے۔ پس اس کو بھی الف سے لکھا جائے۔

(ہ) الف سے لکھے جائیں ، کیوں کہ یہ سب صفت ہیں۔ صفت کے لحاظ سے الف کی علامت ہونی چاہیے۔

سوال ۲ : وہ الفاظ ، جو خود عربی یا فارسی میں الف سے لکھے جاتے ہیں ، انھیں (ہ) سے اور جو (ہ) سے لکھے جاتے ہیں ، انھیں الف سے لکھنا کہاں تک درست ہے؟ مثلاً خارا کو خارہ ، آشکارا کو آشکارہ ، حلوا کو حلوہ ، سقا کو سقہ ، مزہ کو مزا ، معما کو معمہ ، مربا کو مربہ ، سکتہ کو سکتا یا گلہ کو گلا۔

جواب ۲ : ان میں خارہ ، آشکارہ ، مزہ فارسی الفاظ ہیں اور یہ صفت ہیں۔ اردو کے لحاظ سے ان کو الف ہی سے لکھنا مناسب ہے۔ حلوہ ، سقہ ، معمہ اور سکتہ ، یہ عربی کے الفاظ ہیں۔ ان میں سکتہ کو (ہ) سے لکھا جائے تاکہ سکتا فعل سے التباس پیدا نہ ہو۔ باقی کو اردو کے لحاظ سے الف ہی سے لکھنا چاہیے۔ گلہ خالص فارسی کا لفظ ہے اور اس کے آخر میں (ہ) مختفی ہے اس لیے اس کو ہائے مختفی سے لکھا جائے۔

سوال ۳ : ایسے الفاظ کا املا فارسی طرز پر ہو یا عربی طرز پر ، جو اردو میں فارسی کی وساطت سے آئے ہیں اور جن میں فارسی والوں نے کچھ تصرف کر لیا ہے۔ مثلاً : جزء (حصہ) بغیر واو یا (جزو) واو کے ساتھ۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

جواب ۳ : جزء کا املا عربی طرز پر ہونا چاہیے کیوں کہ اس کا اصل املا یہی ہے ، البتہ جب اس کو موصوف بنایا جاتا ہے ، تو اس وقت ہمزے کو (واو) سے بدل دیتے ہیں جیسے : جزوی وقت ، جزوی آمدنی ۔ لیکن جزء کا خود اردو املا بغیر ہمزے کے ہونا چاہیے ۔

سوال ۴ : (الف) جن الفاظ میں الف بصورت (ی) یا الف بصورت (واو) آتا ہے ، انہیں عربی طرز پر لکھا جائے یا تنہا الف سے؟ مثلاً : زکوٰة یا زکات ۔ اعلیٰ یا اعلا (ایسے الفاظ ، جنہیں فارسی یا خود عربی میں تنہا الف سے لکھتے چلے آئے ہیں ، یقیناً مستثنیات میں سے ہیں جیسے دنیا ، عصا ، تمنا ، تماشا ، تقاضا ، ماجرا ، معما وغیرہ ۔ بعض الفاظ میں اردو والے الف بصورت (ی) لکھتے ہیں ، حالانکہ ان کا تنہا الف سے لکھا جانا صحیح ہے ۔ مثلاً : استعفاء ، ارتضاء ، اصطفاء ، اجتباء ۔

(ب) جن الفاظ کے کسی حرف پر کھڑا زبر (الف بطنی) آتا ہے ، انہیں دو طرح سے لکھتے ہیں مثلاً : اسحٰق ، اسماعیل ۔ پہلا طریقہ قدیم ہے ، جو بڑی حد تک متروک ہے ؛ مثلاً : سلیمان کو سلیمٰن کوئی نہیں لکھتا ۔ بعض صرف ایک ہی طرح سے لکھے جاتے ہیں ؛ مثلاً : ہٰذا ، الٰہ ، الٰہ آباد وغیرہ ۔ آیا ان مستثنیات کے باوجود قدیم طرز کو کلیتہً متروک قرار دے دینا مناسب ہوگا ؟ (انجمن ترقی اردو کا فیصلہ ہے کہ ایسے تمام الفاظ جدید طرز پر لکھے جائیں یعنی زکوٰة کو زکات ۔ اعلیٰ کو اعلا اسمٰعیل کو اسماعیل لکھا جائے) ۔

جواب ۴ : (الف) زکوٰة میں الف بصورت واو اعلیٰ میں الف بصورت (ی) ۔ یہ قدیمی اور عربی طرز ہے جو عربی علما کی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

وساطت سے اردو میں رائج ہوگیا ہے اور اس کا اب تک چلن ہے ۔ اس کو بدلنے کی ضرورت ہے ۔ جدید طرز پر اردو میں تنہا الف کے ساتھ زکات اور اعلا اور بغیر ہمزے کے استعفا ، ارتقا ، اصطفا ، اجتبا کو لکھنا چاہیے ۔

(ب) اوپر کے الفاظ کو کھڑے زبر سے لکھنے کا عربی طرز ہے ، جو اردو کے لیے موزوں نہیں ہے ، اس کے لحاظ سے ان کو متصل الف سے لکھنا چاہیے ۔ جیسے : اسحاق ، اسماعیل ۔ ہذا ، لہذا ، الہ ، الٰہی ۔ یہ عربی کھڑے زبر کی مثالیں ہیں ، جو اردو میں قدیم سے بلا الف بطنی مروج ہیں یعنی ہذا ، لہذا ، الہ ، الہی ، ان کی لکھاوٹ کو بالاتفاق مان لیا گیا ہے ۔ اس لیے ان کو اسی نہج پر لکھنا چاہیے ۔

سوال ۵ : (الف) جن عربی الفاظ میں مدور (ۃ) کی آواز اردو میں تائے طویلہ ہے ۔ اس کی شکل گول (ۃ) کی ہو یا لمبی (ت) کی ؟ جیسے : زکوٰۃ ، صلوٰۃ وغیرہ میں اکثر الفاظ کے ساتھ اردو اور فارسی میں (ت) ہی لکھی جاتی ہے ، لیکن ایسے الفاظ بھی ہیں ، جن میں عربی طرز املا کا لحاظ رکھا جاتا ہے ۔ (انجمن ترقی اردو کا فیصلہ ہے کہ ایسے تمام الفاظ (ت) سے لکھے جائیں) ۔

(ب) جن عربی الفاظ کے آخر میں مدور (ۃ) ہے ۔ ان پر تنوین دیتے وقت آخر میں ایک الف زائد کر دینا کہاں تک درست ہے ؟ مثلاً : قدرت سے قدرتاً ، دفعہ سے دفعتاً ۔

جواب ۵ : (الف) مدور (ۃ) خالص عربی طرز ہے ، اس لیے اردو کے لیے موزوں نہیں ہے ۔ اس کے لحاظ سے لمبی (ت) کا استعمال کرنا چاہیے ۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(ب) اس طرح لکھنا بالکل غلط ہے ۔ اسلا کا قاعدہ یہ ہے کہ اگر کسی عربی لفظ کے آخر میں (ت) یا (ہ) ہو ، تو زبر کی تنوین لکھی جاتی ہے اور اگر یہ نہ ہو ، تو الف بڑھا کر تنوین لگاتے ہیں جیسے قدرت سے قدرۃً ، دفعہ سے دفعتہً ، اشارہ سے اشارۃً ، اتفاق سے اتفاقاً ، یقین سے یقیناً ، احتیاط سے احتیاطاً ۔

سوال ۶ : فارسی اور ترکی کے بعض الفاظ (ت) کے بجائے (ط) سے بھی لکھے جاتے ہیں ۔ جیسے : طپیدہ ، طشت ، طوطی ، طشتری ، طباشیر وغیرہ ۔ کیا ان الفاظ کو ت سے لکھنا زیادہ صحیح ہوگا ؟

جواب ۶ : (ت) ہی سے لکھنا زیادہ صحیح ہے ، کیوں کہ ط خالص عربی ہونے کے سبب آج کل متروک ہو چلا ہے ، اس کی جگہ ت مخصوص فارسی کا استعمال کیا جا رہا ہے ۔

سوال ۷ : بعض جگہ فارسی والوں نے اس کی جگہ (ص) اور (ص) کی جگہ (س) لکھنا شروع کر دیا ہے ۔ جیسے : اصطخر کہ پہلوی میں تسخر تھا یا صد کہ دراصل سد تھا (چنانچہ فارسی امروز میں سدہ بمعنی قرن) صینی ، چین (صین سے بنا ، مگر فارسی میں عموماً سینی ہے اور شصت کا املا دونوں طرح کیا جاتا ہے ۔ آیا ایسے الفاظ کا کون سا املا اردو میں قابل ترجیح ہوگا ؟

جواب ۷ : ایرانیوں نے ملت پرستی کے تحت اپنی زبان میں رد و بدل اور اصلاح شروع کر دی ، چنانچہ وہ بعض الفاظ کے املا میں مخصوص عربی حرفوں کی جگہ ٹھیٹ فارسی حرفوں کا استعمال کرنے لگے ہیں ، تا کہ موجودہ ایرانی زبان پہلوی اور اوستا کے مماثل ہو جائے ۔ چوں کہ ہندوستان میں قدیم الایام سے جو فارسی زبان رائج تھی ، وہی اب تک ادب اور لغت میں جاری ہے ، اس لیے اصطخر ، صد ، سینی اور شصت کا املا

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

قدیم طرز پر ہی ہونا چاہیے تاکہ گڑبڑ نہ ہو جائے ، البتہ لغت میں قدیم لفظ کے ساتھ جدید لفظ کو بھی ظاہر کیا جا سکتا ہے ۔

سوال ۸ : (الف) پیش یا زیر ظاہر کرنے کے لیے بعض الفاظ میں پہلے (و) یا (ی) لکھتے تھے مثلاً : اوس ، اودھر ، ایدھر جواب متروک ہے ، البتہ بعض الفاظ کو اب بھی (و) کے ساتھ اور بغیر (و) دونوں طرح لکھتے ہیں جیسے : ہندوستان (ہندستان) ، گودام (گدام) دولارا (دلارا) اس طرح (ی) کے ساتھ اور بغیر (ی) بھی جیسے : جیوں تیوں (جوں توں) ۔ آیا ایسے الفاظ میں (و) یا (ی) کی تخفیف قابل ترجیح ہے ؟ (وہ صورت اس سے جدا ہے ، جہاں فارسی الفاظ میں خائے معجمہ کے بعد واو معدولہ آتا ہے جیسے : خواب ، خود ، خور ، خوش وغیرہ ہیں ، کیوں کہ اوستا میں (خو) ایک مخصوص صوت تھی ۔ جیسے پہلوی میں خا و واو معدولہ سے ادا کیا گیا (سبک شناسی ج ۱ ، ص ۸۲) ۔

(ب) بعض اہل علم خربزہ اور تربز لکھتے ہیں ، مگر محمد حسین آزاد نے (سخندان فارس میں) ان الفاظ کے اردو تلفظ کا لحاظ رکھتے ہوئے خربوزہ اور تربوز لکھا ہے ۔ کیا ان فارسی الفاظ کے املا میں جن کا تلفظ اردو میں آکر کچھ بدل گیا ہے ۔ اس قسم کا تصرف جائز نہ ہوگا ؟

جواب ۸ : (الف) چوں کہ روزمرہ بول چال میں ہندوستان کو ہندستان ، گودام کو گدام اور دولارا کو دلارا واو کے حذف کے ساتھ بولا جاتا ہے ۔ اردو تلفظ کے لحاظ سے بلا واو کے لکھنا قابل ترجیح ہے ۔ اسی طرح جیوں تیوں میں (ی) حذف کر کے جوں توں لکھا جائے ۔

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

(ب) اردو تلفظ کے لحاظ سے تصرف کرنے کی ضرورت ہے؛ لہذا خربوزہ اور تربوز میں واو حذف کر کے ان کو خربزہ اور تربز لکھا جائے۔

سوال ۹ : دو چشمی (ھ) کا استعمال کہاں ہونا چاہیے؟

(الف) آیا اس جگہ جہاں کسی دوسرے حرف کے ساتھ مل کر آواز دے، ورنہ ہائے ہوز۔ جیسے: بھائی، بھائی۔

(ب) آیا جہاں دو (ہ) ایک ساتھ آئیں، پہلی (ہ) کو دو چشمی (ھ) لکھنا مناسب ہوگا؟ جیسے: قہقھہ، دوماہ، سہ ماہ وغیرہ۔

جواب ۹ : (الف) ہائے دو چشمی کا استعمال اس جگہ کرنا چاہیے، جہاں وہ اگلے حرف کے ساتھ مل کر آواز دے۔ یہ پندرہ حروف ہیں، جن کا استعمال ٹھیٹ اردو ہندی لفظوں میں ہوتا ہے۔

(ب) جہاں دو (ہ) ایک ساتھ آئیں اور وہ ہائے مخلوطی میں داخل نہ ہوں، تو ایسی (ہ) کو کھنی دار ھے (ہ) یا گول ھے (مد) کے ساتھ لکھنا چاہیے۔ جیسے: قہقہہ، دو ماہہ، سہ ماہہ۔

سوال ۱۰ : آیا حسب ذیل صورتوں میں ہمزہ (ٔ) لکھا جانا ضروری ہے؟

(الف) جب کہ لکھا جائے اور پڑھا نہ جائے۔ جیسے: ضؤ، شیٔ، ضیاٗ میں (اس کے ساتھ وہ صورت بھی نظر میں رہنی چاہیے جب کہ ایسا لفظ تنہا نہ آئے، بلکہ کسی مرکب میں یا فقرے میں آئے۔ جیسے: ثناءُاللہ، ان شاءَ اللہ وغیرہ۔

(ب) جب کہ بطور حرکت کسی حامل حرف کے ساتھ آئے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(اول) بصورت الف ۔ جیسے : (۱) جرأت ، تأخر ، توأم میں ۔

(دوم) بصورت واو ۔ جیسے : مؤدب ، مؤنث ، مؤثر میں ۔

جواب ۱۰ : (الف) املا کا قاعدہ یہ ہے کہ جن عربی لفظوں کے آخر میں الف واو ، یا میں سے کوئی ایک حرف ہو یا نہ ہو ، مگر ہمزہ موجود ہو ، اُردو میں ان کو ہمزے کے بغیر لکھا جائے ۔ جیسے : بنا ، ضیا ، ضو ، سو ، شے ، طے وغیرہ : البتہ ترکیب کی صورت میں ہمزے کا لکھنا ضروری ہے ۔

(ب) (الف) جن عربی لفظوں کے درمیان (الف) آئے ۔ ان کو اردو میں ہمزہ چھوڑ کر صرف الف سے لکھا جائے ۔ جیسے : جرات[۱] ، تاخر ، توام ۔

(ب) جو عربی الفاظ مفصل کے وزن پر آئیں ، ان کو اردو میں ہمزہ چھوڑ کر صرف واو سے لکھا جائے ۔ جیسے : مودب مونث موثر ۔

سوال ۱۱ : آیا اضافت کے وقت ان الفاظ کے بعد جن کے آخر میں الف یا واو ہے ، بڑی (ے) بغیر ہمزہ لکھنا چاہیے ؟ مثلاً : دانائے روزگار ، خوے دوست ، علمائے کرام (واضح رہے کہ اکثر اہل علم عربی کے ان الفاظ میں جن میں ہمزہ پایا جاتا ہے ۔ ہمزے کے نیچے کسرہ دے دیتے ہیں ۔ جیسے : علماءِ کرام ، ابتداءِ آفرینش وغیرہ) ۔

۱۔ جرأت کا املا عربی طرز کا ہے ۔ عربی میں متحرک الف (ہمزہ) کہلاتا ہے اور ساکن الف لفظ مذکور کو دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ اس میں ہمزہ ہے ؛ چونکہ اردو کا متحرک الف عربی ہمزے کا قائم مقام ہوتا ہے ، اس لیے جرات میں (أ) کے بجائے صرف الف استعمال کیا گیا ہے ۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

جواب ۱۱ : (ا) ایسے الفاظ ، جن کے آخر میں الف یا واو آئے ، ان کو اضافت کی صورت میں ہمزے کے ساتھ بڑی (ے) بڑھا کر لکھنا چاہیے ۔ اس کے برخلاف جو عمل ہے وہ بے قاعدہ ہے ۔ صحیح املا یوں ہے ، جیسے : دانائے روزگار ، خوئے دوست علمائے کرام اور ابتدائے آفرینش وغیرہ ۔

سوال ۱۲ : ہندی اردو الفاظ میں ہمزے کا استعمال کس جگہ صحیح ہوگا اور کہاں غلط ؟

(الف) آیا دو حرف علت کے بیچ میں صحیح ہوگا ، جب کہ دونوں کی آوازیں مختلف ہوں ۔ مثلاً : آؤ ، جاؤ ، لاؤں ، کھاؤں ، آئے ، جائے ہیں ۔

(ب) آیا دو حرف علت کے بیچ میں جائز نہ ہوگا ؟ جب کہ دونوں آوازیں مل کر ایک آواز دیتی ہوں ۔ مثلاً : بناو سنگار ، داو پیچ ، گھاو یا گاے ، چاے ، راے ، ہاے یا دیو ، سیو وغیرہ ۔

(ج) آیا ہمزہ اسی صورت میں آئے گا جب کہ اس سے پہلے حرف پر زبر ہوگا اور اگر زیر ہوگا ، تو نہ آئے گا اور اس کے بجائے (ی) لکھنا صحیح ہوگا ؟ مثلاً : لیے (ہر دو معنوں میں) لیجیے ، دیجیے میں (ی) اور گئے میں ہمزہ ۔

(د) فارسی میں جز یا بجز تو مقطوع الاضافت ہیں ، مگر سوا (غیر) کو جب حرف استثنا کے طور پر استعمال کرتے ہیں ، تو سواے لکھتے ہیں اور اسی طرح بجاے ۔ اردو میں یہ الفاظ جوں کے توں لے لیے گئے ہیں (سوا یا ماسوا) ؛ البتہ دونوں طرح آتے ہیں اور اس کثرت سے مستعمل ہیں ۔ اب یہ کہنا مشکل ہے کہ اردو میں یہ صورت صحیح نہیں ، آیا ایسے الفاظ کا املا آئے اور جائے کی طرح ہمزے کے ساتھ کیا جائے یا بغیر ہمزے کے ؟

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

جواب ۱۲ : (الف) ہمزے کا استعمال اسی وقت ہوگا ، جب کہ دو حرف اعرابی[1] (حروف علت) الگ الگ آواز دیں ، یہ ہمزہ دوسرے حرف اعرابی (حرف علت) کے اوپر لکھا جائے ۔

(ب) جب کہ دو حرف اعرابی صاف آواز نہ دیں ، تو ہمزہ استعمال نہ کیا جائے ۔ جیسے : بنا و سنگار ، دا و پیچ ، گھاو ، گاے ، چاے ، راے ، ھاے ، دیو ، سیو ، جنیو وغیرہ ۔

(ج) جب کہ حرف اعرابی (ی) صاف آواز دے ، تو ہمزہ استعمال کیا جائے گا ورنہ صرف (یا) لکھی جائے جیسے : نئے ، گئے ، کئی ، بھئی ، لیے ، جیے ، بنیے اور بھروپیے ۔

(د) اس صورت میں (الف) کے قاعدے کا اطلاق ہو گا جیسے : سوائے ، بجائے ۔

سوال ۱۳ : کیا حسب ذیل صورتوں میں ہمزہ چھوڑ جانا غلط ہے :

(الف) مثلاً : لکھنؤ کو لکھنو لکھنا ۔

(ب) ہندؤوں ، بیواؤں ، دایاؤں کے بجائے ہندووں یا ہندوں یا بیوں اور دایوں لکھنا ۔

جواب ۱۳ : (الف) لکھنو میں حرف اعرابی ، (و) صاف آواز دے رہا ہے ، اس لیے اس کو ہمزے سے لکھا جائے ۔ جیسے : لکھنؤ ۔

۱۔ قواعد میں الف ، واو اور یا کو حرف علت سے موسوم کرتے ہیں ، حالاں کہ اردو کے الفاظ سے یہ حروف اپنی اپنی موافق حرکتوں کو ظاہر کرتے ہیں ۔ انہیں حروف اعرابی لکھنا چاہیے ۔ اردو میں حروف علت نہیں ہوتے ، کیوں کہ اس میں مثل عربی کے اجوف ، معتل اور مہموز ، کا عمل نہیں ہوتا ہے ۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(ب) ہندوؤں میں دو حروف اعرابی (واو) الگ الگ آواز دے رہے ہیں اس لیے ان کو ہمزے کے ساتھ لکھا جائے۔ جیسے : ہندوؤں اور بیواوں ، دایاوں میں الف اور واو حروف اعرابی صاف آواز دیتے ہیں ، اس لیے ان کو ہمزے کے ساتھ لکھا جائے جیسے : بیواؤں ، دایاؤں ۔

سوال ۱۴ : جب نون غنہ کے بعد (ب) آئے اور (م) کی آواز پیدا ہوتی ہو جیسے : انبیا میں (امبیا) ہے تنب (تمب) کو (م) سے لکھنا درست ہو گا یا ن ب سے ۔ ایسی صورت میں فارسی الفاظ جیسے : شنبہ تنبورہ کے املا میں (م) آنی چاہیے یا (ن) جیسا کہ فارسی میں لکھا جاتا ہے ؟

جواب ۱۴ : اس کے لیے قاعدہ یہ ہے نون غنہ والے لفظ ، جن کے بعد (بے) آئے اور (میم) کی آواز دیں ۔ ان میں فارسی عربی لفظوں کو (ن) ہی سے لکھنا چاہیے ۔ جیسے : انبیا تنب شنبہ ، تنبورہ ۔

سوال ۱۵ : بعض فارسی الفاظ کو (ز) سے لکھنا چاہیے یا (ذ) سے مثلاً : گذر یا گزر ، گذارش یا گزارش ، آذر یا آزر ، پذیرا ، پزیرا (ذ اور ز) کے بارے میں کافی اختلافی بحثیں رہی ہیں ، لیکن یہ بات پایۂ ثبوت تک پہنچ چکی ہے کہ (ذ) کی آواز عربی کے ساتھ ہی مختص نہیں ۔ ایران کی قدیم زبانوں مثلاً : اوستا میں بھی یہ آواز پائی جاتی تھی (سبک شناسی ج ۱ ۔ ص ۱۹۲) ۔

جواب ۱۵ : عموماً فارسی لفظوں میں مخصوص عربی حرف (ذ) استعمال نہیں کیا جاتا ہے ۔ باوصف اس کے بعض مستثنیات بھی ہیں (ز) سے ۔ جیسے : گزر ، گزارش اور (ذ) سے جیسے : آذر ، پذیرا ۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

سوال ۱٦ : اردو کے جن مصادر میں ایک نون (نا) کا اور ایک پہلے جزء کا دونوں ایک ساتھ آتے ہیں ۔ انہیں تشدید کے ساتھ لکھنا صحیح ہوگا یا (ن) کے تکرار کے ساتھ ؟ مثلاً : بننا تننا ، یا بنّا تنّا ۔

جواب ١٦ : اردو مصادر کو عموماً نون کی تکرار سے لکھا جائے ۔ تشدید کے ساتھ لکھا نہ جائے ، تاکہ فعل کی صورت ظاہر ہو سکے ورنہ اسم سمجھا جائے گا ۔ جیسے : بننا ، تننا ، سنتا (برخلاف انّا ، گنّا ، دھنّا) ۔

سوال ١٧ : آیا حسب ذیل صورت میں (ہ) یا الف کی جگہ (ے) لکھنا صحیح ہوگا ۔

(الف) اردو تلفظ میں جہاں امالہ آئے جیسے : دو بچے کھیل رہے تھے (بحالت جمع) یا بچے نے سبق پڑھا ۔ کتے کو مت چھیڑ ۔ اس واقعے سے عبرت پکڑنی چاہیے (بحالت واحد) ؛ یا جیسے : پتے بازی ، دھوکے کی ٹٹی وغیرہ ۔

(ب) اسمائے معرفہ میں بھی یہ تبدیلی صحیح ہوگی جیسے : آگرے کے جوتے مشہور ہیں ، بندے علی کو بلاؤ ۔

جواب ١٧ : (الف) اس کے لیے یہ قاعدہ ہے کہ جن اسموں کے آخر میں الف یا (ہ) ہو ، تو وہ حروف ربط کے ساتھ یائے مجہول سے بدل کر لکھے جاتے ہیں ، مگر دانا ، صحرا اور دوا اس سے مستثنا ہیں ۔ جیسے : لڑکے (لڑکا) نے سبق پڑھا ، کتے (کتا) کو مت چھیڑ ، اس واقعے (واقعہ) سے عبرت پکڑنی چاہیے ۔ موٹر کے حادثے (حادثہ) سے ایک آدمی مرا ۔

(ب) ہاں اسمائے معرفہ میں بھی تبدیلی ہو سکتی ہے ۔ جیسے : آگرے (آگرہ) کے جوتے مشہور ہیں ۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

بجواڑے (بجواڑہ) سے آم دساور جاتا ہے ، مگر بندے
علی کو بلاؤ کے بجائے بندہ علی کو بلاؤ لکھنا
چاہیے ، کیوں کہ بندہ اور علی کے درمیان کوئی
حرف ربط نہیں ہے ۔

سوال ۱۸ : بعضے الفاظ ، جن میں نون غنہ ہے ، تین طرح سے لکھے جاتے
ہیں ۔ ان میں سے کون سی صورت تلفظ سے قریب تر ہونے
کی بنا پر صحیح ہے ؟ مثلاً کنوا یا کنواں یا کنواں ؟
(بعض کنوا کو ترجیح دیتے ہیں ۔ اسی طرح گانو ، پانوں
کو زیادہ صحیح سمجھتے ہیں ، کیوں کہ ان کا کہنا ہے کہ
نون غنہ صرف پہلے بول (Syllable) پر ہے ، دونوں پر
نہیں ہے ۔ غالب کے نزدیک پانو لکھنا غلط ہے) ۔

جواب ۱۸ : کنوا بولنے میں پہلے سٹک (Syllable) پر نون غنہ کا اظہار
ہوتا ہے نہ کہ دوسرے سٹک کے آخر میں ، اس لیے
کنوا لکھنا زیادہ صحیح ہے ۔ اسی طرح گانو ، پانو ، چھانو
اور دانو کو سمجھو ۔

سوال ۱۹ : (الف) بعض لوگ (۱۱ سے ۱۸ تک) گنتی کے لفظوں کے
آخر میں الف لکھتے ہیں ۔ جیسے : گیارا اور بعض
اصلی اور ملفوظی (ہ) کے ساتھ یعنی گیارہ ، بارہ ۔
مذکورہ بالا صورتوں میں سے کون سی صورت صحیح
ہے ۔

(ب) اس صورت سے بعض لوگ دونوں کو دونو بغیر
نون غنہ لکھتے ہیں ان میں سے کون سا املا درست
ہے ؟

(ج) اگر منادا جمع ہو ، تو اس کے آخر میں نون غنہ
لکھنا صحیح ہوگا یا غلط یعنی اے لڑکوں لکھنا
درست ہوگا یا اے لڑکو ، صاحبو ، دوستو وغیرہ ۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

جواب ۱۹ : (الف) ۱۱ سے ۱۸ تک گنتی کے لفظوں میں ہائے مختفی کا اظہار ہوتا ہے ، اس لیے ان کو (ہ) مختفی سے لکھنا چاہیئے ۔

(ب) نون غنہ کے ساتھ صحیح ہے ، کیوں کہ اس لفظ کے آخری ٹکڑے پر غنہ کا اظہار ہوتا ہے ۔

(ج) منادا کو نون غنہ کے ساتھ لکھنا غلط ہے اے لڑکو ! صاحبو ! دوستو ! وغیرہ صحیح املا ہے ۔

سوال ۲۰ : ان عربی الفاظ کو جن پر تنوین آتی ہے دو زبر یا دو زیر یا دو پیش سے لکھا جائے یا مطلوبہ حرکت کی علامت دے کر (ن) سے ؟ مثلاً : فوراً یا فورن ۔ نسلاً بعد نسل یا نسلن بعد نسلن وغیرہ (بعض اوقات منون ہمزہ ہوتا ہے ۔ ایسی صورت میں دو الف لکھنے ہوں گے ۔ یعنی ابتداً کو ابتدا ان) ۔

جواب ۲۰ : تنوین کو دو زبر یا دو زیر یا دو پیش سے لکھا جائے منون ہمزہ ہونے کی صورت میں اس پر دو زبر دیے جائیں : ابتداءً ۔

سوال ۲۱ : مندرجہ ذیل الفاظ کا املا ایک سے زیادہ صورتوں میں رواج پا گیا ہے ۔ بعض کا مختلف فیہ ہے ۔ ان میں سے کون سی صورت کو ترجیح ہے ؟

اکا ، یکہ : (۱) تاش کا پتا (۲) سواری کا نام (۳) تنہا (۴) اِکا دکا ۔

ملیدا ، ملیدہ : (فارسی کا لفظ ملیدہ ہے ، مگر فارسی الفاظ میں الف کا حذف جائز ہے ۔ جیسے اسوار سے سوار ۔ باغ داد سے بغداد ہوگیا ۔ اسی طرح اردو والوں نے الف حذف کر کے مالیدہ کو ملیدہ بنا لیا) اگر یہ تصرف قاعدے کے مطابق ہے ، تو اس کا املا ملیدہ ہی ہونا چاہیئے اور اگر اسے مورد خیال کیا جائے ، تو ملیدا) ۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

زردا ، زردہ : (کھانے کا تمبا کو یا میٹھے چاول) ۔

خط شفیعا ، خط شفیعہ : (خط شفیعہ لکھنا غلط ہوگا ، کیوں کہ شفیعا ایک شخص کا نام ہے ، جو اس خط کا موجد تھا) ۔

آزوقہ ، آذوقہ ۔ یہ لفظ فارسی ہے اور اس کا املا ز سے صحیح سمجھا جاتا ہے ، مگر ایک تحقیق یہ بھی ہے کہ سنسکرت لفظ اجیوکا سے آذوغہ بذال معجمہ بنا (سبک شناسی ج ۱ ص ۸۲) ۔ ذ اور ث کی آوازیں ساسانیوں کے عہد میں بھی پائی جاتی تھیں ۔ یہ آوازیں فارسی میں بعد کو گری ہیں ۔ بعض الفاظ میں (ذ) اب تک دیکھنے میں آتی ہے ۔

آزر : حضرت ابراہیم کے چچا کا نام ہے ، لفظ آذر سے اس کا کوئی تعلق نہیں ۔

زات ، ذات : عربی میں ذات کے معنی نفس یا شخص کے ہیں نژاد یا قوم کے نہیں ۔ کہا جاتا ہے کہ یہ لفظ سنسکرت لفظ جات سے نکلا ہے ۔ عربی لفظ ذات سے اس کا کوئی تعلق نہیں ۔

لمبردار ، نمبردار :

زرا ، ذرہ ، ذرا : اختلاف اللسان ازوجاہت حسین جھنجھانوی میں اس پر بحث یکجا ملتی ہے ۔

ازدحام ، ازدہام ، اژدہام ، اژدحام ۔

چھیے ، چھ ، چھ ۔

کیوں کر یعنی کیوں کے ، کیونکہ : (مثلاً نہ جانوں کیونکے مٹے داغ طعن بد عہدی ۔ غالب) ۔

دکان ، دوکان ۔

خرد ، خورد ۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

گرم مصالع ، گرم مصالحہ ، گرم مسالا ۔ (سر سید مرحوم نے خطبات میں گرم مصالع لکھا ہے) ۔

منھ ، منہ ، مونھ ۔

ناتا ، ناطہ ۔

(ابو الکلام آزاد نے غالباً اس لفظ کا رشتہ نوط سے جوڑ کو ط اور مختفی (ہ) سے لکھا ہے) ۔

عضلہ (پنڈلی کا گوشت) ۔

حضیرہ : (ایک طرح کا اجتماع میلا ، جو بدایوں اور دیگر اضلاع میں سالار مسعود غازی رح کی یادگار میں ہوتا ہے) ۔
ضریبہ : آگرے یا دہلی میں پنواڑیوں کا بازار یا محلہ) ۔

یہاں یہ دقت پیدا ہوتی ہے کہ اردو میں جن حروف کا تلفظ (د) کی طرح کرتے ہیں ۔ اگر ایسے الفاظ کو عربی طرز پر لکھا جائے تو اردو تلفظ کو کس طرح ظاہر کیا جائے ۔

جواب ۲۱ : اِکا قابل ترجیح ہے ، کیونکہ یہ ٹھیٹ اردو ہندی لفظ ہے ۔
ملیدا : قابل ترجیح ہے ، کیوں کہ یہ مورد بنایا گیا ہے ۔

زردا : قابل ترجیح ہے کیوں کہ یہ ٹھیٹ اردو ہندی لفظ ہے ۔

آزوقہ : قابل ترجیح ہے کیوں کہ یہ فارسی لفظ ہے ۔

آزر : قابل ترجیح ہے کیوں کہ یہ عربی لفظ ہے ۔

زات : قابل ترجیح ہے کیونکہ یہ مورد بنایا گیا ہے ۔

لمبردار : قابل ترجیح ہے کیوں کہ یہ ٹھیٹ اردو ہندی لفظ ہے ۔

ازدحام : قابل ترجیح ہے کیوں کہ یہ عربی لفظ ہے ۔

چھ : قابل ترجیح ہے کیونکہ یہ ٹھیٹ اردو ہندی لفظ ہے ۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کیوں کہ : قابل ترجیح ہے۔ کیوں کہ یہ ٹھیٹ اردو ہندی لفظ ہے۔

دکان : قابل ترجیح ہے کیونکہ واو سے لکھنا غلط ہے۔

خرد : قابل ترجیح ہے کیوں کہ یہ فارسی لفظ ہے۔

گرم مسالا : قابل ترجیح ہے کیوں کہ یہ مورد بنایا گیا ہے۔

منہ : قابل ترجیح ہے کیوں کہ ہائے دو چشمی ، واو اور (ہ) سے لکھنا غلط ہے۔

ناتا : قابل ترجیح ہے کیوں کہ یہ ٹھیٹ اردو ہندی لفظ ہے۔

بقول انشا کے جو لفظ اردو میں آیا وہ اردو ہوگیا ۔ خواہ وہ لفظ عربی ہو یا فارسی ۔ اسی کلیے کے تحت اردو کی مروجہ اصطلاحوں کو خواہ مخواہ اُن کی اصل زبان کی صورت میں ڈھالنے کی کوشش کرنا غلط ہے ۔ پہلے ہی سے ادلا یعنی ران کا گوشت ، جس کو مچھلی بھی کہتے ہیں (عضلہ) کی اور دریبا یعنی پانوں کا بازار (ضریبہ) کی نمایندگی کرتا ہے ، ایسی صورت میں پھر ان کو اردو میں عربی طرز پر لکھنا تحصیل حاصل ہے ۔ حضیرہ اور ضریبہ کا جو مفہوم اردو میں لیا جا رہا ہے ، وہ خود عربی میں مفقود ہے ۔

(اردو نامہ ۔ کراچی اکتوبر تا دسمبر ۱۹۶۱ء)

★ ★ ★

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

املا اور علامات وقف

ڈاکٹر غلام مصطفیٰ خاں

املا

املا دراصل لفظوں میں صحیح صحیح حرفوں کے استعمال کا نام ہے اور جو طریقہ ان حرفوں کے لکھنے کے لیے اختیار کیا جاتا ہے ، وہ رسم خط کہلاتا ہے ؛ لیکن ان دونوں کی حدیں چونکہ قریب قریب ہیں ، اس لیے ڈاکٹر عبدالستار صدیقی نے لفظوں کی صحیح تصویر کھینچنے کو املا کہا ہے اور تقریباً یہی مفہوم انشاء اللہ خاں انشا اور غالب کے یہاں پایا جاتا ہے ۔

حقیقت یہ ہے کہ ہر زبان کے لیے صحیح املا کے قواعد ضروری ہیں ۔ لیکن یہ جس قدر ضروری ہیں اردو دان طبقے میں اتنی ہی ان سے بے اعتنائی برتی جاتی ہے ۔ نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ ایک لفظ ایک شخص جس طرح سے لکھ دیتا ہے ، وہ دوسروں کے لیے سند بن جاتا ہے اور جہاں کتابوں یا اخباروں میں اس کی تکرار ہوئی وہ مقبولیت حاصل کر لیتا ہے ۔ اس لیے محققین کے لیے یہ ضروری ہے کہ وہ زبان کی یک رنگی اور یکسانی کو قائم رکھنے کے لیے صحیح بنیادوں پر املا کے اصول قائم کریں ، تاکہ بے ضابطگی بھی پیدا نہ ہو اور ہر شخص آسانی سے اپنی زبان لکھ پڑھ سکے ۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

املا کے قاعدے منضبط کرنے کے سلسلے میں علما و فضلا کی طرف سے عہد بہ عہد جو کوششیں کی جاتی رہی ہیں ان میں خان آرزو ، انشا اور غالب کی تصریحات خصوصیت کے ساتھ قابل ذکر ہیں ۔ ہمارے اپنے عہد کے فضلا میں مولانا احسن مارہروی اور ڈاکٹر عبدالستار صدیقی نے گراں قدر کام کیا ہے ۔

خان آرزو کی تصریحات :

خان آرزو غالباً پہلے شخص ہیں جنھوں نے دخیل الفاظ کے تلفظ اور املا کے متعلق یہ رائے دی ہے کہ وہی صورت اختیار کی جائے جو اہلِ زبان میں رواج پذیر ہو چکی ہو اور ایسے لفظوں کے لیے اصلی زبان کی پیروی کی ضرورت نہیں ہے ۔

فرمانِ عالم گیری پر خان آرزو کا محاکمہ بھی قابل ذکر ہے ۔ عالم گیر کے عہد میں فضائل خاں کے عرض کرنے پر کہ ہندی رسم الخط میں اسم و کلمہ کے آخر میں ہ نہیں آیا کرتی ، بلکہ الف ہوتا ہے ، اس لیے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ ایسے الفاظ کو الف کے ساتھ لکھا جائے ۔ عالم گیر نے یہ تجویز پسند کی اور حکم دے دیا کہ آئندہ ایسے کلمے الف کے ساتھ لکھے جائیں ۔ یعنی مالوہ کو مالوا ، بنگالہ کو بنگالا . . . اس فرمان کی تعمیل نہ صرف شاہی دفاتر اور ٹکسالوں میں ہوئی بلکہ اردو خواں لوگوں نے بھی یہی املا اختیار کر لیا ۔ خان آرزو نے اس عالم گیری فرمان پر محاکمہ کیا ہے ۔ لکھتے ہیں :

" بداں کہ ایں قسم لفظ کہ آخر آں ہائے مختفی بود ، فارسیان آں را بہائے مختفی تلفظ کنند و ہندیاں با الف مثلاً بنگالا و مالوا و روپیا کہ زرِ رائجِ ہندوستان ست آنہا بنگالہ و مالوہ و روپیہ گویند و نویسند چنانچہ از کلام اساتذہ و محاورۂ اہلِ زبان بہ ثبوت رسید ۔ پس در ہندی ایں قسم الفاظ را بہ ہاے مختفی خواندن غلط باشد و در فارسی بہ الف ، و آنچہ در عہد عالم گیری ایں قاعدہ برہم خوردہ بود و در دفاتر بنگالہ و مالوہ وغیرہا بہ الف می نوشتند محض غلط و منشاء آں غفلت از تحقیق است ۔ "

(رسالہ اردو جنوری ۱۹۵۱ع ص ۳۰)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(بات صرف یہ ہے کہ بعض شعرا نے ایسے الفاظ کا قافیہ ہائے مختتمہ والے الفاظ کے ساتھ باندھا ہے ، اس لیے خان آرزو نے یہ حکم لگایا ہے ورنہ حقیقت یہ ہے کہ وہ ہندی الفاظ جو الف پر ختم ہوتے ہیں ، محض عربی اور فارسی کی تقلید میں ہائے مختفی سے لکھے گئے تھے - اب روپیا کے بجائے روپیہ ہی سکہ رائج الوقت ہے -)

انشا کی تصریحات :

(۱) انشا نے ''دریائے لطافت'' میں املا کے لیے اصول پیش کیے ہیں - انھوں نے اس بات پر زور دیا ہے کہ کیجیے ، لیجیے وغیرہ پر ہمزہ نہیں لکھنا چاہیے اور حقیقت بھی ہے کہ ہمزہ اور ے تلفظ '' اے'' ہوتا ہے ، یے نہیں ہوتا[۱] -

(۲) انشا کا دوسرا اصول یہ ہے کہ ترکی کی تقلید میں حرکات بالحروف کا استعمال اردو لفظوں میں درست نہیں - ایدھر ، اودھر ، اوس صحیح نہیں ؛ اِدھر اُدھر ، اُس لکھنا چاہیے[۲] -

(۳) انشا کا تیسرا اصول یہ ہے کہ جن ضمائر کے بعد ہی مستعمل ہوتا ہے ، وہاں ہی کو مستقل جزو کے بجائے ادغام کے ساتھ استعمال کرنا چاہیے - چنانچہ فرماتے ہیں کہ '' اُنھیں سے'' اصل میں '' اُن ہی سے'' ہے - لیکن اب نقل کا استعمال اصل سے بہتر سمجھا جاتا ہے[۳] -

(۴) چوتھی چیز انشا کے نزدیک یہ ہے کہ ''جس لفظ کے آخر میں الف (یا ہ) ہو اور اس کے بعد حروف جارہ ، فاعلیت ، مفعولیت اور اضافت کی حالت میں آئیں تو وہ الف (یا ہ) یے سے بدل جائے گا اور یہ تبدیلی دراصل تغیرات میں داخل نہیں[۴] ہے - اس کی مثال یوں سمجھیے کہ ہم '' ایک لڑکا نے'' کے

۱- دریائے لطافت (انجمن ترقی اردو ، ص ۲۰۰ ، ۲۰۱) -
۲- ایضاً ، ص ۲۲۷ ، ۲۲۹ -
۳- ایضاً ، ص ۳۰۶ -
۴- ایضاً ، ص ۳۰۶ -

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

بجائے ''ایک لڑکے نے'' تو لکھتے ہیں ، لیکن ''اس معاملے میں'' کے بجائے ''اس معاملہ میں'' لکھنے پر اصرار کرتے ہیں ۔

(۵) پانچویں چیز انشا کے یہاں (مفرد اور جمع کے بیان میں) یہ ہے کہ اردو الفاظ کے آخر میں ہ کے بجائے الف ہی ہونا چاہیے ۔ مثلاً پیڑا ، کیلا ، اندرسا ، کھیرا ، چیتا ، پپیہا وغیرہ کو وہ الف سے لکھتے ہیں[۱] ۔ یہ وہی چیز ہے جس کے متعلق اوپر آ چکا ہے کہ عالم گیر نے فضائل خاں کی تجویز پر حکم جاری کیا تھا ۔ پھر اسی پر خان آرزو کا محاکمہ بھی آ چکا ہے ۔

غالب کی تصریحات :

غالب کے بعض اصول یہ تھے :

(۱) وہ ذ کو عربی حرف سمجھتے تھے اس لیے فارسی لفظوں (اور ہندی لفظوں) میں (ث ، ح ، ص ، ض ، ط ، ظ ، ع ، بھی) استعمال نہیں کرتے تھے ۔ لیکن ذال کو غالب نے معلوم نہیں کس وجہ سے فارسی لفظوں سے خارج کیا جب کہ وہ آذر (آتش) اور کاغذ میں لکھا جاتا ہے ۔ اس حرف کے متعلق صحیح تحقیق ڈاکٹر عبدالستار صدیقی کی ہے ۔ وہ فرماتے ہیں : ''گذشتن ، گذشتن ، پذیرفتن ، یہ سب ذال سے ہیں ، البتہ گزاردن زے سے صحیح ہے''۔

(۲) اورنگ زیب اور انشا کی طرح غالب کا بھی یہ اصول تھا اور یہ صحیح تھا کہ جن لفظوں کی اصل فارسی یا عربی نہیں ہے ان میں مختفی ہ نہیں آ سکتی ۔

(۳) تیسری چیز غالب نے یہ قائم کی کہ فارسی کے لفظ بھی جب اردو محاورے میں آئیں تو ان کو الف سے لکھنا چاہیے ۔

۱۔ دریائے لطافت (انجمن ترقی اردو ، ص ۲۳۹) ۔

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

جیسے "اور مزا یہ کہ . . ." لیکن مزۂ طعام وغیرہ موقعوں پر وہ بے شک مختفی 'ہ' لکھتے تھے۔

(۴) چوتھی چیز جس پر غالب بہت زور دیتے تھے ، وہ یاے تحتانی کے متعلق ہے۔ مرزا تفتہ کو لکھتے ہیں : "یاد رکھو یاے تحتانی تین طرح پر ہے :

(الف) جزو کلمہ : ع ہماے برسرِ مرغاں ازاں شرف دارد اور ع اے سر نامہ نام تو عقل گرہ کشاے را ، یہ ساری غزل اور مثل اس کے جہاں یاے تحتانی ہے جزو کلمہ ہے۔ اس پر ہمزہ لکھنا عقل کو گالی دینا ہے۔

(ب) دوسری یاے تحتانی مضاف ہے۔ صرف اضافت کا کسرہ ہے۔ ہمزہ وہاں بھی مخل ہے ، جیسے آسیاے چرخ یا آشناے قدیم۔ توصیفی ، اضافی ، بیانی ، کسی طرح کا کسرہ ہو ، ہمزہ نہیں چاہتا۔ فداے تو شوم ، رہنماے تو شوم ، یہ بھی اسی قبیل سے ہے۔

(ج) تیسری دو طرح پر ہے ، یاے مصدری اور وہ معروف ہوگی۔ دو طرح توحید و تنکیر ، وہ مجہول ہوگی۔ مصدری جیسے آشنائی ، یہاں ہمزہ ضرور ، بلکہ نہ لکھنا عقل کا قصور۔ توحیدی — آشنائے یعنی ایک آشنا یا کوئی آشنا۔ یہاں جب تک ہمزہ نہ لکھو گے دانا نہ کہاؤ گے . . . خستہ ، پستہ ، غازہ ، خانہ وغیرہ ہزار لفظ ہیں کہ ان کے آگے جب یاے توحید آتی ہے ، تو اس کی علامت کے واسطے ہمزہ لکھ دیتے ہیں۔ زرہ ، گرہ ، کلاہ ، شاہ ، ایسے الفاظ کے آگے اگر تحتانی آتی ہے تو زرہی ، گرہی ، کلاہی ، شاہی لکھ دیتے ہیں۔ (اردوے معلیٰ ص ۳۷۳ ، ۳۷۴)

شبیہہ اور جبیہہ کو دو ہ کے ساتھ لکھتے تھے (خطوط غالب مہیش پرشاد نمبر ۹) اور یہی صحیح بھی ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

خرشید بغیر واؤ کے لکھتے تھے ۔ البتہ صرف " خر" کو التباس کے خوف سے " خور" (واؤ کے ساتھ) لکھتے تھے ۔ لیکن چلن اب بھی خورشید کا ہے ۔

پاںْو ، گاںْو ، چھاںْو وغیرہ میں نون غنّہ پہلے اور واؤ بعد میں لکھا ہے ۔

ہاتھ کو وہ ہات اور ہاتھی کو ہاتی لکھتے تھے ۔ چاقو کو چاک کردن سے مشتق مان کر چاکو لکھتے تھے حال آں کہ چاقو ترکی لفظ ہے ۔

مولانا احسن مارہروی کی تصریحات :

ان فضلا کے بعد مئی ۱۹۰۵ء کے رسالہ فصیح الملک میں مولانا احسن مارہروی مرحوم نے املا پر بہت زور دیا اور اس زمانے تک جو اصول قائم ہو چکے تھے ان پر بڑی پابندی کے ساتھ عمل شروع کیا ۔ انھوں نے خصوصاً ان باتوں پر زور دیا :

'ہی' کو جب ضمیر کا آخری جزو بنایا جائے تو ''وہ ہی'' اور ''یہ ہی'' کے بجائے ''وہی'' اور ''یہی'' لکھا جائے ۔ (لیکن مولانا احسن نے تمھیں ، اُنھیں اور ہمیں میں اشباعی الف نیچے لکھ کو تمھیں ، اُنھیں اور ہمیں بجائے تمھی ، انھی کے ، لکھنا پسند کیا ہے ۔ اسی طرح وہ ''یوں ہی'' کے بجائے ''یونہیں'' نثر نظم دونوں میں لکھتے تھے مگر یہ رواج نہیں پایا) ۔

دیکھیے ، دیجیے ، اس لیے ، وغیرہ میں یے سے پہلے ہمزہ نہ لکھا جائے ۔

ہندی الاصل الفاظ کے آخر میں ہائے مختفی نہ ہو بلکہ الف ہو ؛ جیسے پتا ، بھروسا ، سامنا ، دھوکا ، کلیجا ، سہینا ، ٹھیکا وغیرہ ۔ اسی طرح حلوا ، معما ، تمغا ، چلیپا ، ناشتا وغیرہ میں خواہ مخواہ نہ لکھی جائے ۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

جس لفظ کے آخر میں ء آئے تو فاعلیت ، مفعولیت اور اضافت کی حالت میں اسے 'ۓ' سے لکھا جائے جیسے "کسی زمانۓ میں"۔ اسی طرح حالت ترکیبی یعنی اضافت و عطف میں بھی عربی فارسی الفاظ اسی طرح لکھے جائیں ، جس طرح بولے جاتے ہیں : مثلاً : لب و لہجۂ میں ، مقدمۂ بازی میں ، وغیرہ ۔

یاے معروف و مجہول کا لحاظ تو عام طور پر کیا جاتا ہے مگر یاے ماقبل مفتوح کی کتابت کوئی خاص نہیں ، اس کے لیے نصف دائرہ مناسب ہے ؛ جیسے : مئ ، شئ ، ھئ وغیرہ ۔

درمیان لفظ میں اگر نونِ اعلان نہ ہو تو اس پر نقطہ کے بجائے الٹا جزم بنایا جائے ۔

جو الفاظ الگ لکھے جانے میں اجنبی نہیں معلوم ہوتے اور جن کی ترکیب بھی جداگانہ ہے ، اکثر جدا جدا لکھے جائیں گے ؛ جیسے : آئیں گے ، ہوں گے ، جس کی ، آپس میں ، غرض کہ ، بل کہ ، کیوں کہ ، علاحدہ ، حال آں کہ ، چناں چہ ، چوں کہ ، کون سی ، اس واسطے کہ ، دل چسپ ، دل کش ، ہم سر ، کم یاب ، دست یاب ، خوب صورت وغیرہ ۔

اس طرح کے الفاظ اب عموماً جدا جدا ہی لکھے جاتے ہیں ، مگر بلکہ ، چونکہ ، ہمسر وغیرہ کچھ الفاظ ایسے ہیں جو الگ لکھے جانے میں کچھ اجنبی معلوم ہوتے ہیں ۔

اژدہام کو ازدحام (یہ عربی ہے) ، فی زمانہ کو فی زمانا ، سینکڑوں کو سیکڑوں ، جھونٹ کو جھوٹ ، سونچ کو سوچ ، پرواہ کو پروا ، روپئے کو روپے ، عش عش اور عبیر دونوں کو الف سے اور خود دونوں کو آخر نون غنّہ سے لکھا جائے ۔ (لیکن عش عش اور عبیر کے اس املا نے رواج نہیں پایا) ۔

عربی نے پر صرف تنوین لکھنے پر زور دیا جائے مثلاً فطرۃً ، قدرۃً ، ضرورۃً ، دفعۃً ، مقابلۃً ، نسبۃً وغیرہ ۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ڈاکٹر عبدالستار صدیقی کی تصریحات :

ان کے بعد ڈاکٹر عبدالستار صدیقی نے بار بار املا کی اصلاح اور ترسیم پر زور دیا ہے ۔ رسالہ اردو (اکتوبر ۱۹۲۳ء) رسالہ ہندستانی (جنوری ۱۹۳۱ء ، جولائی ۱۹۳۸ء) وغیرہ میں وقتاً فوقتاً اپنے بلند پایہ مضامین لکھے ہیں ۔ پھر یہی اصول اخبار "ہماری زبان" (یکم اگست ۱۹۸۱ء) اور رسالہ اردو (جنوری ۱۹۴۴ء) میں شائع ہوئے ہیں جو انجمن ترقی اردو نے اختیار کیے ہیں ۔

ذیل میں ڈاکٹر عبدالستار صدیقی کی تصریحات ملخصاً پیش کی جاتی ہیں :-

مختفی ہ یا الف ؟

اردو میں مختفی ہ فارسی اور عربی لفظوں کے ساتھ مخصوص ہے[۱] (یہ لفظ کے اخیر میں لکھی جاتی ہے اور زبر کی طرح پڑھی جاتی ہے ، ہ کی آواز اس میں نام کو نہیں ۔ اس لیے اس کا نام مختفی پڑا (اس کے مقابلے میں اصلی ہ کو ملفوظ کہتے ہیں) ۔ بد مذاق سے ٹھیٹ اردو لفظوں میں بھی لوگ مختفی ہ لکھنے لگے ۔ ہندی میں دیونا گری خط میں تو ایک آ ہے اور اس کا نمائندہ اردو میں سوا الف کے کوئی حرف ہو ہی نہیں سکتا ۔ ہندی لفظ تو ایک طرف رہے ، طرہ یہ کہ وہ فارسی لفظ بھی ن کے آخر میں الف ہے ہ سے لکھے جانے لگے ۔ یہ املا سراسر غلط ہے ۔ قاعدہ اس کا یوں ہے :

۱- پرانی فارسی زبان کے بعض الفاظ کے آخر میں ایک ک تھا جو ک سے گ ہوا اور پھر گر گیا ۔ ک یا گ سے پہلے زبر ہونے کی صورت میں عربی رسم الخط اختیار کرتے وقت یہ تدبیر ٹھہری کہ ایک ہ اخیر میں لکھیے اور اسے زبر کی طرح پڑھیے ۔ ہ کی آواز اس میں نام کو نہ ہو ۔ فارسی والوں نے عربی الفاظ درجة ، مدرسة وغیرہ کو مفرس کر کے درجہ ، مدرسہ کر لیا تو ایسے لفظوں میں جہاں جہاں ۃ سے ہ ہوگئی وہ ہ مختفی ہی قرار پا گئی ۔ اردو میں بھی فارسی کی پیروی میں یہی صورت رہی ۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(۱) ہندی لفظ ہو تو الف سے لکھا جائے (سوا بعض مقاموں کے ناموں کے ، جیسے آگرہ ، پٹنہ ، کلکتہ ، کس واسطے کہ یہ نام ہیں اور ہمیشہ سے اسی طرح لکھے جاتے ہیں) اِکا ، آنولا ، باجا ، باجرا ، بادلا ، باڑا ، بٹوا ، بٹوارا ، بھکانا ، بلبلا ، بنجارا ، بھانجا ، بھتیجا ، بھروسا ، تانگا ، پتا ، پتّا ، پِتّا ، پتلا ، پٹاخا ، پٹارا ، پچتاوا ، پڑاتا ، پسینا ، تارا ، چارا (گھاس وغیرہ) ، چبوترا ، چراتا ، چرچا ، چرسا ، چکارا ، چلاّ ، چھلاّ ، دُپٹّا ، دھوکا ، ڈوریا ، راجا ، سروتا ، کتّھا ، کوئلا ، کھلونا ، سہینا ، میلا ۔

یاد رہے کہ مذکر صفتیں بھی الف ہی سے صحیح ہیں جیسے چلبلا ، دبنگا ، نِھلا وغیرہ ۔

اسی طرح وہ لفظ بھی جو یورپ کی زبانوں سے آئے ہیں ، جیسے ڈرا ، فرما ، کمرہ[۱] ، مارکا (نشان) وغیرہ ۔

اور یہی حال ان لفظوں کا ہے جو فارسی یا عربی سے نکلے تو ہیں ، لیکن خود ان زبانوں میں اُن کا وجود اس ہیئت میں نہیں ہے ؛ جیسے : بدلا ، بے فکرا ، نو دولتا ، کبابیا ، خاصا (اچھا خاصا پورا کے معنوں میں بعضا (بعض) ، مسالا ، ملیدا (ف ۔ "مالیدہ") دسپنا وغیرہ ۔

ان لفظوں کے آخر میں بھی الف ہی لکھنا چاہیے جو ایک اُردو ایک فارسی یا عربی جز سے بنے ہیں ، جیسے تماہا ، چھپاہا ، پچرنگا ، سترنگا ، وغیرہ ۔

اس سے یہ کلیہ ہاتھ آیا کہ جب کسی اور زبان کا لفظ اردو میں دوسرے معنے اور اسی کے ساتھ دوسرا تلفظ اختیار کر لے تو اس کا املا ٹھیٹ اُردو لفظوں کی طرح ہونا چاہیے ۔

(۲) جو لفظ خود فارسی میں الف کے ساتھ لکھے جاتے ہیں وہ ہرگز ہ سے نہ لکھے جائیں ۔ ان لفظوں کی تفصیل یہ ہے :

۱۔ محمود شیرانی مرحوم کی تحقیق یہ ہے کہ کمرہ فارسی ہے ۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

——— وہ جامد اسم یا صفتیں جن کے آخر میں الف ہے اور حرف اصلی کی حیثیت رکھتا ہے ، جیسے اژدہا ، آسیا (چکّی) یا آشکارا ، آشنا ، بوریا ، چلیپا ، پارسا ، خارا ، دارا ، درا ، دوتا ، سیاہ ، شوربا ، شیوا (فصیح جیسے شیوا بیان ۔ مگر ڈھنگ اور حرکات و سکنات کے معنوں میں جو لفظ ہے وہ ہ سے لکھا جاتا ہے ''شیوہ'') ناشتا ، قرنا ، گندنا ۔

——— فارسی فعلوں سے بنے ہوئے اسم فاعل اور صفت مشبہ وغیرہ جیسے بینا ، دانا ، زیبا ، پذیرا ، جویا ، گویا ، جہاں آرا ، جاں فرسا ، جاں فزا ، دل کشا ، صبر آزما ، ہوش ربا وغیرہ ۔

——— بعض لفظ جن کے آخر سے کوئی حرف گر کر الف رہ گیا ہو ، جیسے پا (پاے) ، خدا (خداے) ، نا (نائے) وغیرہ ۔ یا جیسے آوا (آواز کا مخفف) ، آفتا (آفتاں کا مخفف) وغیرہ ۔

——— وہ لفظ جو ہا زیادہ کر کے جمع بنے ہوں ، جیسے صدہا ، ہزارہا ، دلہا وغیرہ ۔

——— بعض لفظ یا نام جن کے آخر میں پیار یا حقارت یا ندا کے لیے الف بڑھا دیا گیا ہو ، جیسے بشیرا ، رکنا ، طالبا ، حافظا ، سعدیا وغیرہ ۔ (یاد رکھنے کی بات ہے کہ شفیعا ایک قسم کا خط ہے جسے ملا شفیعا نے ایجاد کیا تھا ۔ اس لیے خط شفیعا مشہور ہوا ۔ اسے شفیعہ لکھنا غلط ہے) ۔

(۳) ترکی لفظ جو فارسی اُردو میں مستعمل ہیں اور جن کا املا الف ہی سے ہونا چاہیے ، جیسے تمغا ، طغرا (آج کل یہ غلطی عام ہے کہ تمغا کو تمغہ لکھا جا رہا ہے ۔ تمغۂ خدمت ، تمغۂ جرأت ، تمغۂ پاکستان کے بجائے تمغاے خدمت ، تمغاے جرأت ، تمغاے پاکستان صحیح ہے) ۔

(۴) عربی کے جو لفظ خود ہی میں الف سے لکھے جاتے ہیں ، ان کو ہ سے لکھنا صحیح نہیں ۔ وہ الف ہی سے لکھے جائیں ۔ ان لفظوں کی تفصیل یہ ہے :

——— وہ اسم جو افتعال یا استفعال کے وزن پر مصدر ہیں اور ان کے آخر میں الف کے بعد ایک ہمزہ ہے ، یہ ہمزہ اردو میں گر جاتا ہے :

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

جیسے : ابتدا ، اجتبا ، ارتضا ، ارتقا ، اصطفا ، اقتدا ، اکتفا ، التوا ، استلا ، انتہا ، استثنا ، استدعا ، استسقا ، استغنا ، استعفا ، استقرا ، استقصا، استنجا ، استیلا وغیرہ ۔

——— یہ لفظ جن میں سے بعضے اسم جامد ہیں اور بعضے صفت ، ان کو بھی ہ سے لکھنا غلط ہے : حلوا ، مقّفا ، شہلا (نرگس شہلا) غرّا (شاعر غرّا) بیضا (ید بیضا) محابا ، مدارا ، مداوا وغیرہ ۔

——— بعض مذکر نام الف پر ختم ہوتے ہیں ، ان میں سے بعض کے آخر میں ایک ہمزہ بھی تھا سو وہ اردو میں گر چکا اور بعضوں کے آخر میں ایک ہمزہ تھا ہی نہیں صرف الف تھا : برخیا ، زکریا ، عادیا ، مسیحا وغیرہ ۔

——— بعضے مؤنث ناموں کی حالت بھی یہی ہے : زہرا (حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا نام)[1] ، سارا ، حوا وغیرہ ۔

——— بعض جمعیں ؛ جیسے : بقایا ، برایا ، ثنایا ، رعایا ، عطایا، وصایا ، ہدایا ، وغیرہ ۔

——— بعض متعلق فعل جن کی تنوین فارسی اور اردو میں گر گئی ہے ؛ جیسے : اصلا ، ظاہرا ۔

——— ان لفظوں کے آخر میں الف مقصورہ تھا ، جسے عربی کے قاعدے سے یوں (ی) لکھتے ہیں ، مگر فارسی اور اردو میں اس کے لیے ایک معمولی الف لکھتے ہیں ۔ ہ سے ان لفظوں کو لکھنا سراسر غلط ہے ۔ تقاضا ، ماجرا ، مدعا ، معمّا ، مربّا ، مقوّا ، منقّا ، دعوا ، تقوا ، مصفّا ، مطلاّ ، معرّا وغیرہ ۔ (بعض لوگ عربی املا کی پیروی میں دعوا اور تقوا یا مربا اور منقا کو الف مقصورہ کے ساتھ لکھتے ہیں ، جو جائز ہے ، مگر اردو میں سیدھے سادے الف کو ترجیح ہونا چاہیے) ۔

۱۔ زہرہ اس سے مختلف ہے ۔ ایک سیارے کا نام زہرہ ہے ۔ کبھی بچیوں کا نام اس مناسبت سے بھی رکھا جاتا ہے (عبدالستار صدیقی) ۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

وہ حالتیں جن میں ہ کی جگہ الف لکھنا چاہیے :

(۱) بعضے عربی یا فارسی لفظ ایسے ہیں کہ ان کے آخر میں ہ آتی ہے مگر جب ان کی جمع بناتے ہیں تو اس مختفی ہ کو الف سے بدلنا ضروری ہو جاتا ہے ، جیسے بیوہ سے بیوائیں ، دایہ سے دایائیں ، تحبہ سے تحبائیں ، اور قابلہ سے قابلائیں اور خلیفہ سے خلیفاؤں ، علّامہ سے علّاماؤں ۔ (ڈاکٹر عبدالستار صدیقی بیووں ، دایوں بولنے اور لکھنے کو غلط قرار دیتے ہیں اسی طرح خلفیوں بھی درست نہیں) ۔

(۲) جب قافیے میں مختفی ہ ، الف کے متقابل ہو تو اس مختفی ہ کو لکھنے میں الف سے بدل دینا چاہیے ، جیسے :

ع تغافلہاے بے جا کا گلا کیا

(۳) ایسے لفظوں میں جو اردو میں گھل مل گئے ہیں اور ان کی غیریت محسوس نہیں ہوتی ، ہ کی جگہ الف لکھنا جائز ہے ، جیسے مزہ کی جگہ مزا ۔ (غالب نے لکھا ہے کہ مزہ اگر منہ کے ذائقے کے لیے نہ ہو تو الف سے لکھیں) ۔

(۴) ایسے الفاظ جن میں اردو والوں نے کوئی تصرف کر لیا ہو ، جیسے دوماہہ سے دماہا ، دخما (یعنی دو خم والا) وغیرہ ۔

مختفی ہ یا ے ؟

(۱) مختفی ہ پر ختم ہونے والے مذکر اسموں کا واحد ، محرّف حالت میں وہی تلفظ ہوتا ہے جو جمع قائم کی حالت میں اور انہیں لکھنا بھی ویسے ہی چاہیے ، یعنی یوں ، " وہ چھٹے درجے میں پڑھتا ہے"۔ "میں مدرسے جاتا ہوں"۔ " اس بچے نے اس معمّے کو حل کر لیا "۔ " اس واقعے سے سب کو عبرت ہوئی "۔

(۲) پانچ کے بعد کے عدد کو لوگ عام طور پر چھ لکھتے ہیں جو بہ ہد کی طرح صرف مخلوطی ھ کو ظاہر کرتا ہے ، حالانکہ اس کا فصیح تلفظ چھی ہے ۔ اس کی کوئی وجہ نہیں کہ اس طرح نہ لکھا جائے ۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(۳) 'کیوں کر' کی جگہ پرانے استادوں کے کلام میں کیونکے بھی آتا ہے: جیسے:

ع نہ جانوں کیونکے مٹے داغ طعن بد عہدی (غالب)

لوگوں نے "کہ" اور "کے" کے معنوں میں فرق نہ کر کے کیونکے کو کیونکہ بنا دیا اور پرانے اساتذہ (میر، سودا، درد) وغیرہ کے کلام میں "اصلاح" فرما دی۔ یاد رکھنا چاہیے کہ اگر کر کا قائم مقام ہو تو 'کے' اور نہیں تو 'کہ' لکھا جائے۔

نونِ غنہ:

بعض لفظ جن میں نونِ غنہ ہے، کئی طرح سے لکھے جاتے ہیں۔ ان میں صرف اسی طرز کو اختیار کرنا چاہیے جو تلفظ میں سب سے زیادہ قریب ہو۔ "کنوا"، "کُنواں"، "کُواں" تین طرح سے لکھتے ہیں[1]۔ ان تینوں میں بہتر "کنوا" ہے، اسی طرح دھنوا، گانو (جمع گانوؤں) چھانو، آنو، دانو، (دانوؤں)، پانو (جمع پانوؤں)۔

—— اس طرح پر کنواں، دھنواں، کواں، دھواں، پاؤں، گاؤں، داؤں، چھاؤں وغیرہ صورتیں ترک ہو جائیں گی۔

—— البتہ ڈھلواں، گُتھواں، چڑھواں اور ترتیبی گنتیاں جیسے پانچواں، ساتواں، آٹھواں، نواں، دسواں وغیرہ درست ہیں۔

۱۔ سودا نے کُوا شعر میں استعمال کیا ہے اور اس کے متقابل چُوا، تھوا وغیرہ قوافی آئے ہیں۔

شعر جو یوں بھی گردشِ دوراں سے ہو خدا نہ کرے
تو وہیں ڈوب مروں جا کے واں جہاں ہو کوا

بعض لوگوں کو اس پر اصرار ہے کہ "کنواں" وغیرہ لکھنا چاہیے۔ اس لیے کہ اس لفظ سے پہلے اور دوسرے دونوں بول غنہ رکھتے ہیں۔ (اور رواج بھی زیادہ تر اسی املا کا ہے) لیکن (بقول ڈاکٹر عبدالستار صدیقی) حقیقت میں ایسا نہیں ہے۔ غنہ پہلے ہی بول میں ہے اور دوسرا پہلے سے گویا متاثر ہوگیا ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

——— گنتی کے لفظوں میں ۱۱ سے ۱۸ تک اخیر کا حرف ہ ہے۔ بعضے لوگ ان کے آخر میں ان (یا الف) لکھ دیتے ہیں مگر یہ درست نہیں (گیارہ، بارہ وغیرہ لکھنا چاہیے) کس واسطے کہ ان لفظوں میں، اصلی اور ملفوظ ہے۔

——— بعض لوگ دونوں کو دونو بغیر "ن" کے لکھتے ہیں۔ یہ غلط ہے۔ صحیح ہے دونوں، جیسے تینوں، چاروں، پانچوں، چھیئوں ساتوں وغیرہ[۱]۔

——— جمع منادا کے ساتھ کبھی کبھی لوگ ایک "ن" بھی لکھ دیتے ہیں یعنی اے لڑکوں!" یہ درست نہیں۔ بغیر نون کے لکھنا چاہیے، جیسے "اے لڑکو" "صاحبو"۔

ہمزہ:

(۱) ہمزہ الف کا قائم مقام ہے۔ پس جب دو حرف علت اپنی اپنی آواز الگ الگ دیں تو ان کے بیچ میں آ سکتا ہے، نہیں تو نہیں۔ اس لیے آؤ، جاؤ، گیت گاؤ، دو لڑکے آئے، آپ آئے، میں آؤں تو کیا لاؤں وغیرہ میں ہمزہ لکھا جائے۔ مگر بناو سنگار، بھاو تاو، نبھاو، گھاو کڑھاو میں ہمزہ کا کچھ کام نہیں۔ اسی طرح گاے، چاے، اے، ہاے میں بھی ہمزہ نہ چاہیے اور یہی حال دیو، سیو، اور ریو و ریا وغیرہ کا ہے۔ ان لفظوں میں الف ے، الف و یا ے و مل کر ایک آواز دیتے ہیں اس لیے ان کے بیچ میں ہمزہ کی گنجائش نہیں۔

(۲) لیے، دیے (دونوں معنوں میں۔ مثالیں "اس نے اپنے لیے چار جوڑ موزے لیے"۔ "اس نے دو سو روپے دیے"۔ "سیکڑوں دیے جل رہے ہیں") میں ہمزہ کہیں نہیں آنا چاہیے۔ چاہیے، دیجیے، لیجیے

۱۔ لیکن مولانا حالی نے بغیر نون غنہ دونو نظم کیا ہے اور اس کے ساتھ قوافی اس کو، سخن گو لائے ہیں۔

دونو میں سے کوئی نہ ہو تو آپ ہیں سب کچھ
ہر ہیچ ہیں جس وقت کہ موجود ہوں دونوں

(سخن سازی)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

وغیرہ میں بھی ہمزہ نہیں بلکہ 'یے' ہے۔ ہمزہ اسی وقت آئے گا جب اس سے پہلے زبر ہو۔ اگر اس سے پہلے زیر ہوگا تو یے آئے گی، یعنی گئے میں ہمزہ ہے مگر کیسے میں 'یے'۔

(۳) جہاں ہمزہ لکھنا ضروری ہے وہاں اسے لوگ کاہلی کے مارے چھوڑ جاتے ہیں، جیسے بھجؤں کو بھجوں، لکھنؤ کو لکھنو، ہندوؤں کو ہندووں یا ہندوں۔ درست نہیں۔

ن ب اور ن ب (نونِ اقلاب):

جب کسی لفظ میں نون غنہ کے بعد ہی ب ہو تو یہ دونوں حرف مل کر 'م' کی آواز دیتے ہیں: جیسے آنب سے آم (جس کی تصغیر انبیا تلفظ امبیا بلکہ امیا ہوتا ہے)، نیب سے نیم، سینب سے سیم۔ ان لفظوں کو 'م' ہی سے لکھنا چاہیے۔

فارسی عربی لفظوں زنبور، تنبورہ، شنبہ، گنبد، جنب میں جو ساکن 'ن' ہے وہ تلفظ میں 'م' ہو جاتا ہے مگر لکھا 'ن' ہی جاتا ہے۔ الف جب ''گنبد'' اردو والوں نے ''گمز'' (گ م ز) بنایا اور اس کی تصویر ''گمزی'' تو ان دونوں لفظوں کو 'م' ہی سے لکھنا پڑا۔

پس قاعدہ یہ نکلا کہ فارسی عربی کا لفظ ہو تو املا میں انہیں زبانوں کی پیروی کی جائے۔ نہیں تو 'م' لکھا جائے۔

ذ یا ز؟:

واقعہ یہ ہے کہ ذ عربی کے ساتھ مخصوص نہیں ہے اور حقیقت میں بھی مخصوص نہیں۔ (ڈاکٹر عبدالستار صدیقی نے اس سلسلے کے تغیرات کی تاریخ بھی بیان کی ہے اور بتایا ہے کہ عربوں نے ایرانیوں سے ''استاد'' ہی سنا اور اسی طرح بولنے اور لکھنے لگے۔ خود ایرانیوں میں بعد کو وہ 'ذ'، 'د' ہو گئی یا بعض لفظوں میں 'ذ' کا تلفظ 'ز' سے بدل گیا مگر آذر، گذشتن، پذیرفتن، تذرو، کاغذ کو ایرانی پرانی عادت کے مطابق 'ذ' ہی سے لکھتے رہے۔ ایک گنبد ایسا لفظ جو 'ذ' اور 'د' دونوں طرح بولا اور لکھا جاتا ہے)۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اُردو میں ''گزر'' اور ''گذار'' اور اس کے مشتقات کو زیادہ تر 'ز' ہی سے لکھتے ہیں اور یہ کچھ بے جا نہیں مگر 'ذ' بھی ان لفظوں میں صحیح اور جائز ہے ۔ آذر اور کاغذ کو ہمیشہ اور پذیرا وغیرہ کو اکثر 'ذ' سے لکھتے ہیں ، ان کو یوں ہی رہنے دینا چاہیے ۔ ان فارسی افظوں کے علاوہ جن لفظوں میں 'ذ' آتی ہے وہ عربی سے آئے ہیں ۔ اب چاہے وہ ٹھیٹ عربی ہوں یا کسی اور زبان سے عربی میں مستعار ، ایسے لفظوں میں عربی املا کی پیروی لازم ہے گو کہ آواز کے لحاظ سے اُردو میں ایک اکیلی 'ز' ہی 'ذ' ض اور 'ظ' کی قائم مقام ہے ۔

چند عربی اور فارسی لفظوں کا غلط املا رواج پا گیا ہے : البتہ محتاط لوگ اس سے پرہیز کرتے ہیں ۔ ان لفظوں میں سے یہ مثالیں زیادہ اہم ہیں :

(۱) بحر زخار کو بعض کم سواد لوگ ''بحر ذخار'' لکھتے ہیں ، غالباً اس دھوکے میں کہ ذخار ذخیرہ سے بنا ہوگا ۔ اصلیت یوں ہے کہ زخار کو ذخیرہ سے اصلاً تعلق نہیں ، بلکہ زخار کے معنی ہیں بہت اُمنڈتا ہوا (سمندر) یا چڑھا ہوا (دریا) ۔

(۲) ذکی اور زکی اپنی اپنی جگہ پر دونوں صحیح ہیں ۔ مگر لوگ ''زکی'' کے محل پر بھی ''ذکی'' لکھا کرتے ہیں ۔ یعنی زکی الدین یا محمد زکی کسی کا نام ہو تو اس کو 'ز' ہی سے لکھنا چاہیے ، اس لیے کہ زکی کے معنی ہیں پاک اور ذکی کے معنے تیز فہم بھی ہیں اور قابل ملامت بھی ۔

(۳) زکریا کو بعض لوگ غلطی ''ذ'' سے لکھتے ہیں ، بلکہ بعضے تو یہ ستم کرتے ہیں کہ ملازم میں بھی ذ لکھتے ہیں ۔

(۴) آزوقہ عربی لفظ نہیں ہے ، فارسی ہے اور اس کا املا ز سے صحیح ہے : غلطی سے لوگ ذ سے لکھ دیتے ہیں اور یہ غلطی فارسی کتابوں میں بھی دیکھنے میں آئی ہے ۔

(۵) آزر (حضرت ابراہیم کے والد کا نام ۔ قرآن شریف میں ہے ''اذ قال ابراہیم لابیہ آزر أتتخذ اصناما آلھہ'') ز سے ہے ۔ اسے فارسی لفظ ''آذر'' سے کوئی تعلق نہیں ۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(۶) ذات عربی لفظ ہے جس کے معنی ہیں نفس یا نفس نفیس یا شخص؛ نژاد یا قوم کے معنی نہیں ہیں۔ ان معنوں میں جو لفظ اردو میں بولا جاتا ہے وہ حقیقت میں سنسکرت کے لفظ جات سے نکلا ہے کہ ہندی میں ت کا کسرہ اس وجہ سے گر گیا کہ کسی لفظ کا آخر حرف متحرک نہیں ہو سکتا۔ اردو والوں نے ج کو ز کی آواز سے بدل دیا۔ چاہیے تھا کہ اس لفظ کو ز سے لکھتے لیکن عربی لفظ ذات کے دھوکے میں اس کو بھی ذ سے لکھنے لگے۔

(ڈاکٹر عبدالستار صدیقی فرماتے ہیں کہ اس غلط طریقے کو یقیناً ترک کرنا چاہیے اور جہاں نژاد، قوم وغیرہ کے معنے ہوں وہاں ز ہی لکھنا چاہیے۔ جیسے زات پات، زات جاعت۔ مگر ہمارے خیال میں یہ غلطی اس قدر عام ہو چکی ہے کہ غلط العام سمجھ کر اسے یوں ہی رہنے دینا چاہیے)۔

(۷) عربی لفظ ذرہ سے اردو میں تھوڑا کے معنوں میں ایک نیا لفظ ذرا بنا۔ ڈاکٹر عبدالستار صدیقی کا خیال ہے کہ ز سے لکھنا چاہیے۔ تلفظ میں ایک چھوڑ دو دو تصرف ہوئے، معنوں میں بھی فرق ہوگیا۔ یوں کہنا چاہیے کہ اردو نے یہ ایک بالکل نیا لفظ پیدا کیا، پھر کوئی وجہ نہیں کہ ز سے نہ لکھا جائے۔ (لیکن رواج اب بھی ذرا کو ذال سے لکھنے کا ہے۔ اور اسے یوں ہی رہنے دینا چاہیے)۔

ص یا س؟

فارسی والوں نے اپنی زبان کے بعض لفظوں کو عربی حرفوں سے لکھنا شروع کر دیا، اس لیے کہ ہم آواز لفظوں کا ایک دوسرے سے امتیاز ہو سکے۔

"صد" سو کے معنے میں، حقیقت میں س سے ہے؛ مگر اس کا رواج ایسا متواتر ہے کہ اب غلطی کی اصلاح ناممکن سی ہوگئی ہے۔

"شصت" (ساٹھ) دونوں طرح سے لکھا جاتا ہے، اس لیے اگر اردو میں کبھی اس فارسی لفظ کے استعمال کرنے کی ضرورت پڑے تو شست لکھنا بہتر ہوگا (ڈاکٹر عبدالستار صدیقی کی یہ رائے اصولاً درست سہی لیکن شست اردو میں اور معنوں میں بھی مستعمل ہے، یعنی ہدف، نشانہ، سیدھ: اس لیے ہمارے خیال میں شصت ص ہی سے لکھنا بہتر ہے)۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

''مسالا'' ہر معنے میں س اور الف سے لکھنا چاہیے - (۱) گرم مسالا (۲) مسالا (گوٹا کناری وغیرہ) (۳) مسالا (کسی چیز کے اجزا یا ضروریات اور لوازمات وغیرہ) - ''مصالح'' لکھنا یوں غلط ہے کہ یہ 'مصلحت' کی جمع ہے ، مسالہ کو ان معنوں سے اصلاً تعلق نہیں - مزید بر آں یہ کہ تلفظ بھی مختلف ہے - یہی حال ''مصالحہ'' کا ہے - مصالحہ کے معنی ہیں ''لڑنے والے فریقوں کے درمیان صلح'' -

ط یا ت ؟

فارسی اور ترکی کے بعض لفظ کسی نہ کسی وجہ سے ت کے بجائے کبھی ط سے بھی لکھے جاتے ہیں ، جیسے طپش ، طپیدن ، طشت ، طوطی - محتاط لوگ ت ہی سے لکھتے ہیں اور ہم کو یہی املا اختیار کرنی چاہیے ، یعنی تپش ، تشت ، تشتری ، توتا ، توپ ، تماچا - البتہ تیار کو طیار بھی لکھتے ہیں ، ہم کو تیار اختیار کرنا چاہیے ، سوا اس کے کہ یہ لفظ ''اڑنے والا'' کے معنوں میں استعمال ہوا ہو -

کچھ اور لفظ :

بہت سے لفظ ایسے ہیں کہ وہ صحیح لکھے جاتے ہیں لیکن ان کا غلط املا بھی ایک حد تک رائج ہوگیا ہے - ان میں سے چند خاص توجہ کے قابل ہیں :

صحیح املا	معنی	غلط املا
ازدحام	ہجوم ، بھیڑ	ازدہام ، اژدہام ، اژدحام
اسراف	فضول خرچی	اصراف
مسرف	فضول خرچ	مصرف
تباشیر	بنس لوچن	طباشیر
تریاق	زہر کا مارک	طریاق
تلاطم	سمندر یا دریا کا تھپیڑے مارنا	طلاطم
توتیا	سُرمہ	طوطیا
دوات	روشنائی کا برتن	داوات
عوض	بدلا بدلہ	عیوض
مرہم	زخم کی دوا	مرحم ، ملہم
مع	ساتھ ، سمیت	معہ (بمعہ)

www.KitaboSunnat.com

رسم الخط سے متعلق بعض ضروری تصریحات :

جہاں تک ہو سکے ہر لفظ الگ الگ لکھا جائے؛ مثلاً آپنے ، جسدن ، جسکو ، مجھسے وغیرہ کی بجائے آپ نے ، جس دن ، جس کو ، مجھ سے لکھنا چاہیے۔

ہر لفظ کا اخیر حرف اردو میں ساکن ہوتا ہے ، اس لیے اس پر جزم لگانے کی ضرورت نہیں ۔

ہر مشدّد حرف پر تشدید کا نشان ضرور لگانا چاہیے ۔

جب الف مضموم یا مکسور ہو اور اس کے بعد کا حرف ، حرفِ صحیح ہو تو الف پر اعراب ضرور لگانا چاہیے؛ جیسے : اِس ، اُس ، اِدھر ، اُدھر ۔

دو لفظوں کے درمیان مناسب فاصلہ دیا جائے ۔

جو مرکب لفظ دو یا تین لفظوں سے مل کر بنے ہوں اُن کے اجزا الگ الگ لکھے جائیں ، لیکن ان کے درمیان فاصلہ نہ دیا جائے؛ جیسے : پن گھٹ ، پون چکی ، دل کش ، دل چسپ ، وغیرہ ۔

البتہ جو دو لفظ ایک دوسرے کے ساتھ ایسے وصل ہوئے ہیں کہ آواز ہی جاتی رہی ہے ، وہ ملا کر لکھے جائیں گے جیسے سیلاب ۔

فارسی اضافت کے کسرے کو ہمیشہ تحریر میں لانا چاہیے ۔

و اور ی جب حرف علّت ہوں تو ان کی چار چار آوازیں ہوتی ہیں اور جب حرف صحیح ہو تو ایک ایک آواز ، یعنی کل پانچ پانچ ۔ ان مختلف صورتوں کے لیے حسب ذیل رسم الخط اختیار کرنا مناسب ہے ۔

حرفِ علت

واو مجہول	و	(مثلاً چور ، شور ، مور ، ڈھول)
واو معروف	وُ	(مثلاً دور ، نور ، بھول ، جھول)
واو ماقبل مفتوح	وْ	(مثلاً جوْ ، سوْ ، جوْر ، دھوْل دھپّا)
واو مخلوط اور معدولہ	و	(مثلاً خوْاب ، خوْاہر ، درخوْاست ، خوْاہش ، خوْد)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

حرفِ علت

یائے مجہول	ے	(آخر میں : مثلاً : کے ، سے ، ـیـ (بیچ میں ، مثلاً سیر ، شیر)
یائے معروف	ی	(آخر میں ، مثلاً کی ، پانی) ـیـ (بیچ میں ، کھیر ، بھیڑ)
یائے ماقبل مفتوح	ی	بی ، شی ، می) ـیْـ (بیچ میں ، مثلاً شیْخ ، سیْل)
یائے مخلوط	ـیٚـ	(مثلاً ، کیا ، قیاس ، پیارا ، جیوں ، تیوں)

حرفِ صحیح

واو صحیح	و	(مثلاً کواڑ ، جواب ، ثواب ، وارث)
یائے صحیح	یـ	(مثلاً کیا ، یاد ، یار ، خیال)
نون غنہ	ں ، نـ	(مثلاً کہاں ، یہاں ، ہنسنا ، پھنس)
ہائے ملفوظ	ہ ، ہ	(مثلاً بیاہ ، نباہ ، چاہ ، سیہ)
ہائے مخلوط	ھ	(مثلاً بھاؤ ، گھاؤ ، پھیر)
ہائے مختفی	ہ ، ہ	(مثلاً پردہ ، زردہ ، بندہ ، مورچہ ، درجہ)

جس واو کو کھینچ کر ادا کیا جائے اس پر ہمزہ آئے گا : جیسے گھاؤ ، لاؤ ، آؤ ، جاؤ وغیرہ اور جس واو کھینچ کر ادا نہ کیا جائے اس پر ہمزہ نہیں آئے گا ؛ جیسے فاو ، گاو ، سیو ، دیو ۔

ہائے ملفوظ کو ہائے مختفی سے ممیز کرنے کے لیے ہائے ملفوظ کے نیچے علامت (،) لگائی جا سکتی ہے ؛ مثلاً کہ (کہنا کا امر جس میں ہائے ملفوظ ہے) اور کہ (کاف بیانیہ جس میں ہائے مختفی ہے) ۔

بعض لفظوں میں (مثلاً شکر پور ، کان پور) و لکھا جائے مگر اس کی آواز خفیف ہوگی اس کا فصیح تلفظ شکر پُر ، کان پُر ہے ، پس ایسی صورتوں میں بہتر یہی ہے کہ لفظ کی اصل کا لحاظ کر کے اس کی کتابت کی جائے ، یعنی شکار پور ، کان پور ، گو کہ اس کا تلفظ پُر کیا جائے ۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

علامات و رموز (اوقاف قراءت)

اوقاف قراءت سے مراد وہ علامات و رموز ہیں جو تحریری فقروں میں الفاظ کے مابین لکھے جاتے ہیں اور جن سے جملوں کی تقسیم ہوتی ہے اور صحیح مفہوم کو سمجھنے میں آسانی ہوتی ہے۔ اوقاف کی قرآنی علامات الفبائی حروف پر مشتمل ہیں۔ دوسری صورت محض اشاری علامات کی ہے جو مغرب میں رائج ہوئی اور اب اردو میں بھی رائج ہے۔ اردو میں اوقاف قراءت کا استعمال اٹھارھویں صدی عیسوی تک نہیں تھا، حتیٰ کہ جملے کے خاتمے پر بھی کوئی نشان نہیں ہوتا تھا۔ البتہ بعض قلمی کتابوں میں جملے کے ابتدائی لفظ پر شنگرف روشنائی سے علامت ملتی ہے۔ فورٹ ولیم کالج اور بمبئی ایجوکیشنل سوسائٹی کی اردو ٹائپ میں چھپی ہوئی کتابوں میں، جو انیسویں صدی عیسوی کی پہلی تہائی کی ہیں، اختتام جملہ کی علامات کے طور پر ستارے کا نشان ملتا ہے جسے انگریزی میں (asterist) کہتے ہیں۔ یہی ستارے کا نشان سر سید کے تہذیب الاخلاق میں بھی ملتا ہے[1]۔

۱۔ سر سید نے تہذیب الاخلاق جلد ۵ بابت یکم رمضان ۱۲۹۱ھ میں علامات قراءت پر اپنے خیالات ظاہر کیے تھے۔ یہ مضمون مقالات سرسید مرتبہ اسمٰعیل پانی پتی کے حصہ ہفتم میں شامل ہے۔ سرسید کے تجویز کردہ نام ان کی علامات یہ تو ہیں:-

کاما یعنی علامت سکتہ (،)۔ سیمی کولن یعنی علامت سکون (؛) انگریزی علامت کو کاما کی طرح الٹ دیا ہے۔ کولن یعنی علامت وقفہ (:)۔ فل سٹاپ یعنی علامت وقفہ کامل (۔)۔ نوٹ آف انٹروگیشن یعنی علامت استفہام یا علامت سوال (؟)۔ نوٹ آف اکس کلامیشن یعنی علامت تعجب و حیرت و فرحت (!)۔ زیادہ اظہار تعجب و حیرت و مسرت کے لیے زیادہ نشان (!!) (!!!)۔ ہائی فن یعنی علامت ترکیب (-)۔ ڈیش یعنی خط یا لکیر (—) پرنتھسز یعنی علامت جملہ معترضہ ( )۔ کوٹیشن یعنی علامت اقتباس (" ")۔ انڈر لائن یعنی علامت توجہ (——)۔ اسٹار یعنی نجم (*)۔ سر سید نے ان استعمالات کی تفصیل بھی درج کی ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اُردو میں جس مطبوعہ کتاب میں سب سے پہلے اوقاف قراءت کی پابندی کی گئی وہ مولانا حالی کی کتاب یادگار غالب ہے جو ۱۸۹۷ء میں رحمت اللہ رعد نامی پریس کانپور میں چھپی تھی - گویا تقدم کی اور بہت سی فضیلتوں کے ساتھ مولانا حالی کو اس میدان میں بھی فضیلتِ تقدم حاصل ہے - پھر ستمبر ۱۹۰۰ء میں مولوی نظام الدین حسن نوتنوی نے علامات اوقاف کے استخراج کے متعلق انگریزی میں ایک رسالہ شائع کیا - اس کے بعد ۱۹۰۲ء میں کتاب "اوقاف العبارت" لکھی جو ۱۹۰۳ء میں نولکشور کے مطبع میں طبع ہو کر لکھنؤ سے شائع ہوئی تھی اور فل سکیپ کی بڑی تقطیع کے ۶۲ صفحوں پر محیط تھی - اس کتاب میں قابل مصنف نے بیشتر قرآن شریف کے رموز اوقاف سے بحث کی ہے اور آخر کے دو صفحوں میں "رموز اوقاف عبارت بطرز مغربین" کا ذکر کیا ہے اور اس عنوان کے تحت ان سات علامتوں کا ذکر اور ان کی تشریح کی ہے :

"وقف خفیف (کاما ، Comma)

نصف وقف (سیمی کولن Semicolon)

وقف کامل (فل سٹاپ ، Full stop)

اقتباس (ان ورٹڈ کاماز Inverted commas)

ندا (Sign of inter jection)

استفہام (query)

قوسین (Parenthesis)"

مولوی نظام الدین حسن نے اپنی اس تمام کتاب میں اوقاف کی ان علامات کو استعمال بھی کیا ہے - اس کے بعد علامات اوقاف کو رائج کرنے کی تجویز لاہور کے رسالہ "کہکشاں" میں مولوی سید ممتاز علی نے پیش کی تھی - پھر سنہ ۱۹۲۲ء میں رسالہ "اردو" کی اکتوبر کی اشاعت میں پروفیسر ہارون خاں شیروانی نے اردو کے رسم الخط پر بحث کرتے ہوئے ایک کانفرنس کے انعقاد کی تجویز پیش کی جس میں یہ سوال اٹھانا تجویز کیا کہ "اوقاف قراءت کے نہ ہونے سے اردو زبان کو نقصان پہنچتا ہے یا نہیں ؟ اس کے لیے انگریزی اوقاف بجنسہٖ استعمال کیے جا سکتے ہیں یا ان میں کسی ترمیم کی ضرورت ہے ؟" - رسالہ اردو بابت اکتوبر

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

۱۹۲۳ء میں "ڈاکٹر عبدالستار صدیقی کے مضمون "اردو رسم الخط میں اصلاح" پر ادارتی نوٹ لکھتے ہوئے مولوی عبدالحق نے اس مجلس کے انعقاد اور فیصلوں کی اطلاع دی ۔ انھی کو انجمن ترقی اردو نے اختیار کیا اور مولوی عبدالحق نے قواعد اُردو میں شامل کیا ، جو یہ ہیں :۔

انگریزی نام	اُردو نام	علامت
Full stop	ختمہ[1]	۔
Comma	سکتہ	،
Semi colon	وقفہ	؛
Colon	رابطہ	:
Colon & dash	تفصیلیہ	:۔
Mark of interrogation	سوالیہ	؟
Mark of exclamation	فجائیہ ، ندائیہ	!
Brackets	قوسین	( ) یا [ ]
Dash	خط	ـــــــ
Inverted commas	واوین	" "
Hyphen	زنجیر	---

ان علامتوں کا محل استعمال یہ ہے :۔

ختمہ :

یہ بھرپور ٹھہراؤ کی علامت ہے اور مکمل جملے کے خاتمے پر لگائی جاتی ہے اور انگریزی کے مخففات کے بعد بھی لگائی جاتی ہے ، جیسے ایم ۔ اے ۔

۱۔ رسالہ ہندوستانی بابت جولائی ۱۹۳۶ء میں مولوی نعیم الرحمان ایم ۔ اے کا ایک مضمون " اردو میں اوقاف قراءت" نکلا تھا جس میں صاحب مضمون نے انگریزی علامات اوقاف کو بجنسہٖ اختیار کرتے ہوئے وقف کامل یا وقفہ (fullstop) کے لیے نقطہ اپنے تمام مضمون میں استعمال کیا تھا مگر رواج انجمن ترقی اُردو کی منظور کردہ علامت (چھوٹے ڈیش) ہی کو ہوا ۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

سکتہ :

یہ سب سے چھوٹے ٹھہراؤ کی علامت ہے اور کثرت سے استعمال کی جاتی ہے بالخصوص ایک ہی قسم کے کلمے کے ان تین یا تین سے زیادہ لفظوں کے بیچ میں جو ساتھ ساتھ استعمال کیے گئے ہوں ۔ اس حالت میں یہ عطف کا بدل ہوتی ہے اور حرف عطف صرف آخری کلمے سے قبل لانا کافی ہوتا ہے ، مثلاً کتاب ، کاغذ ، قلم ، دوات اور پنسل لو۔ نیز تشریحی اجزائے جملہ کے درمیان بھی اسی صورت سے آتی ہے ، مثلاً دس فٹ چوڑا ، پندرہ فٹ لمبا اور دس فٹ اونچا کمرا ۔

کسی مرکب جملے کے ذیلی جملوں کے درمیان بھی آتی ہے : مثلاً : چھوٹا ہو یا بڑا ، امیر ہو یا غریب ، عورت ہو یا مرد ، بوڑھا ہو یا جوان ، اس اصول کی پابندی سب کے لیے ضروری ہے ۔

سکتہ کی علامت شرط و جزا یا صلہ و موصول کے جملوں کے درمیان میں بھی آتی ہے ۔ نیز مستثنیٰ اور مستثنیٰ منہ کا بیان کرنے والے جملوں کے درمیان بھی لاتے ہیں ۔ مثالیں :

(۱) اگر آپ پوچھتے ، تو میں ضرور سب حال کہہ سناتا ۔

(۲) جو غرور کی چال چلا ، وہ آخر کو ذلیل ہوا ۔

(۳) مکان خوبصورت ہے ، لیکن گنجائش میں کم ۔

توضیحی فقروں کے قبل بھی سکتے کی علامت لاتے ہیں ؛ مثلاً :

(۱) کتاب اچھی ہے ، اس لیے کہ اس میں طول بیانی سے کام نہیں لیا گیا ہے ۔

(۲) جو ہوتا ہے ، ہو رہے گا ، پھر تردد سے کیا فائدہ ۔ (اس مثال میں پہلا سکتہ صلہ و موصول کے جملوں کے مابین ہے ، دوسرا توضیحی فقرے سے قبل) ۔

علامت افعال متصلہ (کر یا کے) مقدر ہو تو سکتہ لانا ضروری ہے ، مثلاً ع آئینہ دیکھ ، اپنا سا منہ لے کے رہ گئے ۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

مبتدا اور خبر کے درمیان کوئی اور لفظ نہ ہو تو فرق کرنے کے لیے سکتہ درمیان میں لانا چاہیے ؛ مثلاً : یادگار غالب ، حالی کی تصنیف ہے ، غالب ، غالب ہے ۔

تعقید کو دور کرنے کے لیے بھی سکتہ لگاتے ہیں ، مثلاً

بسار سے ، آبِ رواں ، عکسِ ہجوم گل کے
لوٹے ہے سبزے پہ ، از بس کہ ہوا ہے بیکل (سودا)

ع ہیں ، بسکہ جوش بادہ سے ، شیشے اچھل رہے (غالب)

وقفہ :

یہ علامت سکتہ سے زیادہ ٹھہراؤ ظاہر کرتی ہے ۔ اس کا استعمال ابھی تک عام تحریروں میں تو کیا ، اہتمام سے چھپی ہوئی کتابوں میں بھی کم ملتا ہے ۔ لوگ وقفہ کی جگہ بھی عموماً سکتے ہی سے کام چلاتے ہیں ؛ حالانکہ خلط مبحث سے بچنے کے لیے وقفے کے مقام پر وقفے کا استعمال ضروری ہے ۔ مولوی عبدالحق نے وقفے کے حسب ذیل چار استعمالات بیان کیے ہیں :

(۱) جملوں کے لمبے اجزا کو ایک دوسرے سے علیحدہ کرنے کے لیے (یہاں سکتوں کے علاوہ وقفوں کا استعمال اس وجہ سے ضروری ہے کہ خلط مبحث نہ ہو جائے) ۔

(۲) جہاں جملوں کے مختلف اجزا پر زیادہ تاکید دینا مدنظر ہوتا ہے وہاں بھی وقفے استعمال ہوتے ہیں ؛ مثلاً

"تم روئے اور ہمارا دل بے چین ہوا ؛ تمھاری انگلی دکھی ، تو ہمارے دل پر چوٹ لگی ؛ مصیبتیں ہم نے بھریں ؛ تکلیفیں ہم نے اٹھائیں ؛ راتوں کو اٹھ اٹھ کر ہم بیٹھے ؛ کندھے سے لگایا ، چمکارا ، لوریاں سنائیں ؛ غرضکہ جان ، مال ، آرام ، سب کچھ تمھارے لیے تج دیا ، کیا اس کا یہی صلہ ہے ؟"۔

(۳) جن جملوں کے اجزا کے درمیان ورنہ ، اس لیے ، للہذا ، اگرچہ ، چہ جائیکہ ، در آں حالیکہ ، لیکن ——— اور اسی قسم کے ربط

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

دینے والے الفاظ آئیں ، وہاں ذہن کو سمجھنے کا موقع دینے کے لیے ان لفظوں سے پہلے وقفے کی علامت لگاتے ہیں ۔

واضح رہے کہ جب مذکورہ بالا الفاظ چھوٹے چھوٹے جملوں کو ملاتے ہوں تو یہ علامت نہ لگائی جائے گی بلکہ سکتہ ہی کافی ہوگا ۔

(۴) جن صورتوں میں سکتہ لاتے ہیں ان میں وقفہ صرف ایسی حالت میں لائیں گے جب جملے کے بعض ایسے حصوں کو ایک دوسرے سے الگ کرنا پڑے جن میں اندرونی طور پر سکتہ موجود ہے : مثلاً حالی کی مسدس ، یادگار غالب ، حیات جاوید ؛ نذیر احمد کی مراۃ العروس ، توبۃ النصوح ، محصنات ، ایامٰی ؛ شبلی کی الفاروق ، موازنہ ، سیرت النبی ، پڑھنے اور بار بار پڑھنے کے قابل ہے ۔

(قواعد اردو ، طبع چہارم ، ص ۲۸۶ تا ۲۸۸)

مولوی عبدالحق کی ان تصریحات کے علاوہ ، ایک اور محل استعمال یہ بھی ہے کہ مثالیں پیش کرتے وقت ، الفاظ "جیسے" ، "مثلاً" سے پہلے وقفہ لاتے ہیں ۔

رابطہ :

یہ علامت وقفے سے زیادہ ٹھہراؤ ظاہر کرنے کے لیے آتی ہے ۔

مولوی عبدالحق نے اردو میں رابطہ کے کئی استعمالات تجویز کیے ہیں ، مگر ان کا رواج عام نہیں ہوا ہے ، ہمارے خیال میں ہونا چاہیے ۔ عموماً رابطہ بغلی سرخیوں (ذیلی عنوانات) کے بعد ، نقلِ قول کے لیے قائل کے نام کے بعد لاتے ہیں : مثلاً : بقول شخصے :

جب کہ دو موذیوں میں ہو کھٹ پٹ
اپنے بچنے کی فکر کر جھٹ پٹ

رابطے کی علامت کا محل استعمال ، مولوی عبدالحق کی تصریحات کے مطابق ، یہ ہے :

(۱) جملے کے کسی سابقہ خیال یا بات کی تشریح یا تصدیق کے موقع پر ؛ مثلاً ع کیا خوب سودا نقد ہے : اس ہاتھ دے اس ہاتھ لے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(۲) کسی مختصر مقولے یا کہاوت وغیرہ کو بیان کرنے کے لیے ۔ اس صورت میں تمہیدی جملے اور اصل جملے کے بیچ میں رابطہ لاتے ہیں ؛ مثلاً کسی حکیم کا قول ہے : آپ کاج ، مہا کاج ۔

(۳) ایسے دو متقابل یا متضاد جملوں کے بیچ میں بھی رابطہ آئے گا جو مل کر ایک پورے خیال کو ظاہر کریں : مثلاً

من جلتا ہے : ٹٹو نہیں جلتا ۔

(۴) جب دو جملوں میں سے ایک دوسرے کی توجیہ کرے مگر کوئی حرفِ توجیہ ان کے بیچ میں نہ ہو ، تو ان کے درمیان میں رابطہ لاتے ہیں ؛ جیسے : بچوں کو تنہائی میں نصیحت کرنا چاہیے ، سب کے سامنے نصیحت کرنے کا اثر الٹا ہوتا ہے ۔

تفصیلیہ :

یہ علامت کسی طویل اقتباس کو یا کی فہرست کو پیش کرتے وقت لاتے ہیں ، مثلاً عربی مہینوں کے نام یہ ہیں :- (۱) محرم (۲) صفر (۳) ربیع الاول (۴) ربیع الثانی ....

. کسی اصول یا قاعدے کی مثال پیش کرتے وقت بھی ، جب کہ ایسے موقع پر مثلاً یا جیسے کا لفظ ترک کر دیا گیا ہو ، یہ علامت استعمال کرتے ہیں ۔

جملے میں جب کئی کئی باتیں مسلسل پیش کرنی ہوں یا کسی امر کی تفصیل پیش کرنی ہو ، تب بھی اس علامت کا استعمال کرتے ہیں ، مثلاً اب میرا حال سنیے :- نماز فجر ادا کر کے قرآن مجید کی تلاوت کی ؛ ناشتہ کیا ؛ اخبار دیکھا ؛ اور پھر لکھنے پڑھنے کے کام میں مشغول ہو گیا ۔

سوالیہ :

یہ سوالیہ جملے کے آخر میں لگائی جاتی ہے ، مثلاً کون ہے ؟ مجھے کس نے پکارا ؟ (علاوہ ازیں یہ علامت کبھی کبھی جملے کے درمیان بھی آتی ہے اور ظاہر کرتی ہے کہ جس لفظ یا ترکیب کے بعد لائی گئی ہے وہ مشکوک ، مجہول المعنی ، بعید الفہم یا محل نظر ہے ۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

فجائیہ ، ندائیہ :

یہ علامت جذبہ ظاہر کرنے والے الفاظ اور جملوں کے بعد بھی لگائی جاتی ہے اور ندا و خطاب کے الفاظ کے بعد بھی ۔ مثالیں یہ ہیں :

(۱) ع آہ ! چپ بھی رہا نہیں جاتا

(۲) معاذ اللہ ! بس صاحب ! بس !! (یہاں جذبے کی شدت کی مناسبت سے دو علامتیں لگائی گئی ہیں) ۔

(۳) خواتین و حضرات ! بزرگو اور دوستو !

(۴) شاہد رہیو تو او شب ہجر !
جھپکی نہیں آنکھ مصحفی کی

قوسین :

یہ علامتیں جملۂ معترضہ کے پہلے اور آخر میں لگائی جاتی ہیں ، مثلاً خواجہ میر اثر (جو خواجہ میر درد کے بھائی تھے) چھوٹی بحروں میں نہایت عمدہ شعر کہتے تھے ۔

جملے کے درمیان توضیحی کلمات کا اضافہ کرنے کے لیے اور عبارت یا جملے کے آخر میں ماخذ کا حوالہ دینے کے لیے بھی قوسین کا استعمال کیا جاتا ہے ۔

زنجیرہ :

مولوی عبدالحق نے ہائفن کی جگہ زنجیرے کی علامت تجویز کی ہے ۔ مرکب اصطلاحوں میں اس کا استعمال کیا جا سکتا ہے ۔ لیکن بالعموم اس کا رواج نہیں ہوا ہے ۔ مولوی عبدالحق کی تجویز کے مطابق Indo-Aryon کا ترجمہ ہند آریائی ہونا چاہیے ، لیکن عام طور سے بغیر زنجیرے کے ہند آریائی ہی لکھا جاتا ہے ۔ تاہم سائنسی اصطلاحات میں اس علامت کے استعمال کی ضرورت سے انکار نہیں کیا جا سکتا ۔

خط :

جب کئی لفظ کسی لفظ کی تشریح اور تبادلے میں لکھے جائیں تو خط لگاتے ہیں ، مثلاً گھر کے سب افراد —— چھوٹے بڑے ، مرد عورت ، میزبان اور مہمان —— سب ملا کر پندرہ تھے ۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

واوین :

یہ علامت اقتباس کے اول و آخر میں لگائی جاتی ہے۔ جب کسی کا قول بعینہٖ اسی کے الفاظ میں نقل کیا جائے ، تب بھی واوین کا استعمال ضروری ہے اور کسی دوسرے شاعر کے مصرع کو اپنے شعر میں استعمال کیا جائے ، گرہ لگائی جائے یا تضمین کی جائے تو واوین کا استعمال چاہیے۔

مثالیں :

(۱) مولانا ابو الکلام آزاد ایک خط میں لکھتے ہیں : "یہاں نہ رنج کی گراں نشینیاں ہیں کہ لکھوں ، نہ صبر کی گریز پائیاں ہیں کہ سناؤں رنج کی جگہ صبر کی گراں نشینیوں کا خوگر ہو چکا ہوں ۔ صبر کی جگہ رنج کی گریزپائیوں کا تماشائی رہتا ہوں"۔

(۲) والد مرحوم کے خادم خاص جھنجلا جھنجلا کر کہتے "اگر تجھے کتاب ہی پڑھنی تھی ، تو گھر سے نکلا کیوں ؟"

(۳) غالب اپنا یہ عقیدہ ہے ، بقول ناسخ
"آپ بے بہرہ ہے ، جو معتقد میر نہیں"

اقتباس اندر اقتباس کی صورت پیدا ہو تو اندرونی اقتباس کے لیے اکہری واوین یعنی ' ' استعمال کی جا سکتی ہیں ، مثلاً پنڈت کیفی لکھتے ہیں : " ڈاکٹر عبدالستار صدیقی فرماتے ہیں : 'مرزا غالب ذرا حرف ز سے لکھتے تھے ، ذرا کیوں ز سے لکھتے تھے اور اب کچھ لوگ ایسا کیوں کرتے ہیں ؟ ......" (کیفیہ ص ۳۵۱)

صاحب کیفیہ کی رائے :

علامتوں کے سلسلے میں پنڈت برج موہن دتاتریہ کیفی ، مولوی عبدالحق سے کچھ جداگانہ رائے رکھتے تھے ۔ ان کے خیال میں مولوی عبدالحق کی بیان کردہ سب علامات اُردو میں داخل کرنی ضروری نہیں ۔

وہ لکھتے ہیں :۔ "جو چار علامتیں ابتدا میں تھیں وہی اب یعنی ۱۹۳۰ء میں بھی رائج ہیں ، جہاں تک مذکورہ صوبوں (دہلی اور پنجاب) میں درسی کتابوں کا تعلق ہے ۔ لیکن قواعد اردو ڈاکٹر مولوی عبدالحق

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

صاحب کے چوتھے ایڈیشن میں یہ تعداد گیارہ تک پہنچا دی گئی ہے۔
موصوف نے انگریزی سے لے کر یہ علامتیں بھی شامل کر لی ہیں :۔
سیمی کولن ، کولن ، کولن اور ڈیش ، قوسین ، ڈیش ، واوین ، ہائفن ۔

وقفہ (کوما) کو وہ سکتہ کہتے ہیں اور اس کی صورت الٹا واؤ دکھاتے ہیں ۔ یہ صورت کوبے نے سر سید کے زمانے میں علی گڑھ میں اختیار کی تھی ۔ بعض اس کی نقل کرتے ہیں ۔ مگر میں اس بارے میں قدامت پرست ہوں ۔ لکھنے کا جہاں تک تعلق ہے وہ بہت کم ٹھیک جگہ پر لکھا جاتا ہے اور میں یہ دیکھتا ہوں کہ دہلی کے چھاپے خانوں کا اب کچھ دستور سا ہوگیا ہے کہ وہ واؤ معروف کے سر پر یہی علامت یعنی الٹا واؤ بنا دیتے ہیں ۔ جیسے اردوؐ ۔ اسی کتاب قواعد اردو میں ایسا ہے ۔ اس لیے میری رائے ہے کہ سکتے یا وقفے کو اسی پرانی شکل میں رہنے دیا جائے۔

کولن کی ہمیں ضرورت نہیں ۔ اسی طرح سیمی کولن بھی غیر ضروری ہے ، کیونکہ انگریزی میں جہاں سے یہ علامتیں لی گئیں ہیں ، ان کا صحیح اور بجا استعمال کرنے والے انگریزی میں بھی سو میں پانچ سات ہی ہوتے ہیں ۔

کولن اور ڈیش کا استعمال اقتباس سے پہلے ضروری ہے ۔ اس سے واضح ہو جاتا ہے کہ یہ کلام حرف منقول ہے ۔

قوسین کا اب عام رواج ہو ہی گیا ہے ۔ ڈیش کی ضرورت بھی ایسی نہیں پائی جاتی کہ اسے اسلا کی علامتوں میں داخل کیا جائے۔

واوین کی شکل اب تک اور ڈاکٹر صاحب کی زیر نظر کتاب تک ، یہ ہے " " ۔ یہ علامت صاف کر دیتی ہے کہ جو کچھ اس علامت کے اندر ہے وہ صاحب تحریر کا نہیں بلکہ اور کسی کا قول ہے ۔ یہاں تک تو یہ علامت کارآمد رہی ۔ لیکن کبھی اقتباس اندر اقتباس ہوتا ہے ، اس لیے میری تجویز ہے کہ اندرونی اقتباس کو اکہری واوین میں لکھا جائے (' ') ۔

ہائفن کو زنجیرہ کہا گیا اور اس کی شکل یہ بنائی گئی — یہ عجب لہریا ہے اور اس کی ضرورت بھی نہیں پڑتی ۔ ہمارا اصول خذ ما صفا ہونا چاہیے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اب سوال صرف ختم جملہ کی علامت کا باقی رہتا ہے جیسا کہ دیکھا ، دونوں نقشوں میں یہ علامت اس شکل کی ہے چار نقطے بنا کر ان کو دو عمودی خطوں سے آپس میں ملا دینا یہ محض طول عمل ہے ۔ ڈاکٹر صاحب موصوف اس کے لیے چھوٹے ڈیش یا اصلی انگریزی ہائفن کی شکل قرار دیتے ہیں ۔ یہ شکل اول تو بہت خفیف ہے اور دوسرے یہی علامت ذرا بڑی ہو کر اور علامتوں میں بھی موجود ہے اس لیے میری تجویز ہے کہ ختم جملہ کی علامت یہ × قرار دی جائے''۔ (کیفیہ : طبع دوم : ص ۳۴۸ تا ۳۵۰)

صاحب کیفیہ کی ان آرا کو ہم نے جوں کا توں نقل کر دیا ہے۔ مگر ہمارے خیال میں یکسانی کے لیے مولوی عبد الحق کی پیش کردہ علامتوں کو اپنانا ہی درست ہے ۔ یہ صحیح ہے کہ بعض علامتوں کا رواج کم ہے اور شاید کم رہے گا ، لیکن معیاری علامتوں کا ہونا ضروری ہے ۔ بے شک سیمی کولن کا رواج کم نہیں ہوا اور زنجیرے کا بھی یہی حال ہے : لیکن بوقت ضرورت کام آنے والی علامتیں ہیں ۔ بعض اوقات عبارت میں گنجلک سے بچنے کے لیے سیمی کولن کا استعمال اور فنی اصطلاحات میں زنجیرے کا استعمال مفید مطلب ہے ۔ ختم جملہ کی علامت اور سکتے (کوما) کی علامت اب اس قدر رواج پا چکی ہیں کہ ان کے بدلنے کی تجویز درست معلوم نہیں ہوتی ۔

(جامع القواعد ، ص ۱۸۳ تا ص ۲۱۲)

* * *

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

حصہ دوم

قواعدِ اعراب ، رموزِ اوقاف ،
علامات قرأت

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

علامات قرأت[1]

سر سید احمد خاں

اس مقام پر لفظ قرأت سے ہماری مراد قرأت مصطلحہ قرآن مجید نہیں ہے ؛ بلکہ اس کے لغوی معنی مراد ہیں یعنی پڑھنے کے نشان ، انگریزی میں چند علامتیں مقرر ہیں جن کو پنکچوئیشن کہتے ہیں انگریزی عبارت میں وہ نشان ہمیشہ لگائے جاتے ہیں ۔ ان کا فائدہ یہ ہے کہ عبارت کو فصیح طور پر پڑھنے میں آسانی ہوتی ہے ۔ ان نشانوں سے معلوم ہوتا ہے کہ جملہ کہاں ختم ہوا ؟ کہاں سے دوسرا مطلب شروع ہوا ؟ کون سے لفظ ایک دوسرے سے ملے ہوئے ہیں ؟ کون سے علیحدہ ہیں ؟ عبارت پڑھنے میں کس جگہ ٹھہرنا چاہیے ؟ کس جگہ ملا کر پڑھنا چاہیے ؟ تاکہ مطلب پڑھنے والے اور سننے والے کی سمجھ میں بخوبی آتا جائے ۔ اس کے سوا ان نشانوں سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ اس عبارت میں کون سا جملہ معترضہ ہے اور کون سا استفہامیہ ؟ کون سا اقتباسیہ اور کون سا ندائیہ ؟ کس مقام پر مصنف نے کوئی بات تعجب انگیز لکھی ہے اور کس مطلب پر مصنف نے پڑھنے والے کی زیادہ توجہ چاہی ہے ؟ علیٰ ہذا القیاس اس میں کچھ شک نہیں کہ علامات قرأت نہایت عمدہ چیز ہیں اور علم ادب کی ترقی کے لیے نہایت مفید ہیں ۔ تمام ملکوں میں جہاں علم و فنون ، علم ادب و انشاء ، تہذیب و شائستگی کی ترقی ہے ، ان

---

۱ تہذیب الاخلاق جلد ۵ بابت یکم رمضان ۱۲۹۱ھ صفحہ ۱۶۵ تا ۱۶۹

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

علامت کا استعمال ہوتا ہے ، ہم مسلمانوں نے اپنی تحریروں میں کوئی علامتیں اس قسم کی معین نہیں کیں ۔ صرف قرآن مجید میں جس کو ہم نہایت عزیز اور قابل ادب سمجھتے ہیں اور جس کی تلاوت میں ہم کو بڑا اہتمام ہے ۔ بعض ایسی علامتیں جو قرأت قرآن مجید سے مخصوص ہیں ، مقرر کی تھیں ۔

سنسکرت زبان کی تحریر میں بھی کچھ علامتیں اس قسم کی مقرر نہ تھیں ، لیکن اس زمانہ میں جن لوگوں نے اپنی زبان کی ترقی اور درستی کی فکر کی ہے ، انہوں نے اپنی اپنی تحریروں میں ان علامتوں کا رواج شروع کیا ہے ۔ بنگالی زبان کی تحریر میں تو یہ علامتیں نہایت خوبی سے مروج ہوگئی ہیں اور اُوریا اور گجراتی اور ناگری میں بھی مروج ہوتی جاتی ہیں : مگر اُردو زبان کی تحریر میں اس کا بہت کم رواج ہے ۔ کبھی کبھی ہم اپنے تہذیب الاخلاق میں کوئی کوئی علامت اس قسم کی لگا دیتے ہیں ، یا آگرہ اخبار کے ایک صاحب معاون اپنے آرٹیکلوں میں نہایت خوبی اور خوش اسلوبی سے ان علامتوں کا استعمال کرتے ہیں ۔

کچھ کم دو برس کا عرصہ ہوا ہوگا کہ جناب منشی غلام محمد صاحب متوطن بمبئی نے اس پر بہت توجہ کی اور اردو زبان کی تحریر میں بھی ان علامتوں کا مروج ہونا ضروری سمجھا اور اس باب میں ایک رسالہ ، موسوم بہ نجوم العلامات ، تحریر فرمایا جو درحقیقت اپنی خوبی اور حسن بیان میں بے نظیر ہے ۔ اس رسالہ میں جناب موصوف نے ہر قسم کی علامتیں مقرر کی ہیں ، جو علامات قرأت قرآن مجید سے اخذ کی گئی ہیں اور اکثر حروف مفردہ تہجی باضافہ ایک لکیر مثل زیر کے ان علامتوں کے لیے مقرر کیے ہیں اور ہر ایک علامت کا بیان نہایت خوبی اور خوش بیانی اور وضاحت سے کیا ہے ۔

ہم کو جناب ممدوح کی تمام تجویزوں سے دل سے اتفاق ہے ، مگر جو علامتیں انہوں نے مقرر کی ہیں ان سے بوجوہات مفصلہ ذیل ہم کو اختلاف ہے :-

اول : ہم نہیں پسند کرتے کہ جو علامتیں مدت سے قرآن مجید کی تحریر میں مخصوص ہو گئی ہیں ، وہ اور تحریروں میں مروج کی جاویں اور

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

آیت اور مطلق جو خاص قرآن مجید کی اصطلاحات ہیں ، اور تحریروں پر بولی جاویں ، گو شرعاً و عقلاً اس میں کچھ قباحت نہ ہو ، الا تعظیماً للقرآن المجید ایسا کرنا ہم پسند نہیں کرتے ۔

دویم: علامتیں جو حروف مفردہ تہجی سے مقرر کی گئی ہیں وہ اردو زبان کی تحریر میں حروف عبارت سے مشتبہ ہو جاتی ہیں اور پڑھنے میں شبہ پڑتا ہے کہ وہ حرف بھی منجملہ حروف عبارت ہے ۔ اس لیے ضرور ہے کہ علامات مذکورہ صرف نقوش ہوں ، حروف نہ ہوں ۔

سویم: علامات مذکورہ ایسی ہونی چاہییں کہ جو پتھر اور ٹیپ (ٹائپ) دونوں قسم کے چھاپہ میں مستعمل ہو سکیں ۔ پس اگر ہم ایسی علامتیں مقرر کریں جو ٹیپ (ٹائپ) میں بنی ہوئی مروج نہ ہوں تو بالفعل ہم کو نہایت مشکل پڑے گی اور کسی طرح ہم کو نہ اُن علامتوں کا ہاتھ آنا میسر ہو گا نہ ان کو بنا سکیں گے ۔ اس لیے نہایت مناسب ہے کہ جو علامتیں انگریزی میں مروج ہیں وہی ہم اردو تحریر میں بھی اختیار کریں ۔ اُن علامتوں کا ٹیپ (ٹائپ) ہر قسم کا بنا ہوا دستیاب ہوتا ہے ۔ پتھر کے چھاپہ میں نہایت آسانی سے تحریر میں آ سکتی ہیں اور ان کی شکل ایسی ہے کہ کسی حرف کے ساتھ مشابہ نہیں ہے ، صرف ایک علامت ہے جو حرف واؤ کے مشابہ ہے ، لیکن اس کو اُلٹ دینے سے وہ التباس بالکل زایل ہو جاتا ہے ۔ ہمارا ارادہ ہے کہ ہم تہذیب الاخلاق میں ان علامتوں کا رواج دیں ۔ اگر اور لوگ بھی اس کو پسند کریں گے تو اُمید ہے کہ اُردو زبان میں بھی اس کا رواج ہو جاوے گا ۔ اب ہم مناسب سمجھتے ہیں کہ جناب منشی غلام محمد صاحب کے رسالہ کی خوشہ چینی سے ان علامتوں کا اس مقام پر کچھ بیان کریں ۔

مفصلہ ذیل علامتیں ہیں جو اردو زبان کی تحریر میں مستعمل ہو سکتی ہیں

(،) کاما یعنی علامت سکتہ ۔ انگریزی میں اس کی یہ شکل ہے (,) حرف مگر یہ ، واؤ کے مشابہ تھا اس لیے اس کو اُلٹ دیا تاکہ مفرد تہجی سے مشابہت نہ رہے ۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(؛) سیمیکولن یعنی علامت سکون ۔ انگریزی میں اس کی صورت یوں (;) ہے ۔ اس کو بھی اُلٹ دیا ہے ۔

(:) کولن یعنی علامت وقفہ ۔

جہاں علامت سکتہ ہو اس لفظ پر پڑھنے میں ذرا ٹھہرنا چاہیے اور جہاں علامت سکون ہو وہاں ذرا اس سے زیادہ اور جہاں علامت وقفہ ہو وہاں ذرا اس سے بھی زیادہ ۔

(.) فلسٹاپ یعنی علامت وقفہ کامل ۔ یہ علامت اس بات کی ہے کہ یہاں فقرہ پورا ہوگیا ۔

(؟) نوٹ آف انٹیروگیشن یعنی علامت استفہام یا علامت سوال ۔

(!) نوٹ آف اکسکلامیشن یعنی علامت تعجب و حیرت و فرحت ۔ اگر یہی نشان برابر دو (!!) کر دیے جاویں یا تین (!!!) کر دیے جاویں تو زیادہ تعجب و حیرت یا مسرت پر دلالت کرتے ہیں ۔

(-) ہائی فن یعنی علامت ترکیب ۔

(—) ڈیش یعنی خط یا لکیر ۔

( ) پرنتھسز یعنی علامت جملہ معترضہ ۔

(" ") کوٹیشن یعنی علامت اقتباس ۔ انگریزی تحریر میں یہ علامت اس طرح پر لکھی جاتی ہے ، (” “) مگر ہم نے دونوں کو اُلٹا رہنے دیا ہے ۔

لفظوں کے اوپر لکیر کر دینا : یہ قدیم علامت نقل یا اقتباس کی ہے : جیسے کہ شرح میں متن کی عبارت پر لکیر کر دی جاتی ہے ۔

(—) انڈر لائن یعنی علامت توجہ ۔ جن لفظوں کے نیچے لکیر کر دی جاتی ہے، وہ اس بات کا نشان ہے کہ پڑھنے والا اس پر زیادہ توجہ کرے ۔

(*) اسٹار یعنی نجم ۔ کسی جملہ یا عبارت منقولہ کے بیچ میں دو یا تین نجم لگا دینا اس بات کا نشان ہے کہ اس مقام پر سے کچھ

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

لفظ یا عبارت جو مطلب سے متعلق نہ تھا یا اس کی نقل ضروری نہ تھی چھوڑ دی گئی ہے اور ایک نجم علامت حاشیہ کی ہے ۔

(* † ‡ ‖) ان میں سے ہر ایک حاشیہ کی علامت ہے ۔

علامت سکتہ

اس علامت سے جملہ کے ایسے حصے علیحدہ علیحدہ معلوم ہوتے ہیں جو مطلب میں تو ملے ہوئے ہیں مگر پڑھنے میں ان مقاموں پر ذرا سکتہ کر کر پڑھنا چاہیے ۔

۱- جب کسی مفرد جملہ میں مبتدا اور خبر مرکب ہوں ، تو ان کے بیچ میں علامت سکتہ لگانی چاہیے ۔

مثال : کسی چیز کی طرف مستقل اور پوری توجہ ۔ اعلی طبیعت کی نشانی ہے ۔

۲- جملہ مرکبہ کے اجزا مفردہ بذریعہ علامت سکتہ علیحدہ کرنے چاہئیں ، تاکہ پڑھنے میں الگ الگ پڑھے جاویں ۔

مثال : جب اچھائی نہیں رہتی ، تو لوگوں کی توجہ بھی نہیں رہتی ۔

بہادروں نے جب دشمنوں کا حال سنا ، تو ان پر نہایت دلیری سے حملہ کیا ۔

مگر جب جملہ کے اجزا ایسے ہوں کہ خود انھی سے ان میں ترکیب پائی جاتی ہو ، تو وہاں علامت سکتہ کا لگانا کچھ ضرور نہیں ہے ۔

مثال : خود ہمارا دل ہم کو بتاتا ہے کہ اصلی نیکی کیا ہے ۔

۳- معطوف و معطوف علیہ میں جب حرف عطف موجود ہو ، تو وہاں بھی علامت سکتہ لگانی ضرور نہیں ۔

مثال : زمین اور چاند دونوں سیارے ہیں ۔

عقلمند آدمی وقت کی قدر کرتا ہے اور اُس کو ضائع نہیں کرتا ۔

کامیابی اکثر ہوشیاری اور ہمت سے کام کرنے پر منحصر ہوتی ہے ۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

مگر جب معطوف و معطوف علیہ میں حرف عطف موجود نہ ہو ، تو وہاں علامت سکتہ لگانی ضرور ہے ۔

مثال : عقل ، ہوش ، علم ، ہنر سب وقت پر کام آتے ہیں ۔ وہ تو سیدھا ، سادھا ، ایمان دار ، آدمی ہے ۔

مستثنٰی اور مستثنٰی منہ کے درمیان میں بھی علامت سکتہ کا لگانا ضرور ہے ۔

مثال : وہ شخص ایماندار ہے ، مگر سست ۔
بہت بڑا عالم ہے ، مگر بے عمل ۔
پرہیزگار ہے ، مگر ظاہری باتوں میں ۔

جب متعدد صفتیں کسی اسم کی بغیر حرف عطف کے بیان کی جاویں تو وہاں علامت سکتہ لگانی ضرور ہے ۔

مثال : زید نہایت دانا ، ہشیار ، عالم ، فاضل ہے ۔

مگر جب دو یا دو سے زیادہ (صفات) ایسی بیان کی جاویں کہ ایک صفت دوسری صفت کی تشریح کرتی ہو ، تو ان میں علامت سکتہ لگانی نہیں چاہیے ۔

مثال : بھورا سیاہی مائل کپڑا ۔ ہلکا زردی مائل سبز رنگ ۔

اگر حرف عطف موجود ہو ، مگر جملہ کے اجزا لمبے لمبے ہوں ، تو بھی ان میں علامت سکتہ لگانی چاہیے ۔

مثال : بے اعتدالی ہمارے جسم کی قوت کو ضائع کرتی ہے اور ہمارے دل کی جرأت کو ۔

۴۔ جب کہ تین یا تین سے زیادہ الفاظ ایک ہی جزو کلام میں ہوں اور اس میں حرف عطف ہو خواہ نہ ہو ۔ ان لفظوں کے اخیر میں بھی ، سوائے اس لفظ کے جو سب سے اخیر ہو ، علامت سکتہ لگانی چاہیے ، لیکن اگر وہ آخیر کا لفظ اسم ہو تو اس کے بعد بھی علامت سکتہ ہونی چاہیے۔

مثال : نظم ، موسیقی ، مصوری ، عمدہ ہنر ہیں ۔
خورم ایک دلیر ، دانا اور دور اندیش شہزادہ تھا ۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

جب کہ جملہ میں دو دو لفظ ساتھ ساتھ ہوں ، تو ہر دو کے بعد علامت سکتہ ہونی چاہیے ۔

مثال : بے بندوبستی اور بد انتظامی ، مفلسی اور محتاجی ، تکلیف اور مصیبت ، ویرانی و بربادی ، آپس کی نا اتفاقیوں کا نتیجہ ہے ۔

۵۔ جملہ ندائیہ کے بعد بھی علامت سکتہ ہونی چاہیے ۔

مثال : میرے پیارے ، میری بات سن ۔
او جانے والے ، ادھر ہوتا جا ۔
جاگنے والو ، جاگتے رہیو ۔

۶۔ جملہ بیانیہ فقرہ مفرد کے شروع میں ہو ، خواہ بیچ میں ، خواہ اخیر میں ، اس کے ساتھ بھی علامت سکتہ ہونی چاہیے ۔

مثال : ان کی نیکی ، احسان مندی سے ، مجھے یاد ہے ۔
ان کی نیکی مجھے یاد ہے ، نہایت احسان مندی سے ۔
احسان مندی سے ، اُن کی نیکی مجھے یاد ہے ۔

۷۔ جب کہ کسی جملہ میں دو اسم آویں اور پچھلا اسم ، مع اپنے متعلقات کے ، اُسی شخص یا چیز پر دلالت کرے جس پر پہلا اسم دلالت کرتا ہے ، تو ان کے درمیان میں بھی علامت سکتہ لگانی چاہیے ۔

مثال : احمد ، خیر خواہ معاندان ۔

مگر جب کئی لفظ مل کر ایک مرکب بنے ، تو ان لفظوں کے درمیان میں علامت سکتہ نہ ہونی چاہیے ۔

مثال : شاہجہان آباد ، اکبر آباد ، الہ آباد ، چتور گڑھ ، مشکل کشا ، نبی آخرالزمان ؐ ، مشکل کشا علی ؓ ۔

۸۔ اگر اسما موصول کے بعد بھی جملہ بیانیہ ہو ، تو اس کے پہلے علامت سکتہ لگانی چاہیے ۔

مثال : وہ ، جو خم ہو کر پھر سیدھی ہو جاوے ، اصل تلوار ہے ۔

مگر جب کہ اسما موصولہ اسم کے ساتھ ملے ہوئے ہوں ، تو اس وقت ان کے پہلے علامت سکتہ کا لگانا ضرور نہیں ۔

مثال : جو تلوار خم ہوکر سیدھی ہو جاوے ، اصیل ہے ۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

۹- جب کسی جملہ کی ترکیب اُلٹ دی جاوے تو اس کے بیچ میں علامت سکتہ لگانی چاہیے -

مثال : خدا کے نزدیک کوئی چیز مشکل نہیں ہے -

اس مثال میں علامت سکتہ کی ضرورت نہیں ہے مگر جب اس کی ترکیب اُلٹ دو تو علامت سکتہ کی ضرورت ہوگی ؛

مثلاً : کوئی چیز مشکل نہیں ہے ، خدا کے نزدیک -

۱۰- جب کوئی فعل محذوف ہو تو وہاں علامت سکتہ لگانی چاہیے -

مثال : پڑھنے سے آدمی پورا انسان ہوتا ہے اور اچھی گفتگو سے ، لائق اور لکھنے سے ، قابل -

۱۱- کاف بیانیہ یا تردیدیہ کے پہلے علامت سکتہ لگانی چاہیے -

مثال : ذوالفقار خاں آویں گے ، کہ نہیں -

نیک ہو ، تا کہ خوش رہو -

علامت سکون

یہ علامت فقرہ کے ایسے اجزا علیحدہ کرنے کو لگائی جاتی ہے جو ، بہ نسبت اُن اجزا کے جن میں علامت سکتہ لگاتے ہیں آپس میں کم مناسبت رکھتے ہیں -

۱- جب کہ پہلا حصہ فقرہ کا پورا کلام ہو ، مگر اس کے بعد کا حصہ ایسا ہو کہ اس سے کوئی نتیجہ پایا جاوے یا پہلے حصہ کا مطلب بتاوے ، تو ان میں بھی علامت سکون لگانی چاہیے -

مثال : ایمانداری سے اپنا کام کرو ؛ کیونکہ اس سے تمہاری عاقبت سنورے گی -

۲- جب کئی چھوٹے چھوٹے جملے ایک دوسرے کے بعد آویں اور باہم ان کے کچھ ضروری مناسبت نہ ہو ، تو ان میں بھی علامت سکون لگانی چاہیے -

مثال : ہر چیز پرانی ہوتی ہے ؛ وقت گذر جاتا ہے ؛ ہر چیز فنا ہونے والی ہے -

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

۳- جب کسی فقرے میں کچھ تفصیل ہو ، تو اُس کے اجزا علامت سکون سے الگ کرنے چاہئیں ۔

مثال : حکیموں کا قول ہے کہ نیچر کے بے انتہا کام ہیں ؛ اُس کا خزانہ معمور ہے ؛ علم ہمیشہ ترقی پر ہے اور آئندہ نسل کے لوگ ایسی باتیں دریافت کریں گے ، جو ہمارے وہم و گمان میں بھی نہیں ۔

علامت وقفہ

اس علامت سے فقرہ کو دو یا زیادہ حصوں میں تقسیم کیا جاتا ہے ۔ جو حصے علامت سکون سے علیحدہ کیے جاتے ہیں ، بہ نسبت اُن کے ان حصوں میں جو علامت وقفہ سے علیحدہ ہوتے ہیں اور بھی کم مناسبت ہوتی ہے ، مگر ایسی بھی نہیں ہوتی کہ اُن پر مطلب ختم ہوگیا ہو ۔

۱- جب کوئی جزو فقرہ کا اپنی ترکیب اور معنی بتانے میں پورا ہو ، مگر اُس کے بعد کا جملہ بیانیہ ہو ، تو ایسی جگہ علامت وقفہ لگانی چاہیے ۔

مثال : غور کرنے کی عادت ڈالو : کہ اس سے زیادہ عمدہ کوئی تعلیم نہیں ۔

۲- جب کہ ایک فقرہ کے کئی جملے علامت سکون سے علیحدہ کیے جاویں اور اُن کا نتیجہ اخیر فقروں پر منحصر ہو ، تو اخیر فقرہ سے پہلے علامت وقفہ لگانی چاہیے ۔

مثال : نیکی سے خدا خوش ہوتا ہے ; بُرے کاموں سے خدا ناراض ہوتا ہے ؛ نیکوں کو عاقبت میں جزا دے گا ؛ بدکاروں کو قیامت کے دن سزا دے گا : یہ ایسے خیالات ہیں کہ دنیا کو خوف و رجا میں رکھتے ہیں ، نیکی پر رغبت دلاتے ہیں ، گناہوں سے باز رکھتے ہیں ۔

علامت وقفہ کامل

۱- جب کوئی مفرد جملہ چھوٹا ہو ، تو اُس کے اخیر میں علامت وقفہ کامل لگانی چاہیے ۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

مثال : زندگی کی کوئی حالت تکلیف سے خالی نہیں ۔

۲۔ جب کوئی فقرہ ترتیب معانی میں پورا ہو جاوے ، تو وہاں بھی علامت وقفہ کامل لگانی چاہیے ۔

مثال : نا اُمیدی سے اور آزمائش میں پڑنے سے ہمارے دلوں کا جوش کم ہو جاتا ہے ۔

۳۔ جب کسی لفظ کو اختصار کر کے لکھیں ، تو اُس کے بعد بھی علامت وقفہ کامل لگانی چاہیے ۔

مثال : الخ ۔ جو اختصار ہے الٰی آخرہ کا ، ہف ۔ جو اختصار ہے ہذا خلف کا ۔ بی ۔ اے ۔ جو اختصار ہے بیچلر آف آرٹ کا ۔ ایم ۔ اے ۔ جو اختصار ہے ماسٹر آف آرٹ کا ۔ سی ۔ ایس ۔ آئی ۔ جو اختصار ہے کمپینین آف دی آرڈر آف دی سٹار آف انڈیا کا ۔

علامت استفہام یا سوال

یہ علامت ایسے فقرہ کے اخیر میں لگائی جاتی ہے جس میں کوئی بات پوچھی گئی ہو ۔

مثال : تم اپنے کام سے کیوں غفلت کرتے ہو ؟
آپ کا مزاج کس طرح ہے ؟
کیا ہم نے تم سے نہیں کہا تھا ؟

علامت تعجب

جب کہ فقرہ میں کوئی ایسا کلمہ جس سے دفعتاً جوش ، یا مسرت ، یا خوف ، یا تعجب وغیرہ پیدا ہوتا ہو ، تو اُس کے آخیر میں یہ علامت لگائی جاتی ہے ۔

مثال : اَو ازلی و ابدی خدا !
اَو خوش کرنے والے اور خوف دلانے والے خیال !
میں نے شیخ کلو سے پوچھا کہ تم کون ہو ، اس نے کہا کہ گیڈر !!

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

علامت ترکیب

جب دو لفظ مرکب کیے جاویں تو ان کے درمیان میں یہ علامت لگا دیتے ہیں ، تاکہ کوئی ان کو جدا جدا نہ سمجھے ۔

مثال : کتب ـ خانہ ، شراب ـ خانہ ، فیل ـ خانہ ، منشی ـ خانہ ـ

خط یا لکیر

کبھی تو اس خط سے یہ مقصود ہوتا ہے کہ ایک لفظ سے دوسرے لفظ میں فرق ہو جاوے اور کچھ مطلب نہیں ہوتا ؛ مگر در اصل اس کا استعمال ایسی جگہ ہوتا ہے جہاں دفعتاً فقرہ ٹوٹ جاتا ہے یا دفعتاً خیال پھر جاتا ہے ۔

مثال : خدا نے کہا ۔ کیا ؟ــــاے زمین نگل جا اپنا پانی ؛ اور اے آسمان تھم جا برسنے سے ۔

کبھی اس علامت کا استعمال بطور کنایہ کسی محذوف لفظ کے ساتھ ہوتا ہے ۔

مثال : وہ تو ــــــ سے بھی بدتر ہے ؛ یعنی وہ تو شیطان سے بھی بد تر ہے ۔
میں جاتا تھا ــــــ مجھ سے ملا ۔

اس مقام پر کسی ایسے شخص سے کنایہ ہے ، کہ جس کو پڑھنے والا جانتا ہے یا لکھنے والے کو اس کا نام ظاہر کرنا مقصود نہیں ہے ۔

علامت جملہ معترضہ

جب کسی فقرہ میں کوئی جملہ معترضہ آ جاوے ، تو اس جملہ معترضہ کے شروع و اخیر میں یہ علامت لگانی چاہیے ، جس سے معلوم ہو کہ وہ ایک علیحدہ جملہ ہے جو مطلب کے بیچ میں آ گیا ہے ۔

مثال : اس بات کو بخوبی جان لو (اور تم کو اتنا ہی جاننا کافی ہے) کہ انسان کے لیے صرف نیکی ہی اصلی خوشی ہے ۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

علامت اقتباس یا نقل

جب کہ تحریر میں کسی دوسرے کا قول آ جاوے یا کسی دوسرے مصنف کی بعینہٖ عبارت اپنی تحریر میں ملا دی جاوے ، تو اس کے اول اور آخر میں یہ علامت لگا دینی چاہیے ۔

مثال : باغ کی تعریف اس سے بہتر نہیں ہو سکتی " تو گوی خوردہ مینا برخا کش ریختہ و عقد ثریا برتا کش آویختہ"۔
جب تک آدمی خود اپنا کام آپ نہ کرے ، بخوبی کام نہیں ہوتا : مشہور قول ہے کہ " آپ کام مہا کام "۔
رسولِ خدا (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا کہ "عمل نیت پر منحصر ہیں" حدیث کے یہ لفظ ہیں " انما الاعمال بالنیات"۔

علامت توجہ

جس لفظ یا عبارت کے نیچے لکیر کی جاتی ہے اس کا یہ مطلب ہے کہ اس پر زیادہ توجہ درکار ہے ۔

مثال : ذوالفقار خاں کشتی پر جاتے تھے ۔ کتاب ہاتھ میں تھی ، نادانی سے گر پڑی اور ڈوب گئی ۔

علامت نجم

اس بات کی نشانی ہے کہ نقل کرنے میں بیچ میں سے غیر ضروری عبارت چھوڑ دی گئی ہے ۔

مثال : " شبے تامل ایام گذشتہ میکردم ، و بر عمر تلف کردہ تاسف میخوردم ، و سنگ لاخہ دل را بالماس آب دیدہ می سفتم * * * تا یکے از دوستاں کہ در کنجاورہ غم انیس من بود ، و در حجرہ هم جلیس ، برسم قدیم از در در آمد" ۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

علامت حاشیہ

شخصے نزد فقیہے آمد و پرسید کہ آن کدام زن[1] مجوسی[2] بود، کہ دخترش[3] را گرگاں خوردہ بودند[4]؟ فقیہہ جواب داد، کہ بابا تو تمامتر غلط گفتی، من کدام غلط ترا صحیح کنم از پیش من برو۔

(مقالات سر سید حصہ ہفتم، ص ۲۱۶ تا ص ۲۲۹)

۱۔ آن زن نہ بود بلکہ مرد بود۔
۲۔ مجوسی نبود بلکہ حضرت یعقوب نبی بنی اسرائیل بودند۔
۳۔ دختر نہ بود بلکہ پسر بود۔
۴۔ گرگاں نخوردہ بودند بلکہ برادرانش غلط گفتہ بودند۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اعراب (یا حرکات و سکنات)

ڈاکٹر مولوی عبدالحق (بابائے اُردو)

سادہ آوازوں کو ہم بلا تکلف ہونٹ اور زبان کی امداد سے ملا کر مرکب کر لیتے ہیں اور اس طرح فراٹے سے باتیں کرتے چلے جاتے ہیں جیسے کسی نے کل کوک دی۔ زبان اور لب کی ذرا سی جنبش سے آواز کی مختلف صورتیں پیدا ہو جاتی ہیں۔ آواز کا پھیلنا، تند ہونا، بڑھنا، گھٹنا، گھومنا، گول ہو جانا، سب اسی پر منحصر ہے۔ ان تمام آوازوں کو صفائی کے ساتھ تحریر میں لانا نہایت مشکل ہے۔ اگرچہ بہت کوشش کی گئی لیکن اب تک پوری کامیابی نہیں ہوئی۔ بعض زبانوں مثلاً سنسکرت انگریزی وغیرہ میں سادہ آوازوں کے مرکب کرنے کے لیے جو جنبش لب و زبان کو ہوتی ہے، اس کے لیے بعض حروف مناسب قرار دیے ہیں اور جہاں دو یا دو سے زیادہ حروف کا ملانا منظور ہوتا ہے وہاں ان میں سے بہ لحاظ آواز کے ایک نہ ایک حرف ضرور آتا ہے؛ اس لیے اس قسم کی ہر زبان میں حرف کی دو قسمیں کی گئی ہیں: ایک وہ حروف جو دوسرے حروف کو ملا کر آواز قائم کرنے کے لیے آتے ہیں جنھیں عربی میں حروف علّت کہتے ہیں اور دوسرے جو بغیر ان حروف کے آپس میں مل کر آواز پیدا نہیں کر سکتے، وہ حروف صحیح کہلاتے ہیں۔

اُردو میں مثل عربی کے حروف علّت دو قسم کے ہیں: ایک محض علامات (یا اعراب) دوسرے اصل حروف ا، و، ی۔ اعرابی علامات بھی درحقیقت انھیں حروف کی مختصر صورتیں ہیں۔ تفصیل یہ ہے:

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

زبر (جسے عربی میں فتح کہتے ہیں ، جس کے معنے کھلنے کے ہیں یعنی آواز کھل کر نکلتی ہے) زبر کے معنے اوپر کے ہیں - چوں کہ یہ علامت حروف کے اُوپر آتی ہے اس لیے زبر کہتے ہیں - اس آواز کو لمبا کرنے سے الف کی آواز پیدا ہوتی ہے یا یوں کہنا چاہیے کہ الف کی خفیف آواز زبر ہے ؛ جیسے : مرا اور مار -

زیر - (جسے عربی میں کسرہ کہتے ہیں ، جس کے معنی توڑنے کے ہیں کیونکہ اس کے آنے سے آواز میں ایک قسم کی شکن پیدا ہوتی ہے) زیر کے معنی نیچے کے ہیں کیوں کہ یہ حرف کے نیچے لگایا جاتا ہے - اس کی آواز خفیف ی کی سی ہوتی ہے ، لیکن ی کے ساتھ آنے میں دو قسم کی آوازیں پیدا ہوتی ہیں ؛ ایک زیادہ باریک اور طویل اور دوسری کسی قدر واضح اور کھلی ہوئی ؛ جیسے بیر (پھل کا نام) اور بیر (بہادر) یہاں ی کی دو حالتیں ہیں ، پہلی حالت میں یائے خفی (مجہول[1]) ہے اور دوسری حالت میں یائے جلی (معروف) ہے - یائے معروف گول (ی) لکھی جاتی ہے اور یائے مجہول لمبی پڑی ہوئی (ے) - یائے مجہول اور یائے معروف جب کسی لفظ کے بیچ میں آتی ہیں تو ان کی صورت ایک سی ہوتی ہے ، اس لیے امتیاز کے لیے یائے معروف کے نیچے زیر دے دیتے ہیں اور یائے مجہول خالی رہتی ہے -

پیش[2] (جسے عربی میں ضمہ کہتے ہیں ، جس کے معنے ملانے کے ہیں ، پیش کے معنے سامنے یا آگے کے ہیں - یہ حرف کے اُوپر آتا ہے اور

۱- یائے مجہول اور واؤ مجہول کی آواز عربی میں نہیں آتی اس لیے عربوں نے اس کا نام مجہول (یعنی نامعلوم) یا عجمی رکھا ہے - لیکن اُردو میں یہ آوازیں مجہول یا نامعلوم نہیں رہیں - اس لیے یہ نام موزوں نہیں معلوم ہوتے مگر اس قدر کثرت سے مستعمل اور مشہور ہیں کہ دوسرے نام اگر رکھے بھی جائیں تو ان کا رواج پانا مشکل ہے -

۲- مولوی نظام الدین حسن صاحب بی - اے - ایل - ٹی مرحوم اس علامت (و) کو لفظ ضمہ کا مخفف بتاتے ہیں اس طور پر کہ م ہ دونوں حذف کر دیے گئے ہیں - میرے خیال میں یہ (و) ہے چوں کہ پیش واؤ کی مختصر آواز کے لیے آتا ہے اس لیے یہ صورت قرار دی گئی -

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

خفیف واؤ کی آواز دیتا ہے ۔ ی کی طرح واؤ کی بھی دو آوازیں ہیں ۔ ایک پوری اور بھری ہوئی اور دوسری کھلی اور ہلکی ۔ پہلی کو واؤ معروف اور دوسری کو مجہول کہتے ہیں ۔ جیسے دو ، د اور ڈور ۔ واؤ معروف پر اُلٹا پیش لکھتے ہیں اور واؤ مجہول خالی رہتی ہے ۔

ا ، و ، ی ، حروف صحیح بھی ہوتے ہیں ۔ الف جب لفظ کے شروع میں آتا ہے تو ہمیشہ حرف صحیح ہوتا ہے ۔ واو جب لفظ کے شروع میں یا درمیان میں آئے اور متحرک ہو جیسے وعدہ ، ہوا ، تو حرف صحیح ہوگی ۔ ی کی بھی یہی حالت ہے جیسے یقین کے شروع میں یا میسر کے درمیان ۔ یعنی جب اعراب کا یا آواز کے خفیف سے بڑھانے گھٹانے کا کام دیتے ہیں تو حروف علت ہوتے ہیں ورنہ معمولی حروف کی طرح حروف صحیح ۔

یوں زبر الف کے ساتھ زیر (ی) کے ساتھ اور واؤ پیش کے ساتھ آتی ہے اور بہ لحاظ آواز کے ان کا جوڑ بھی ہے ؛ لیکن بعض اوقات ایسا نہیں ہوتا بلکہ مختلف حرکتیں جمع ہو جاتی ہیں ؛ مثلاً : زبر اور واؤ ایک جگہ آ جاتے ہیں ۔ جیسے قوم میں ۔ ایسی حالت میں یہ مختلف حرکتیں ایک ہی آواز دیتی ہیں ۔ ایسے واؤ پر یہ علامت ^ لکھی جائے ۔ یہی حالت ی کی بھی ہے : جیسے : خیر میں ۔ ایسی واؤ یاے کو ماقبل فتح کہتے ہیں ۔ یعنی وہ ی یا واؤ جس کے پہلے زبر ہے یا ماقبل فتح جب آخر میں آئے تو آدھی لکھی جائے : جیسے : شے ، قے ۔

جب کوئی حرف مکرر آواز دیتا ہے تو بجاے دو بار لکھنے کے صرف ایک ہی بار لکھتے ہیں اور اُس پر ایک علامت لگا دیتے ہیں ۔ اس علامت کو تشدید (ّ) کہتے ہیں مثلاً مدّت کو آواز کے لحاظ سے بجائے م د د ت لکھنے کے د پر تشدید لکھ دیتے ہیں اور اس سے مقصد حاصل ہو جاتا ہے ۔ جس حرف پر تشدید ہوتی ہے ، اس پر علاوہ تشدید کے زبر ، زیر ، پیش ، میں سے کوئی علامت ضرور ہوتی ہے تا کہ پڑھنے میں زبان سے وہی آواز نکالی جائے ؛ لیکن جب تشدید ی یا واؤ پر ہوتی ہے تو لفظ کے پہلے جز کی حرکت کو گھسانا پڑتا ہے ورنہ تلفظ صحیح ادا نہیں ہوتا ؛ مثلاً نیّر ۔ اگر معمولی طور سے دونوں جز (ی) کے ساتھ الگ الگ بولے جائیں (نے یر) تو تلفظ صحیح ادا نہ ہوگا اسی طرح توّاب وغیرہ الفاظ ہیں ۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

جزم یا سکون (ْ) ۔ سکون کے معنے خاموشی کے ہیں ۔ جس حرف پر یہ علامت ہوتی ہے بولنے میں اسے کوئی حرکت نہیں دیتے ۔ جب کسی حرف پر کوئی حرکت زبر ، زیر ، پیش نہ ہو تو ایسے حرف کو ساکن کہتے ہیں ۔ اردو میں ہر لفظ کا آخری حرف ساکن ہوتا ہے ۔

مد (~) الف جب کھینچ کر بولتے یا پڑھتے ہیں تو اس وقت اس پر یہ علامت لگا دیتے ہیں ، جیسے آم ۔ ایسے الف کو الف ممدودہ کہتے ہیں ۔ مد کے معنے لمبا کرنے یا کھینچنے کے ہیں ۔

ہمزہ (ء) اسے غلطی سے حروف میں شامل کر لیا گیا ہے ۔ یہ درحقیقت ی اور واؤ کے ساتھ وہی کام دیتا ہے جو مدالف کے ساتھ یعنے جہاں ی کی آواز کھینچ کر نکالنی پڑے اور قریب دو ۲ (ی) کے ہو یا جہاں واؤ کی آواز معمول سے بڑھ کر نکالی جائے ، وہاں بطور علامت کے آگے لکھ دیتے ہیں ۔ یہ ہمیشہ ی یا و کے ساتھ آتا ہے ؛ جیسے : گئی ، تئیں ، کہاؤں ۔ الف ممدودہ شروع میں آتا ہے اور بعض عربی الفاظ میں درمیان میں بھی ؛ لیکن ہمزہ ہندی الفاظ میں ی یا واؤ کے شروع میں آتا ہے ۔ بعض جگہ یہ ی کا قائم مقام ہوتا ہے ؛ جیسے : مائیاں ۔ کبھی عربی الفاظ میں خفیف الف کی آواز دیتا ہے ؛ جیسے : ہیئت ، جائز ، ایک ی پر جو آخر میں آتی ہے ، لکھنا درست نہیں ؛ جیسے : رای ، رائے ، میں ۔ ان میں ی کی آواز کافی ہے ۔ لیکن آئے ، جائے ، آئیے ، جائیے ، میں ہمزہ کا لکھنا لازم ہے ، کیوں کہ اس قسم کے الفاظ میں بغیر ہمزہ کے تحریر میں صحیح تلفظ ادا نہیں ہوتا ۔

تنوین (ً ٍ ٌ) اس کے معنے نُون کی آواز پیدا کرنے کے ہیں ۔ یہ صرف عربی آواز کے آخر میں آتی ہے ۔ جب یہ علامت کسی حرف پر ہوتی ہے تو اس کے آخر میں نون کی آواز نکلتی ہے ؛ جیسے : فوراً ، اتفاقاً ، نسلاً بعد نسلٍ ، شارٌ الیہ ۔ جب نون کے ساتھ زبر کی آواز نکالنی مقصود ہوتی ہے تو دو زبر لکھتے ہیں اور زیر کی آواز کے لیے دو زیر اور پیش کے لیے دو پیش ۔ اردو میں زیادہ تر زبر ہی کی تنوین آتی ہے ۔

زبر کی تنوین میں لفظ کے آخر میں الف بڑھا کر تنوین لگاتے ہیں ؛ جیسے : اتفاقاً دفعتاً ۔

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

اگر لفظ کے آخر میں پہلے سے الف ہو تو اس کے بعد ء بڑھا کر تنوین لگاتے ہیں ؛ جیسے : ابتداءً ۔

نوٹ :- ان علامات کو اعراب اس لیے کہتے ہیں کہ اہل عرب کی ایجاد سمجھے جاتے ہیں ۔ اعراب سے یہ مطلب ہے کہ کسی ہر ان میں سے کسی علامت کا لگانا ۔ انہیں حرکات بھی کہتے ہیں ؛ کیونکہ ان علامات سے آواز میں حرکت پیدا ہوتی ہے ؛ لیکن چوں کہ جزم سے سکون پیدا ہوتا ہے ، اس لیے پورا نام حرکات و سکنات ہے ۔ اعراب کا لفظ مختصر ہونے کی وجہ سے زیادہ مناسب ہے ۔ جس حرف پر کوئی حرکت ہوتی ہے ، اُسے متحرک کہتے ہیں ۔

۱ ۔ فارسی میں چند لفظ ایسے ہیں کہ ان میں واؤ ساکت ہوتی ہے : یعنی تلفظ میں ظاہر نہیں کی جاتی ، اسے واؤ معدولہ کہتے ہیں ؛ مگر یہ واؤ ہمیشہ خ کے بعد آتی ہے ۔ ایسے لفظ بہت کم ہیں اور وہ یہ ہیں : خود خویش ، خوے ، خوش ، خود خوردن (اور اس سے جو لفظ بنے ہیں) خواندن (اور اس سے جو لفظ بنے ہیں) ؛ لیکن خواب ، خواہش ، خواستن (اور اس سے جو لفظ نکلے ہیں) خواہر ، خواجہ ، خوارزم (نام ملک) میں واؤ کی نصف آواز ظاہر ہوتی ہے ۔ اس قسم کی واؤ کے بعد الف ہوتا ہے ۔ انگریزی میں بعض لفظ ایسے ہیں ، جن میں نہ پورا واؤ کا تلفظ ادا ہوتا ہے نہ پیش کا ، ان کی حالت بہت کچھ ان الفاظ کے مشابہ ہوتی ہے ؛ لہذا ان کے صحیح تلفظ کے لیے اسی قسم کی واؤ کا استعمال مناسب ہوگا ۔ اس قسم کی واؤ کے نیچے ایک چھوٹا سا خط کھینچ دیا جاتا ہے تا کہ امتیاز ہو سکے ۔

۲ ۔ اُردو میں بعض الفاظ ایسے ہیں ، جہاں واؤ بجائے پیش کے استعمال کی جاتی تھی ، لیکن اب وہ متروک ہوتی جاتی ہے ۔ مثلاً اوس (بجائے اُس) پہونچنا (بجائے پہنچنا) پورانا (بجائے پرانا) چورانا (بجائے چرانا) لکھتے تھے اور اب بھی بعض لوگ لکھ جاتے ہیں ۔

۳ ۔ (ن) کی دو حالتیں ہوتی ہیں : ایک تو جب اس کی آواز پوری ادا ہو ؛ جیسے : پان ، گیان ، دھیان میں ۔ دوسرے جب پورے طور پر

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ادا نہ ہو بلکہ کسی قدر ناک میں گنگنی سی آواز نکلے ، ایسی حالت میں آئے نون غنہ کہتے ہیں ؛ جیسے : ساں ، کنواں ، سانپ ، اینٹ ، ہنسنا وغیرہ میں نون غنہ جب آخر میں آتا ہے اس میں نقطہ نہیں دیتے ؛ لیکن جب بیچ میں آتا ہے تو اس پر اُلٹا جزم لگانا چاہیے (۷) ۔

۴ ۔ نون غنہ کا استعمال زبان میں عام طور پر ہے اور یہ اکثر حروف کے ساتھ آتا ہے ۔ جب بیچ میں آتا ہے تو اپنے پہلے حرف سے مل کر ایسی آواز پیدا کرتا ہے کہ بھ ، پھ ، وغیرہ کی طرح ایک آواز معلوم ہوتی ہے ؛ جیسے : ہنسنا ، کنور وغیرہ ۔

۵ ۔ بعض الفاظ میں ی بھی اپنے پہلے حرف کے ساتھ اس طرح مل کر پڑھی جاتی ہے کہ وہ دونوں ایک آواز معلوم ہوتے ہیں ؛ جیسے : کیا ، کیاری ، پیارا ، دھیان ، چیونٹی ، گیارہ ۔ اس کا نام ہم نے یا ے معدولہ رکھا ہے ۔ امتیاز کے لیے ایسی ی کے اوپر یہ (۲) نشان لگا دیتے ہیں ۔

۶ ۔ الف ممدودہ تو وہ ہے جس کی آواز کھینچ کر نکالی جائے ؛ جیسے : آم میں ۔ الف مقصورہ وہ ہے جس کی آواز سادی ہوتی ہے اور کھینچنا نہیں پڑتا ؛ جیسے : (اب) میں ۔ بعض عربی الفاظ ایسے ہیں کہ ان میں الف ی کی صورت میں لکھا جاتا ہے ؛ جیسے : عقبیٰ اور دعوٰی میں ۔

۷ ۔ بعض فارسی حروف کے آخر میں ہ لگی ہوتی ہے یہ اصل لفظ کا جز نہیں ہوتی بلکہ زائد ہوتی ہے اس کا تلفظ زبر کا سا ہوتا ہے ۔ گویا یہ اعراب کا کام دیتی ہے ؛ جیسے : ہفتہ ، روزہ ۔ ایسی ہ کو ہائے مختفی کہتے ہیں ۔

۸ ۔ عربی زبان کے ایسے لفظ جن میں دوسرا حرف ح ساکن ہو اور اس کے پہلے حرف پر زبر ہو ، تو اردو بول چال میں زبر نہیں بولا جاتا بلکہ اس کی آواز زبر اور زیر کے مابین ہوتی ہے ؛ جیسے : حمد ، محبوب ، لحد ، بحر وغیرہ میں ۔

۹ ۔ عربی میں امتیاز و خصوصیت کے لیے اسما پر (ال) لگا دیتے ہیں بعض حروف ایسے ہیں کہ اگر ان کے پہلے ال آتا ہے تو تلفظ میں ظاہر نہیں کیا جاتا اور لفظ کا اول صرف مشدد پڑھا جاتا ہے ۔ جن حروف کے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

شروع میں ال نہیں پڑھا جاتا انہیں حروف شمسی کہتے ہیں ۔ یہ نام اس لیے رکھا گیا ہے کہ جب شمس کے پہلے ال لگایا جاتا ہے تو لام کی آواز ظاہر نہیں کی جاتی (الشمس) اور جن حروف میں ل کی آواز تلفظ میں ظاہر کی جاتی ہے انہیں حروف قمری کہتے ہیں ، کیوں کہ قمر پر جب ال لگائیں گے تو ل کی آواز ظاہر کی جائے گی (القمر) ۔ اس کا استعمال صرف عربی الفاظ کے ساتھ عربی قواعد کی رو سے ہوتا ہے ۔ چوں کہ اُردو میں ایسے الفاظ اکثر آتے ہیں لہذا اس کی تصریح یہاں کر دی جاتی ہے ۔

حروف قمری

ا : جیسے الامان ، نباش الاول ۔ ب : فصیح البیان ۔ ج : عبدالجلیل ۔
ح : عبدالحئی ۔ خ : مراۃ الخیال ۔ ع : نورالعین ۔ غ : اسداللہ الغالب ۔
ف : سریع الفہم ۔ ق : صادق القول ۔ ک : بالکل ۔ ل : التوا ۔ م : بیت المال ۔
و : کتاب الواعظ ۔ ہ : بوالہوس ۔ ی : الیوم ۔

حروف شمسی

د : مظفر الدین ۔ یوم الدین ۔ ذ : صاحب الذکر ۔ ر : ہارون الرشید
ز : خلیفۃ الزمان ۔ س : ظل السلطان ۔ ش : الشمس ۔ ص : الصبر ۔
ض : الضالین ۔ ط : جبل الطارق ۔ ظ : الظاہر ۔ ن : ذوالنورین ۔
النوم ۔

۱۰- حروف سے جب الفاظ بنائے جاتے ہیں تو حروف کی تین صورتیں ہوتی ہیں : ایک شروع میں ، دوسری بیچ میں ، تیسری آخر میں ۔ بعض حروف کی تین سے بھی زیادہ صورتیں ہوتی ہیں ؛ مثلاً : میم لفظ کے شروع میں ؛ جیسے : مور ۔ بیچ میں ، دو حالتیں ؛ جیسے : ٹھہ ، قمر ، آخر میں : جیسے : میم میں ۔ بعض حروف شروع میں مل کر نہیں آتے یہ حروف ۔ ا ۔ د ۔ ذ ۔ ر ۔ ز ۔ و ۔ ہیں ۔ جب کسی لفظ میں ان حروف کے بعد کوئی دوسرا حرف لکھا ہو تو الگ لکھنا پڑے گا ؛ جیسے : سورج ، ایال ، نذر ، وغیرہ ۔ جب ان حروف میں سے چند حروف مل کر لفظ بنتے ہیں تو سب الگ الگ لکھے جائیں گے ؛ جیسے : درد ، دورہ وغیرہ ۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

۱۱- اُردو ، تحریر میں (مثل عربی فارسی کے) یہ عجیب بات ہے کہ الفاظ میں حروف پورے نہیں لکھے جاتے بلکہ ہر حرف کے لیے صرف چھوٹا سا نشان بنا دیتے ہیں ، اس طور پر الفاظ نہایت مختصر ہو جاتے ہیں ۔ بخلاف دوسری زبانوں کے جن کے لکھنے میں بہت طول ہو جاتا ہے اور وقت بھی زیادہ صرف ہوتا ہے ۔ یہ طرز تحریر نہایت شائستہ اور مہذب ہے ۔ مختصر نویسی جس کا رواج یورپ میں اب تھوڑے زمانے سے ہوا ہے ، وہ ہمارے یہاں صد ہا سال سے موجود ہے ۔ ایک مشاق لکھنے والا مقرر کی تقریر کو بخوبی قلم بند کر سکتا ہے ۔ یہ خوبی درحقیقت بہت لایق قدر اور دوسری زبانوں کے لیے قابل رشک ہے ۔

(قواعد اردو ، ص ۴۳ تا ص ۵۲)

★ ★ ★

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اُردو رموز اوقاف

رشید حسن خاں

اعراب :

"اعراب" سے مراد ہیں: زبر ، زیر ، پیش اور جزم ۔ زبر ، زیر ، پیش کو "حرکات" بھی کہتے ہیں ۔ اردو میں عام لفظوں پر زبر زیر لگانے کا رواج نہ تھا اور نہ ہے ۔ مگر اب حالات نے کچھ ایسی صورت پیدا کر دی ہے کہ بہت سے لفظوں پر اعراب کی ضرورت کا احساس ہوتا ہے ۔ عام الفاظ کے علاوہ ، بعض مقامات یقیناً ایسے ہیں جہاں اعراب نگاری کو لازم قرار دینا چاہیے ۔

ان میں سب سے زیادہ اہمیت اضافت کے زیر کی ہے ۔ اضافت کے زیر کو لازماً لگانا چاہیے ، جیسے : موسمِ بہار ، دہلیِ مرحوم ، دیوِ سفید ، زندگیِ فانی وغیرہ ۔ اِسی طرح اُس ، اِس ، اُن ، اِن ، اُدھر ، اِدھر ؛ ان کلمات میں الف پر زیر یا پیش ضرور لگانا چاہیے ۔ مشکل لفظوں میں یا کم معروف لفظوں میں ضروری مقامات پر اعراب ضرور لگانا چاہیے ۔ اسی طرح ، جن لفظوں کے پڑھنے میں کسی طرح کا شبہہ پیدا ہو سکتا ہو ، ان پر بھی اعراب لگانا چاہیے ۔ خاص خاص لفظوں پر اعراب لگانے سے ایک فائدہ یہ بھی ہوگا کہ لکھنے والے اور پڑھنے والے ، دونوں کا ذہن صحتِ تلفّظ کی طرف منتقل ہوتا رہے گا اور آج کل اس کی بہت ضرورت ہے ۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

علامات :

لفظوں کو صحیح پڑھنے کے لیے ، واو اور ی کے سلسلے میں بعض مقامات پر اس کی ضرورت محسوس ہوتی ہے کہ یہ معلوم ہو کہ ی یا واو یہاں معروف ہے یا مجہول ۔ اسی طرح نون کے متعلق بھی یہ معلوم ہو کہ یہاں یہ غنہ ہے یا ملفوظ ۔ بہت سے نئے لفظوں یا کم معروف لفظوں کے سلسلے میں خاص طور پر اس ضرورت کا احساس ہوتا ہے ۔

(۱) ——— واو سے پہلے والے حروف پر اگر پیش ہو اور وہ واو کھینچ کر پڑھا جائے ، تو اُس کو ''واوِ معروف'' کہتے ہیں ۔ کھینچ کر پڑھنے میں نہ آئے تو وہ ''واوِ مجہول'' ہے ۔ واو معروف کو ظاہر کرنے کے لیے ، اس واو پر الٹا پیش بنا دینا چاہیے ، جیسے : دور ، چور ، نور ، طور ۔ واو مجہول کے لیے ، اس سے پہلے والے حرف پر پیش لگانا کافی ہوگا ، جیسے : چُور ، گُور ، بُور ، شُور ۔

(۲) ——— یاے معروف کے لیے ، اس کے نیچے ایک چھوٹی سی کھڑی لکیر آئے گی ، جیسے : بیٹ ، اینٹ ، چھینٹ ۔ یاے مجہول کے لیے ، اس سے پہلے والے حرف پر زیر لگایا جا سکتا ہے ، جیسے : بِیر ، پِیر ، تِیر ، شِیر ۔

(۳) ——— طَور ، جَور ، اور بَیر ، تَیر جیسے لفظوں میں (جن میں ماقبل ی مفتوح ہے) ی اور واو سے پہلے والے حرف پر زبر لگا دینا چاہیے ۔

(۴) ——— نون غنہ جب لفظ کے آخر میں آتا ہے تو اس پر نقطہ نہیں رکھا جاتا ہے ، جیسے : کہاں ، وہاں ——— جب وہ لفظ کے بیچ میں ہو اور ضرورت محسوس ہو ، تو اُس کے اوپر الٹا قوس (ˇ) بنا دینا چاہیے ، جیسے : گنوار ، کانو ، دانو ، چونسا ——— جب وہ ساکن ہو اور ضرورت سمجھی جائے ، تو اس پر جزم بنا دیا جائے ، جیسے : ہنسی ، چندن ، ہنڈا ، چنڈل ۔

(۵) ——— کچھ لفظ ایسے ہیں جن میں واو لکھنے میں آتا ہے اور پڑھنے میں نہیں آتا ، جیسے : خود ، خوش ۔ اگر کبھی کسی خاص

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

لفظ میں ضرورت محسوس ہو ، تو ایسے واو کے نیچے ایک چھوٹی سی لکیر بنا دی جائے، جیسے : خِود ، خِویش ، خِوراک ۔

علامتوں کے متعلق یہ بات خوب سمجھ لینا چاہیے کہ ان کو بے ضرورت استعمال نہ کیا جائے۔ اکثر لفظوں سے عام لوگ واقف ہوا کرتے ہیں ۔ زیادہ زبر زیر یا علامتیں لگانے سے عبارت بوجھل اور بدنما ہو جاتی ہے اور آسانی کے بجائے ، کبھی کبھی الجھن پیدا ہو سکتی ہے ۔ ہاں ، جہاں واقعی ضرورت ہو ، وہاں اعراب بھی لگانا چاہیے اور علامتوں سے بھی پوری طرح کام لینا چاہیے ، بل کہ ان کو لازم سمجھنا چاہیے ۔

(فائدہ) ـــــ تشدید بھی ایک طرح کی علامت ہے ، جس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہاں اِس حرف کی تکرار ہے ۔ یہ علامت ، حرف کی قائم مقام ہوتی ہے (مددت = مدّت) ۔ بہت سے لفظ ایسے ہیں جن کو تشدید کے بغیر بھی صحیح طور پر پڑھ لیا جاتا ہے ، مگر اچھا یہی ہوگا کہ اس کو التزام کے ساتھ لکھا جائے۔ بہت سے لفظ ہیں جو مع تشدید بھی درست ہیں اور بلا تشدید بھی ، جیسے : ندی اور ندّی ۔ ایسے لفظ بھی ہیں جن میں تشدید کے ہونے یا نہ ہونے سے معنوی فرق آ جاتا ہے ، جیسے : ردی اور ردّی ۔ ''زندگیِّ فانی'' اگر شعر میں آیا ہے اور اس کو ''زندگی فانی'' ہی لکھا جائے تو ظاہر ہے کہ ٹھیک نہیں ہوگا۔ بہ ہر صورت ، تشدید کو ضرور لکھنا چاہیے . . .

یہ خیال رہے کہ عبارت کو بہت سی علامتوں سے بوجھل بنا دینا ، کچھ مناسب نہیں ۔ بہت سے زیور لاد لینا ، گنوار پن کی پہچان بھی بن جایا کرتی ہے ۔ بہ قدر ضرورت ہر چیز کو استعمال کرنا چاہیے ، وہ زیر زبر ہوں یا علامات و اوقاف ۔ اس زمانے میں لسانیات والوں نے بہت سی علامتیں وضع کر ڈالی ہیں ؛ اگر ان سب کو استعمال کیا جائے تو اردو کی عبارت سے زیادہ اُلجھن میں ڈالنے والی چیز شاید ہی اور کوئی ملے ۔ ان سب کے اجتماع سے قلم رکے گا ، نگاہ گھبرائے گی اور زبان دھوکے کھائے گی اور پرچۂ ترکیب استعمال ساتھ لے کر بیٹھنا پڑے گا ۔ ایسے ہی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

موقعوں پر یہ مثل کہی جاتی ہے کہ : بھٹ پڑے وہ سونا ، جس سے ٹوٹیں کان ۔

رموز اوقاف :

اوقاف ، ان علامتوں کو کہتے ہیں جن کی مدد سے جملے کو اور جملے کے مختلف اجزا کو صحیح طور پر سمجھنے میں مدد ملتی ہے ۔ ان کا استعمال ضروری ہے ۔ یہ دیکھا گیا ہے کہ اضافت کے زیر اور کاما کو اگر صحیح طور پر استعمال کیا جائے تو اکثر اوقات پڑھنے والے کو عبارت اور اشعار کے مطالب و مفاہیم کے سمجھنے میں آسانی ہوتی ہے ۔ ان علامتوں کو پابندی سے استعمال کرنا چاہیے ۔ یہ علامتیں حسب ذیل ہیں :

	اُردو نام	انگریزی نام	علامت
(۱)	سکتہ	Comma	،
(۲)	وقفہ	Semicolon	؛
(۳)	رابطہ	Colon	:
(۴)	ختمہ	Fullstop	۔
(۵)	سوالیہ	Sign of Interrogation	؟
(۶)	ندائیہ ، فجائیہ	Sign of Exclamation	!
(۷)	قوسین	Brackets	( ) - [ ]
(۸)	واوین	Inverted Commas	'' ''

۱۔ سکتہ : اس علامت کا انگریزی نام ''کاما'' زیادہ مشہور ہے ۔ ''کاما'' کا استعمال بہت ضروری ہے ۔ اس سے بڑا فائدہ یہ ہوتا ہے کہ عبارت کے ٹکڑے ایک دوسرے سے اس طرح مل نہیں پاتے کہ مطلب خبط ہو جائے ۔ جب بھی ایسے لفظ یک جا ہو جائیں ۔ جن کو ایک دوسرے سے الگ کیا جانا ضروری ہو تو وہاں کاما کو ضرور استعمال کرنا چاہیے ۔ یہ علامت خاص طور سے ایسے موقعوں پر استعمال میں آتی ہے :

(۱) جب دو یا زیادہ ایک ہی قسم کے کلمے ایک ساتھ آئیں ۔ ایسی صورت میں عام طور پر یہ ہوتا ہے کہ پہلے ایک یا دو

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

لفظوں کے بیچ میں کاما آتا ہے اور آخری لفظ سے پہلے ''اور'' یا '' یا '' آتا ہے ، جیسے : یہ کتاب مفید ، نصیحت آموز اور آسان ہے ۔ دہلی ، بمبئی ، آگرے اور کلکتے میں بھی میں نے تلاش کیا ۔ وہ تو بہت سمجھ دار ، ذہین اور بااخلاق ہیں ۔

(۲) ندائیہ لفظوں کے بعد ، جیسے : جناب صدر ، خواتین و حضرات ! اے ماؤ ، بہنو ، بیٹیو !

(۳) مختلف ٹکڑوں کے بیچ میں ، جیسے : صبح ہو کہ شام ، خدا کو یاد کرنا چاہیے — آندھی ہو کہ پانی ، روشنی ہو یا اندھیرا ، تنہائی ہو یا محفل ، کسی بھی حالت میں اخلاق اور سچائی کا دامن ہاتھ سے نہیں چھوڑنا چاہیے ۔

(۴) ایک ہی ڈھنگ کے جملوں کے بیچ میں ، جیسے : میں یہاں آیا ، وہاں گیا ، غرض سارا دن پھرتا رہا ۔ کھیلنے کے وقت کھیلو ، پڑھنے کے وقت پڑھو ۔ '' کاما '' بہت سے مقامات پر استعمال میں آتا ہے ، مندرجہ ذیل مثالوں سے اس کے استعمال کا بہ خوبی اندازہ کیا جا سکتا ہے :

ہمایوں ، ایران سے واپس آیا تھا ۔ بابر ، ہندوستان کا بادشاہ بن گیا ۔ جب وہ چلے گئے ، تو میں تمھارے پاس آیا ۔ جس شخص نے مجھ سے یہ سب باتیں کہیں ، اس کا نام میں نہیں بتاؤں گا ۔ جس نے اس سے جھگڑا کیا ، وہ پریشانی میں پڑا ۔ وہ شخص ہے تو بے وقوف ، مگر ہے ایمان دار ۔ ان کو یہاں سب کچھ مل جاتا ہے ، پھر وہ کہیں اور کیوں جائیں ۔ وہ چھڑی ہاتھ میں لیے ، نکل کھڑا ہوا وہ کتاب ، حالی کی ہے ۔ مولانا حالی ، مسدس کے مصنف ہیں ۔ شعرالعجم ، شبلی کی مشہور تصنیف ہے ۔

اشعار میں ایسے مقامات پر کاما ضرور لگانا چاہیے جہاں لفظ آگے پیچھے ہوگئے ہوں یا ٹکڑوں کو الگ الگ کر دینے سے ، مفہوم واضح ہو سکتا ہو جیسے :

ع غم رہا ، جب تک کہ دم میں دم رہا

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ے سب کہاں ، کچھ لالہ و گل میں نمایاں ہوگئیں
خاک میں ، کیا صورتیں ہوں گی ، کہ پنہاں ہوگئیں

ے ہے آدمی ، بجائے خود ، اک محشرِ خیال
ہم انجمن سمجھتے ہیں ، خلوت ہی کیوں نہ ہو

ے دیر نہیں ، حرم نہیں ، در نہیں ، آستاں نہیں
بیٹھے ہیں رہ گذر پہ ہم ، غیر ہمیں اٹھائے کیوں

ع نہیں بہار کو فرصت ، نہ ہو ، بہار تو ہے

کاما ، جسے ''سکتہ'' بھی کہتے ہیں ؛ یہ چھوٹے ٹھہراؤ کو ظاہر کرنے کے لیے آتا ہے ۔ جب زیادہ ٹھہراؤ کا محل ہو ، تو ''وقفہ'' استعمال کرنا چاہیے ، جسے ''سیمی کولن'' بھی کہتے ہیں ۔

۲۔ **وقفہ :** جب کئی لفظوں کے بیچ میں کاما ہو ، تو اکثر ایسا ہوتا ہے کہ آخری ٹکڑے سے پہلے طویل وقفے کا محل ہوتا ہے ؛ ایسے موقعوں پر آخری ٹکڑے کے بعد وقفہ لانا چاہیے ، جیسے : سچائی ، خلوص ، ایمان داری ؛ اِن سب کی ضرورت اُن کو نہیں ۔ دہلی ، بمبئی ، مدراس ؛ ان سب بڑے شہروں میں گندی بستیاں موجود ہیں ۔

اس کی ایک دوسری صورت یہ ہوتی ہے : حیدرآباد ، میسور اور ٹراونکور ، جنوبی ہند کی ؛ بھوپال ، گوالیار اور اندور ، وسط ہند کی ریاستیں ہیں ۔ حالی کی مسدس ، یادگارِ غالب ، حیاتِ جاوید ؛ شبلی کی الفاروق ، شعرالعجم ، موازنۂ انیس و دبیر ، سیرت النبیؐ ؛ محمد حسین آزاد کی آب حیات ، دربارِ اکبری ، قصص ہند ؛ بار بار پڑھنے کی کتابیں ہیں ۔ جو کرے گا ، سو پائے گا ؛ جو بوئے گا ، سو کاٹے گا ۔ آنا ، تو خفا آنا ؛ جانا ، تو رلا جانا ۔

۳۔ **رابطہ :** کسی کا قول نقل کیا جائے ، کسی اقتباس کو لکھا جائے ، نظم یا نثر کی تشریح کی جائے ؛ ایسے موقعوں پر اس علامت کو استعمال کیا جاتا ہے ۔ اس طرح مثالوں سے پہلے لفظوں کے معانی لکھنے سے پہلے ، شعر یا مصرعے کا حوالہ دینے سے پہلے ، اس علامت کو لایا جاتا ہے ۔ جیسے : ہندوستان کے مشہور شاعر یہ ہیں : میر ، غالب ، اقبال ۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

مومن کا یہ شعر : تم مرے پاس ہوتے ہو گویا .... مجھے اب تک یاد ہے ۔ غالب نے ایک خط میں لکھا ہے : مغل کے لہجے کی نقل نہ کرو ـــــ دزدی : چوری ۔ اسراف : فضول خرچی ۔

۴۔ **ختمہ :** یہ علامت ، جسے عام طور پر ''ڈیش'' کہتے ہیں : جملے کے خاتمے پر لگائی جاتی ہے ، جیسے : میں وہاں گیا تھا ۔ انگریزی کے مخففات کے بعد بھی یہ علامت لگا دیتے ہیں ، جیسے : کے ۔ سی ۔ آئی ۔

۵۔ **واوین :** جب کسی قول ، اسی کے الفاظ میں نقل کیا جاتا ہے ، تو اس کے شروع میں اور آخر میں یہ علامت لاتے ہیں تاکہ معلوم ہو کہ یہ حصہ ، باقی عبارت سے الگ ہے اور کسی دوسرے سے تعلق رکھتا ہے ـــــ اسی طرح کسی مشہور شعر کے کسی ٹکڑے کو ، کسی خاص ترکیب کو یا نثر کے کسی خاص ٹکڑے کو جب اپنی عبارت میں کھپاتے ہیں تو اس کو ممتاز کرنے کے لیے ''واوین'' میں مقید کر دیتے ہیں ۔ کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ کسی لفظ یا مجموعۂ الفاظ کو ایک خاص معنی میں ، یا ایک خاص طرح استعمال کیا گیا ہے اور پڑھنے والوں کی توجہ کو اس خاص معنویت یا خاص انداز استعمال کی طرف مبذول کرانا مقصود ہے : اس صورت میں بھی ان الفاظ یا اس لفظ کو ''واوین'' میں لاتے ہیں ۔ کبھی بعض اصطلاحوں کو بھی ''واوین'' میں لکھا جاتا ہے ، تاکہ وہ اس عبارت میں آمیز نہ ہونے پائیں ۔

۶۔ **ندائیہ :** یہ علامت منادا کے ساتھ لائی جاتی ہے ، جیسے :

> مومن ! یہ لاف الفتِ تقوا ہے کیوں ، مگر
> دلی میں کون دشمنِ ایماں نہیں رہا ؟

اس صورت میں اس کو '' ندائیہ'' کہیں گے ۔ جب یہ علامت ان الفاظ یا جملوں کے بعد آتی ہے ، جن سے کوئی جذبہ ظاہر کرنا ہوتا ہے ، جیسے : غصہ ، حقارت ، نفرت ، خوف ، غم ، تعجب : تو اس کو ''فجائیہ'' کہا جاتا ہے ۔ جذبے کی شدت کی مناسبت سے ، ایک سے زیادہ علامتیں بھی لگا دیتے ہیں ۔ جیسے : اُفّوہ ! سخت تکلیف ہے ۔ بس صاحب ! بس !! ۔ وہ اور رحم ! میں اور بزم مے سے یوں تشنہ کام آؤں ! افسوس ، صد افسوس ! آج وہ شخص بھی دنیا سے اٹھ گیا ۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

۷۔ **سوالیہ :** سوالیہ جملے کے آخر میں یہ علامت آتی ہے، جیسے: کیا بات ہے؟ تم کہاں سے آ رہے ہو؟ اس نے کیا کہا؟ اب کس کی باری ہے؟

۸۔ **قوسین :** عام طور پر جملۂ معترضہ کو قوسین میں لکھا جاتا ہے، جیسے: محمد علی صاحب (جن کے بڑے بھائی، الہ آباد میں تحصیل دار ہیں) کل یہاں آئے تھے — کبھی دوسرے شخص کی عبارت کو بھی قوسین میں لکھتے ہیں۔

(اردو کیسے لکھیں، ص ۹۶ تا ص ۱۰۳)

☆ ☆ ☆

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

آردو میں اعراب کا مسئلہ

نصیر احمد زار

اعراب کا مسئلہ حروف سے لکھی جانے والی دنیا کی سب زبانوں میں مشترک ہے ۔ سرسری مطالعے میں گو بہت سی زبانوں میں حروف علت کے سا سوا اور کوئی نظام اعراب نظر نہیں آتا لیکن جب ہمیں ان زبانوں میں الفاظ کے تلفظ کی صحت کا تفحص ہوتا ہے تو بالعموم ارباب لغات ہمارے سامنے کچھ ایسی مخصوص علامات کا نقشہ ضرور پیش فرماتے ہیں جس سے تلفظ کی صحت کی طرف رہنمائی ہوتی ہے ۔ یہ علامات ایسی زبانوں میں اعراب ہی کا کام انجام دیتی ہیں ۔ لیکن چونکہ ان علامات کا استعمال کتب لغات کے باہر ایسی زبانوں کی عام تحریر میں نہیں ہوتا ، اس لیے ان کو غلطی سے سہل التراکیب اور سہل الاصول زبانیں سمجھا جاتا ہے ۔ انگریزی ایک ایسی ہی زبان ہے اور اس وجہ سے بھی بعض ذمہ دار لوگوں کی طرف سے اردو کو انگریزی زبان کا نظام تہجی من حیث الکل اپنالینے کے مشورے دیے گئے ہیں ۔ انگریزی کو سہل التراکیب اور سہل الاصول سمجھنے کی غلطی کا ازالہ انگریزی حروف علت کے صوتیاتی تجزیے سے بخوبی ہو سکتا ہے اور انگریزی پر تمام دوسری ایسی زبانوں کو قیاس کیا جا سکتا ہے ۔

حروف علت کے اس مجوزہ صوتیاتی تجزیے سے پہلے ضروری معلوم ہوتا ہے کہ حروف علت اور اعراب کی تعریفیں خواہ وہ کتنی ہی مجمل کیوں

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

نہ ہوں ، پیش کر دی جائیں تا کہ ان اصطلاحوں کے بارے میں آئندہ سطور میں مغالطے کا اسکان نہ رہے ۔ حروف میں لکھی جانے والی کسی زبان میں بھی حروف دو قسموں پر ہوتے ہیں : ایک وہ حرف جو مجرد اصوات کی نمائندگی کرتے ہیں اور دوسرے وہ جو ان مجرد اصوات کے رخ متعین کر کے انہیں قابل تلفظ بناتے ہیں ۔ مجرد اصوات کے نمائندہ حروف کا نام اصطلاح میں حروف صحیح ہے اور ان اصوات کا رخ متعین کرنے والے حروف علت کہلاتے ہیں ۔ بعض زبانوں میں حروف علت کے علاوہ کچھ اور علامات بھی جو حرف نہیں ہوتیں ، اصوات کا رخ متعین کرنے کے لیے استعمال ہوتی ہیں ۔ ایسی علامات کو اعراب کہتے ہیں ۔

انگریزی حروف تہجی میں حروف علت تعداد میں پانچ ہیں : A (اے) E (ای) I (آئی) O (او) اور U (یو) اور انگریزی کے تمام الفاظ انہی پانچ حروف کی مدد سے ترکیب پاتے ہیں ۔ لیکن اس زبان میں سب سے بڑی دقت یہ ہے کہ ایک ایک حرفِ علت کو حروفِ صحیح کے کئی کئی رخ متعین کرنے کے لیے استعمال کیا جاتا ہے ۔

A سے MAN ، MALE اور MARCH میں حرف 'M' کے تین مختلف رخ متعین ہوتے ہیں ۔

E سے HE ، HEN ، HER ، HERE اور HEY میں حرف 'H' کے پانچ مختلف رخ متعین ہوتے ہیں ۔

I سے FIT ، FINE ، FIRST ، FICO میں حرف 'F' کے چار رخ متعین ہوتے ہیں ۔

O سے SONG ، SOFA ، SON ، SOON ، اور SOOT میں حرف 'S' پانچ مختلف رخ متعین ہوتے ہیں ۔

U سے BUT ، BULL ، BUHL ، BURY ، BUSY ، BUY اور BUGLE میں حرف 'B' سات مختلف رخ متعین ہوتے ہیں ۔

چنانچہ حروف علت جب اس طرح قید تعین سے آزاد ہو جاتے ہیں تو زبان میں تلفظ کی دقتیں بھی لا محدود ہو جاتی ہیں ۔ انگریزی میں اصوات کے تیرہ بنیادی رخ محسوس اور تسلیم کیے گئے ہیں ۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

HUT, HAT, HATE, HALL, HEN, HER, HINT, HUG, and HIND, HOLLOW, HOME, HOOF, اور ان میں اگر BOOK, BODY, BOY, COW وغیرہ میں آنے والے O اور Y اور W کے رخ بھی ملا لیے جائیں اور اسی قسم کے اور رخ بھی شامل کرلیں تو تعداد بہت بڑھ جاتی ہے ۔ ظاہر ہے کہ جہاں اصوات کے رخ صرف حروف علت کو متعین کرتے ہیں وہاں ان لا تعداد رخوں کے لیے لا تعداد حروف علت کی ضرورت ہے لیکن انگریزی میں چونکہ حروف علت صرف پانچ ہیں ، اس لیے ایک ایک حرف علت کو کئی کئی رخ متعین کرنے کے لیے برتنا ناگزیر ہے اور اس بے لگامی کا نتیجہ یہ ہو جاتا ہے کہ کسی حرف علت کا اپنا کوئی مخصوص رخ نہیں رہ جاتا اور ہر حرف علت ہر دوسرے حرف علت کی منطقی حدود میں دخل اندازی کا مجاز ہو جاتا ہے اور اس بوالعجبی کا اظہار صرف اس وقت ہو پاتا ہے جب کسی لفظ کا تلفظ بتانے کی نوبت آتی ہے اور HEY کو A سے FIRST کو E سے SON کو U سے BULL کو 'OO' سے اور BUSY کو 'I' سے لکھنا پڑتا ہے ۔

ان تمام بوالعجبیوں کے باوجود انگریزی زبان میں تلفظ کا مسئلہ حل نہیں ہوتا ۔ اصوات کے چودہ مختلف رخ متعین کرنے کے بعد بھی بعض الفاظ کا تلفظ قابو میں نہیں آتا ۔ چنانچہ PUPIL اور PURE میں U کے حرف علت سے P کے جو دو رخ متعین ہوتے ہیں ، ان کا امتیاز تلفظ بتانے کے موجودالحال نظام کے بس کا روگ نہیں ہے ۔ یہی حال FINE اور FIRE میں 'I' کے استعمال کا ہے ۔ الغرض انگریزی زبان اور اس کے قبیل کی دوسری تمام زبانیں نظام اعراب کے اعتبار سے قطعی ناقص ہیں اور ہمارے لیے کسی صورت سے بھی قابل تقلید نمونہ نہیں ہو سکتیں ۔

اس تمام بحث کے اس منفی نتیجے کے ساتھ ساتھ ایک مثبت فائدہ بھی ہوتا ہے اور وہ یہ کہ کسی زبان میں نظام اعراب کی اہمیت کا صحیح اندازہ ہو جاتا ہے اور نظام اعراب کی ایک تعریف بھی حاصل ہوتی ہے : یعنی مکمل نظام اعراب کسی زبان میں اصوات محض کی نمائندگی کرنے والے حروف صحیح کے علاوہ ان تمام حروف اور علامات کا نام ہے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

جن سے اس زبان میں بولے جانے والے تمام الفاظ کو ان کے تلفظ کے عین مطابق لکھا جا سکتا ہے۔

اُردو زبان میں اعراب کا مسئلہ دوسری زبانوں کے مقابلے میں زیادہ دقیق اور پیچیدہ ہے۔ اول تو اس میں دنیا بھر کی زبانوں کے الفاظ شامل ہیں اور ہوتے رہتے ہیں۔ لہٰذا اس کے نظام اعراب میں ایسے تمام الفاظ کا تلفظ بتانے کی بھی صلاحیت ہونی چاہیے؛ لیکن اس سے بھی بڑھ کر جو مشکل اردو نظام اعراب کے مسئلے میں پیش آتی ہے وہ یہ ہے کہ اردو کا رسم الخط فارسی کے واسطے سے عربی سے ماخوذ ہے اور لہجہ اپنے اصل کے اعتبار سے ہندی سے مماثل ہے۔ ہندی لہجے کے تقاضوں کا پورا ہونا بھی بہت ضروری ہے اور عربی رسم الخط کے ساتھ آئے ہوئے حروف علت اور دوسرے اعراب کی حدیں بھی متعین ہیں۔ چنانچہ اردو کا نظام اعراب ان دونوں زبانوں کے نظام اعراب کی مشترکہ بنیادوں پر ہی استوار کیا جا سکتا ہے لہٰذا ان دونوں زبانوں کے نظام اعراب کا تنقیدی تجزیہ اردو کا نظام اعراب مرتب کرنے سے پہلے بہت ضروری ہے۔

ہندی میں قواعد کی رو سے اعراب کی بنیادی شکلیں حرف ہیں جنھیں ہندی زبان میں سور کہتے ہیں۔ ان ''سوروں'' کی تعداد خالص ہندی کے لیے صرف بارہ ہے لیکن بعض اوقات سنسکرت الفاظ کی رعایت سے کچھ سنسکرت کے ''سور'' بھی ہندی میں ملا لیتے ہیں اور اس طرح ''سوروں'' کی کل تعداد پندرہ ہو جاتی ہے۔ سنسکرت کے تین ''سور'' ہندی میں شاذالاستعمال ہیں۔ لہٰذا انھیں نظرانداز کیا جا سکتا ہے۔

ہندی کے ان ''سوروں'' کا اگر غائر مطالعہ کیا جائے تو بہ آسانی معلوم ہو سکتا ہے کہ تمام شکلیں صرف الف صحیح کے مختلف اعراب سے متلفظ ہونے کی صورتیں ہیں۔ بلکہ اس سے بھی زیادہ صحیح یہ ہے کہ الف پر صرف حرکات وارد کر کے بنائی گئی ہیں۔ جن سے بنیادی تین حرکات زیر، زبر، پیش، ان کی ممدودہ صورتوں الف، واؤ اور ی یا حروف علت اور واؤ مجہول اور یائے مجہول کے ساتھ مل کر الف کے تلفظ کی تعیین ہوتی ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

زبر کی حالتیں = اَ ، ا٘ا ، آے

زیر کی حالتیں = اِ ، اِا ، اے

پیش کی حالتیں = اُ ، اُ ، او

ہندی کے یہ ''سور'' ایک لحاظ سے حروف علت کہے جا سکتے ہیں لیکن دوسری زبانوں کے حروف علت میں اور ان میں ایک بہت بڑا اختلاف یہ ہے کہ جہاں دوسری زبانوں کے حروف علت اپنی بالذات آوازوں کے لیے استعمال ہونے کے علاوہ دوسرے حروف صحیح کی آوازوں کے رخ متعین کرنے کے لیے بھی استعمال ہوتے ہیں جیسے انگریزی کا 'O' اگر 'ON' میں بالذات آواز دیتا ہے ، تو 'NON' میں حرف 'N' کی آواز کا رخ متعین کرتا ہے لیکن ہندی کے 'سور' صرف بالذات آوازوں کے لیے استعمال ہوتے ہیں اور حروف صحیح کی آوازوں کے رخ متعین کرنے کے لیے الگ علامات استعمال کرنی پڑتی ہیں جو انہی 'سوروں' سے اخذ کی جاتی ہیں ۔

پہلے 'سور' سے کسی مستقل علامت کے اخذ کرنے کی ضرورت ہندی میں محسوس نہیں کی گئی ۔ کیونکہ ایسے حروف صحیح جو کسی لفظ میں پہلی ، تیسری ، پانچویں وغیرہ جگہوں پر آتے ہیں کسی دوسری علامت کی عدم موجودگی میں مفتوح متصور ہوتے ہیں اور اسی طرح ہندی میں سکون کی کوئی علامت نہیں ہے : کیونکہ کسی لفظ کا ہر دوسرا چوتھا حرف یا کسی اعرابی علامت کے بعد آنے والا حرف ہمیشہ ہی کسی دوسری علامت کی عدم موجودگی میں ساکن محسوب ہوتا ہے ۔ 'سوروں' سے اخذ کی جانے والی ان علامتوں کو 'ماترا' کہتے ہیں لیکن پہلے 'سور' سے اخذ ہونے والی علامت کو ماترا کے بجائے ''ہل'' کہتے ہیں ۔

ہندی میں حروف علت کا بھی کوئی پختہ شعور دوسری زبانوں کے مقابلے میں نہیں ملتا ۔ 'سور' بالذات آوازوں کے مجموعے کا نام ہے اور ماترا انہی سے ماخوذ ایسی علامات ہیں جو انہی بالذات آوازوں کے رخ حروف صحیح کی آوازوں کو موڑ سکیں ۔ لہذا آوازوں کی وہ خام سی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

گروہ بندی بھی جس کا اوپر ذکر ہوا ہے عملی طور پر بے مصرف ہے اور ہندی زبان کے سیکھنے والے کو ہر سور اور ماترے کی الگ شکل یاد رکھنی پڑتی ہے ۔ باوجود کوشش کے بھی یہ بھیڑ کسی نظام کے قبول کرنے سے قاصر ہے ۔ مشکل یہ ہے کہ ماترائیں بیشتر ایسی علامات ہیں جو حرف نہیں ہیں ورنہ انہیں حروف علت تصور کیا جا سکتا تھا اور اس طرح نون غنہ کے علاوہ دس حروف علت حاصل ہو جاتے اور سوروں کے لاطائل بکھیڑے سے نجات ہو جاتی لیکن یہ تجویز بھی موجودہ صورت حال میں قابل عمل نہیں ہے اس کے علاوہ ان دس حروف علت سے تلفظ اور تحریر کی مطابقت کا مسئلہ پورے طور پر حل بھی نہیں ہوتا ۔ ہندی ہی میں ایسے کثیر الاستعمال الفاظ کی بہت سی تعداد ہے جن کا املا تلفظ کے مطابق ہندی میں ناممکن ہے ۔ ان الفاظ کے تلفظ کی صحت صرف روایت پر مبنی ہے ۔ मह میں 'ی' کے زیر اور बह میں واؤ کے پیش کے لیے ہندی میں کوئی علامت نہیں ۔ اس نکتہ کی وضاحت آئندہ بحث سے ہو سکے گی ۔ فی الحال حروف علت کے سلسلہ میں य کا تذکرہ مجھے اور کرنا ہے ۔ اس حرف کا استعمال بعض الفاظ میں بالکل اسی طرح ہوتا ہے جیسے حروف علت کا لیکن حیرت ہے کہ ہندی قواعد نگاروں نے کہیں اسے سور یا ماترا کے ساتھ جگہ نہیں دی ۔ لیکن اگر اسے شامل کر بھی لیا جائے تو ہندی حروف علت کے غیر تسلی بخش ہونے میں کوئی فرق نہیں پڑتا ۔ انگریزی حروف علت کے تجزیہ کے پیش نظر صاف ظاہر ہے کہ جہاں پندرہ بیس بنیادی حروف علت تلفظ اور تحریر کی مطابقت کے لیے ناکافی ہیں ۔ وہاں دس یا گیارہ کس شمار میں ہو سکتے ہیں ۔ بہر کیف ہندی کا نظام اعراب بھی ناقص ہے بلکہ سب سے بڑھ کر یہ کہ بے ضابطہ ہے ۔ لہذا اردو کے لیے اسے ہرگز نہیں اپنایا جا سکتا ۔ ہاں البتہ بعض رخ اصوات کے ایسے ضرور ہیں جن کا لحاظ ہمیں اردو کا نظام اعراب مرتب کرتے ہوئے ضرور رکھنا پڑے گا ۔ اس بات کی تفصیل کا موقع بھی آگے آئے گا ۔ فی الحال ہندی نظام اعراب کے جائزے کے بعد عربی نظام اعراب کا مطالعہ ضروری معلوم ہوتا ہے ۔

عربی میں تین حروف الف ، واؤ ، اور ی حروف علت ہیں یہ حروف صرف دوسرے حروف صحیح کی آوازوں کے رخ متعین کرتے ہیں حروف علت

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کی حیثیت سے انگریزی VOWELS اور ہندی سوروں کے برخلاف ان کی بالذات کوئی آوازیں نہیں ہیں ۔ یہ خالص رخ ہیں اور اسی طرح عربی میں حروف صحیح اصوات محض ہیں ۔ چنانچہ ان اصوات محض کو متلفظ ہونے کے لیے لازماً کسی رخ کی ضرورت ہے اور ہر صوتی رخ اپنے اظہار کے لیے صوت کا محتاج ہے ۔ حروف کی یہ تقسیم خالص منطقی ہے اور یہ صرف عربی زبان کا طرۂ امتیاز ہے کہ اس میں قواعد زبان کے ماتحت اعراب کا بھی ایک مربوط نظام ملتا ہے ۔

عربی کے یہ حروف علت ، عربی زبان میں حروف صحیح کے طور پر بھی استعمال ہوتے ہیں اور عربی میں ان کی اس حیثیت کی پہچان یہ ہے کہ جب یہ معروف متحرک ہوں تو حروف صحیح ہوتے ہیں ۔ یعنی جب بجائے دوسرے حروف کے صوتی رخ متعین کرنے کے خود ایک صوت بن کر علت کے محتاج ہو جاتے ہیں تو حروف صحیح کی صف میں گنے جاتے ہیں ۔ جیسے 'اب' میں الف اور 'وجہ' میں واؤ اور یعنی میں پہلی 'ی' حرف صحیح کی حیثیت میں ہے ۔

حروف علت الف 'ی' اور واؤ سے بالترتیب تین علامات وضع کی گئی ہیں جنہیں حرکات یا فتحہ ، کسرہ اور ضمہ کہتے ہیں اور حروف علت کے مقابلے میں جو اصوات کے جلی مخارج کے ذمہ دار ہیں ، ان سے اصوات کے سادہ مخارج ادا ہوتے ہیں ۔ ان علامات یعنی حرکات سے عربی میں بہت کام لیا گیا ہے ۔ یہاں تک کہ عربی زبان کے لیے بہمہ وجوہ مکمل نظام اعراب ان سے ترتیب پا گیا ہے ۔ جیسا کہ ذیل کے نقشہ سے واضح ہے ۔

۱ ۔ حرکات : یعنی حروف علت کے رخوں کے مطابق اصوات کی یک حرفی ادائیگی کے لیے مخصوص علامات

فتحہ = ـَـ ، کسرہ = ـِـ ، ضمہ = ـُـ

۲ ۔ مد : یعنی حروف علت کے قائم مقام علامات جن کے وارد ہونے سے ایک حرف کا وزن دو حرفی ہو جاتا ہے ۔

ـــ ا = ـٰـ ، ـــ ی = ـٖـ ، ـــ و = ـٗـ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

۳ - جزم : سکون کی علامت ہے - اس کا منصب یہ ہے کہ ساکن حرف سے پہلے حرف کی متحرک صوت اس حرف کی صوت میں آ کر مرتی ہے -

ـَـْ ، ـِـْ ، ـُـْ

۴ - حرف واؤ اپنے ماقبل پر زبر بھی قبول کرتا ہے = ـَ وْ

۵ - تشدید : ایک حرف کی دو باہم آوازوں کی علامت ہے جن میں سے پہلی آواز ساکن اور دوسری متحرک ہو -

ـْـَ = ـّـَ ، ـْـِ ؛ ـّـِ = ـْـُ ، ـُـُ = ـّـُ

۶ - تنوین : یہ علامت کسی حرف کی متحرک صوت کو نون ساکن میں جا توڑتی ہے -

ـَنْ = ـً ، ـِ ، ـِنْ = ـٍ ، ـُ ، ـُنْ = ـٌ

۷ - تلفظ کے قاعدوں میں ایک یہ بھی قاعدہ ہے کہ حرف 'ب' سے پہلے اگر نون ساکن آئے تو اس کو نون کے بجائے میم پڑھا جاتا ہے : جنب -

۸ - عربی زبان کے لیے یہ نظام اعراب ہر طرح سے مکمل ہے - لیکن اس کے باوجود اگر کوئی لفظ اس کی مدد سے متلفظ نہیں ہو سکتا تو اس کی تشریح قواعد نگاروں نے مستثنیات کے ذیل میں کر دی ہے جیسے بسم‌اللہ مجرٖها و مرسٰها - میں 'مجرها' کی 'ر' کا زیر ہے کہ اس کا وزن زیر مد کے برابر ہے - لیکن تلفظ قدرے مختلف ہے - اسے عربی قواعد نگاروں نے مجہول تلفظ کا نام دیا ہے -

اُردو میں بھی عربی کا نظام اعراب برتا جاتا ہے اور چونکہ اُردو کے حروف تہجی اور رسم‌الخط بھی عربی ہی سے ماخوذ ہیں ، اس لیے بنیادی طور پر یہی نظام اعراب مناسب بھی ہے - اس کے علاوہ اس نظام اعراب کی منطقی تنظیم اگر ایک طرف اسے سیکھنے کے لیے آسان بناتی ہے تو دوسری طرف اس میں توسیع کی صلاحیت بھی پیدا کرتی ہے - چنانچہ اُردو کے موجودہ نظام میں عربی نظام اعراب پر کئی اضافے کیے گئے ہیں اور یائے مجہول اور نون غنہ کو عربی نظام میں شامل کر کے اُردو نظام اعراب کو ترتیب دے لیا گیا ہے - جس سے یہ نظام اعراب ہندی نظام

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اعراب کے برابر ہو گیا ہے اور ان تمام الفاظ کا تلفظ اس کی مدد سے بھی لکھنا ممکن ہے جن کا تلفظ ہندی میں قلمبند ہو سکتا ہے - چنانچہ اُردو کا موجودالحال نظامِ اعراب فی الجملہ حسب ذیل ہے :

(۱) حرکات = ـَ ـِ ـُ ، (۲) مد = آ یا ـَا ، ـِی ، ـُو (۳) سکون (جزم) = ـْ (۴) (ا) واؤ مجہول = ـو (ب) یائے مجہول = ـے (۵) تشدید = ـّ (۶) واؤ علت یا ماقبل مفتوح = ـَو (۷) تنوین = ـً ـٍ ـٌ (۸) نون غنہ = ں یہ نظام اعراب کسی گہرے غور کا محتاج نہیں ہے - سرسری مطالعہ ہی سے معلوم ہو جاتا ہے کہ عربی اور ہندی نظام اعراب کو عربی حروف اور علامات کے ماتحت جمع کیا گیا ہے - ان میں جزم کی علامت تشدید کی علامت اور تنوین خالص عربی سے ماخوذ ہیں اور واؤ مجہول اور یائے مجہول خالص ہندی سے باقی سب علامات دونوں میں مشترک ہیں - مطالعہ سے نتیجتاً یہ بھی واضح ہو جاتا ہے کہ یہ نظام اعراب کسی گہرے فکر کا نتیجہ بھی نہیں ہے -

اُردو کے معاملے میں قواعد نگاروں کی اس عام بے فکری اور لا پرواہی کی وجہ یہ ہے کہ اُردو کو یہ لوگ ایک الگ زبان کے بجائے چند زبانوں اور بولیوں کا صرف بے ضابطہ جمگھٹا سمجھتے رہے ہیں - یہی باعث ہے کہ اس الگ زبان کی ارتقائی حقیقت متعلقہ زبانوں اور بولیوں کے نظام اعراب کی محض سادہ جمع مکتفی سمجھ لی گئی ہے ؛ حالانکہ یہ ہر دو نظام جن سے اُردو کا نظام جمع کیا گیا ہے الگ الگ اپنی اپنی مخصوص زبانوں کی ضروریات پر بھی حاوی نہیں ہیں ۔ گزشتہ تجزیات میں اس امر کی پوری وضاحت ہو چکی ہے کہ ہندی میں بعض الفاظ کا املا اُن کے تلفظ کی شدید پابندی کے ساتھ ناممکن ہے اور عربی میں بھی مستثنیات کے دروازے کھلے ہیں - صاف ظاہر ہے کہ ایسے نامکمل نظاموں کے مجموعے کا حاصل ایک ناقص نظام اعراب ہی ہو سکتا ہے - چنانچہ اردو کے اس نظام اعراب کے ماتحت اُردو کے لا تعداد الفاظ کا حسب تلفظ املا محال ہے - نوشہ اور شہنائی کے شین کا زیر اور حکمت اور حکایت کی 'ح' کا زیر اور اس طرح حکم اور حکماء کی 'ح' کا پیش ایک دوسرے سے متمیز نہیں کیا جا سکتا ؛

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

حالانکہ تلفظ میں دونوں زبر دونوں زیر اور دونوں پیش بالوضاحت مختلف ہیں - لٰہذا یہ نظام اعراب بھی غیر تسلی بخش ہے اور موجودہ صورت میں قابل قبول نہیں ہے (۱) -

اُردو زبان کے لیے نظام اعراب مرتّب کرنے کے لیے مرتب کو لازم ہے کہ وہ اُردو میں تداخل الفاظ اور تارید کی وسعتوں سے پوری طرح خبردار رہے اور نظام اعراب کی ترتیب میں اس کا لحاظ قائم رکھے - اُردو میں صرف عربی اور ہندی ہی کے الفاظ نہیں ملتے - بلکہ دنیا کی تمام زبانوں کے وہ الفاظ جو اُردو کی زد میں آتے ہیں اُردو انھیں کسی نہ کسی صورت اپنا لیتی ہے - چنانچہ اب بھی اُردو میں عربی فارسی ہندی اور سنسکرت کے علاوہ پرتگالی ، فرانسیسی ، ترکی ، انگریزی اور جرمن وغیرہ کے الفاظ کی خاصی تعداد نظر آتی ہے - لٰہذا اُردو نظام اعراب کے لیے ضروری ہے کہ اس میں تلفظ کے مطابق تحریر الفاظ کی عالمگیر گنجائش ہو -

اُردو کے نظام اعراب کی ابتدا بھی دوسری ہر زبان کی طرح حروف علت ہی سے کی جاسکتی ہے - وہی عربی زبان کے تین حروف علت رسم الخط اور حروف تہجی کے تقریباً ایک ہونے کی وجہ سے اُردو کے بھی حروف علت ہیں اور ان کا منصب اُردو میں بھی وہی ہے جو عربی میں ہے عربی ہی کی طرح ان حروف علت کے مطابق اصوات کی یک حرفی ادائیگی کے لیے اُردو میں بھی عربی کی حرکات موضوعہ مستعمل ہیں - اُردو نظام اعراب کے سلسلے میں مرتب کا کام ان حرکات کے بعد شروع ہوتا ہے - یہ تین حرکات جو اُردو میں زبر ، زیر اور پیش کہلاتی ہیں اُردو میں دو طرح سے ادا ہوتی ہیں - اول تو عربی لہجے کے مطابق جیسے نوشتہ میں شین کا زیر حکمت میں 'ح' کا زیر اور حکم میں 'ح' کا پیش ہے - اس طرز ادا کا نام معروف قرار پا سکتا ہے اور دوسری صورت اِن حرکات کے ادا ہونے کی

---

(۱) پہلے لفظ کا تلفظ "شہ نای" کرنے لگے ہیں لیکن رسمی املا شہنائی کو نہیں بدلتے - یہ لکھنے والوں کا قصور ہے نہ کہ رسم خط کا - باقی دو مثالوں میں اعراب کی آوازوں میں کوئی اصولی فرق نہیں پایا جاتا -

(مدیر اُردو)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

خالص اُردو ہے ؛ جیسے : شہنائی میں شین کا زبر حکایت میں 'ح' کا زبر اور حکما میں 'خ' کا پیش ہے ۔ اس طرز ادا کے لیے مجہول کا نام بہت مناسب ہے ۔ کیوں کہ حرکات کی یہ وہ صورت ہے جسے انگریزی لفظ Passive ، سے ادا کر سکتے ہیں اور اس لفظ کا بہترین ترجمہ مجہول ہی ہو سکتا ہے ۔ معروف حرکات کے لیے عربی سے لی ہوئی علامات اُردو میں موجود ہیں ۔ لیکن مجہول حرکات کے لیے علامات اب تک وضع نہیں کی گئیں ۔ یہاں ان کے لیے ایک تجویز پیش کی جاتی ہے اگر قابل قبول ہوگی تو آئندہ قواعد نگار اسے اُردو نظام اعراب میں شامل کر لیں گے ۔

اُردو میں معروف حرکات کے ساتھ عربی سے ماخوذ انہی معروف حرکات کی ممدودہ شکلیں بھی موجود ہیں جو حروف صحیح پر لکھے جانے سے حروف علت کا کام دیتی ہیں ۔ ان چھنوں علامتوں کی اشکال کا غور سے مطالعہ کیا جائے تو معلوم ہوگا کہ ممدودہ شکلیں سادہ حرکات ہی کی بدلی ہوئی حالتیں ہیں ۔ زبر ، زیر ، پیش جب سر کے بل کھڑے ہو جاتے ہیں تو ان کی ممدودہ شکل بن جاتی ہے ۔ اسی پر قیاس کرتے ہوئے زبر ، زیر ، پیش معروف کی وہ حالت جو کسی پتلے کاغذ سے تحریر کی پشت پر نظر آتی ہے ۔ زبر مجہول ، زیر مجہول اور پیش مجہول کے لیے اختیار کی جا سکتی ہے ۔ چنانچہ سادہ حرکات کا مکمل نقشہ اُردو میں حسب ذیل بن جاتا ہے :

زبر معروف = ـَ جیسے مَن ، پَل وغیرہ میں ۔ زبر مجہول = ـَ جیسے کَہ ، پَہ ، سَہ وغیرہ میں ۔

زیر معروف = ـِ = دِن ، سِل ، دِل وغیرہ میں ۔ زیر مجہول = ـِ جیسے دِماغ نِثار وغیرہ میں ۔

پیش معروف = ـُ جیسے سُن ، گُن ، پُل ، وغیرہ میں ۔ پیش مجہول = ـُ جیسے جُہلا ، حُکما ، وہ ، رویا وغیرہ میں حرف اول پر ۔

اور اس نقشہ کی رو سے نوشہ اور شہنائی کے زبر حکمت اور حکایت کے زیر اور حکم اور حکما کے پیش کی تمیز بہت آسان ہو جاتی ہے ۔ ہر

www.KitaboSunnat.com

جوڑے کے پہلے لفظ کا متذکرہ حرف معروف حرکت سے اور دوسرے لفظ کا وہی حرف مجہول حرکت سے آیا ہے ۔

معروف حرکات کی ممدودہ شکلوں کا ذکر کیا جا چکا ہے ۔ مجہول حرکات کی بھی اسی طرح ممدودہ صورتیں اردو میں مستعمل ہیں ۔ حرکات ممدودہ کا مکمل نقشہ یہ ہوگا :

زبر مد معروف = ـٰ یا ـَ ا جیسے رحمٰن یا سان کے میم پر

زیر مد معروف = ـٖ یا ـِ ی جیسے بعینہٖ یا ہی کی 'ہ' پر

پیش مد معروف = ـٗ یا ـُ و جیسے سبحانہٗ ، یا لہو کی 'ہ' پر

زبر مد معروف بعض الفاظ میں بشمول 'ی' بھی لکھی جاتی ہے ۔ جیسے عیسیٰ اور موسیٰ ۔ اعلیٰ اور ادنیٰ میں ایسے الفاظ کے لیے بعض قواعد نگاروں نے 'ی' کو الف سے بدل کر لکھنے کا مشورہ دیا ہے یہ مشورہ اردو کے مزاج کے عین مطابق ہے ۔ لہٰذا اعلیٰ کو اعلا اور عیسیٰ کو عیسا یوں لکھنا چاہیے ۔

مجہول :۔

زبر مد مجہول = ـَ ی جیسے سیر ، تیر وغیرہ کے حرف اول پر

زیر مد مجہول = ـِ ی جیسے دیر ، پیر ، سیر وغیرہ کے حروف اول پر

پیش مد مجہول = ـُ و جیسے جو ، ہو ، سو وغیرہ کے حروف اول پر

ممدودہ حرکات کے اس نقشہ کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ حرکات معروف کے ممدودہ ہونے کی صورت میں جو ایک باقاعدگی ہے کہ زبر الف زیر 'ی' اور پیش واؤ قبول کرتا ہے ۔ یہ باقاعدگی مجہول حرکات ممدودہ میں برقرار نہیں رہتی کیونکہ یہاں زبر مد مجہول 'ی' کی مدد سے لکھا جاتا ہے اصولاً زبر مد مجہول کو بھی کسی نہ کسی طرح الف کی مدد سے لکھا جانا چاہیے تھا ۔ اس انحراف کی وجہ شاید مجہول حرکات ممدودہ کی اصل حروف علت سے دوری ہے ۔ حروف علت سے براہ راست صرف حرکات معروف ماخوذ ہیں اور یہی وجہ ہے کہ ان حرکات معروف کی شکلیں

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

حروف علت سے بہت مشابہ ہیں ۔ واؤ اور پیش کی مثال پیش کی جا سکتی ہے ۔ حرکات مجہول انہی حرکات معروف سے اخذ کی جاتی ہیں اور ان حرکات مجہول کو پھر لمبا کھینچ کر ممدودہ کیا جاتا ہے ۔ یہی نہیں بلکہ حرکات ممدودہ معروف بھی حرکات معروف ہی کی بنا پر استوار کی جاتی ہیں ۔ ان سب باقی حرکات کا تعلق براہ راست حروف علت سے نہیں ہوتا بلکہ حرکات معروف سے ہوتا ہے لہٰذا زبر ممدودہ مجہول کی صورت میں اگر 'ی' سے مدد لی گئی ہے تو چنداں قابل گرفت نہیں ہے ۔ اردو میں حروف علت کا منصب ہی یہ ہے کہ وہ ماقبل کے حرف کی قابل قبول حرکت کو اس طرح کھینچ کر ادا کرے کہ حرف مذکور کا وزن دو حرف محسوب ہو ۔ اس کے علاوہ زبر مد معروف بھی بشمول 'ی' لکھی جاتی ہے جیسے : عیسیٰ اور موسیٰ ، ادنیٰ اور اعلیٰ وغیرہ میں ہے لہٰذا زبر مجہول کی صورت میں 'ی' کے شمول کا چنداں مضائقہ نہیں ہونا چاہیے ۔

حرفِ علت کی قابل قبول حرکت سے مراد وہ حرکت ہے جس کے بعد اس حرف علت کا بحیثیت حرف علت ادا ہونا ممکن ہو ۔ جیسے الف زبر قبول کرتا ہے ۔ زیر اور پیش اگر الف کے حرف ماقبل پر ہوں تو الف بطور حرف علت نہیں پڑھا جا سکتا ۔ اسی طرح 'ی' زیر اور زیر مجہول اپنے حرف ماقبل پر قبول کرتی ہے اور واؤ حرف ماقبل پر پیش اور بعض کے نزدیک زبر بھی قبول کرتی ہے ۔ بعض حروف علت کا ایک سے زیادہ حرکات اپنے ماقبل پر قبول کرنا تلفظ کی مشکلات پیدا کرتا ہے ۔ تلفظ بتانے میں گو مکمل اعراب کے استعمال سے تلفظ کی وضاحت ہو سکتی ہے ۔ لیکن عام تحریر میں غلطی سے بچنے کے لیے ایک مشورہ بہت مفید ہو سکتا ہے اور وہ یہ ہے کہ حروف علت سے ماخوذ حرکات معروف اگر حروف علت سے پہلے ہوں تو تحریر میں نہ لائی جائیں ۔ لیکن ان کے علاوہ جو حرکات حروف ماقبل پر ہوں وہ ضرور لکھی جائیں ۔ اس طرح 'ب ، ی ، ن' بغیر حرکات 'بین' اور ب کے زیر مجہول سے بین پڑھا جائے گا ۔ اس قسم کے الفاظ کے بارہ میں بعض قواعد نگاروں نے حروف علت مشمولہ پر کوئی نہ کوئی علامت اعراب میں سے لکھنے کا مشورہ دیا ہے ؛ جیسے : "قوم" کے واؤ پر جزم اور اردو کے واؤ پر الٹا پیش وغیرہ ۔ یہ طریقہ غلط ہے کیونکہ حروف علت خود اعراب کا جزو لاینفک ہیں اور اعراب مع حروف علت

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

صرف حروف صحیح پر وارد ہوتے ہیں ۔ حروف علت پر اعراب لکھنے سے دو قباحتیں پیدا ہوتی ہیں ۔ ایک تو یہ کہ حروف علت پر جو کہ خود اعراب میں سے ہیں ۔ مزید اعراب لادنا فضول ہے ۔ دوسری یہ کہ اس صورت میں حروف علت صحیح پڑھے جاتے ہیں ۔ لہٰذا اصولی طور سے حروف علت پر اعراب کی کوئی علامت نہیں ہو سکتی ۔ تلفظ کی وضاحت کے لیے حرف علت سے ماقبل کی حرکت کا اظہار بعض موقعوں پر البتہ ضروری ہوتا ہے ۔ جیسے قوم کے 'ق' اور خیر کی 'خ' پر زبر کا لکھنا ضروری ہے اردو کے واؤ پر البتہ الٹے پیش کی تک سمجھ میں نہیں آتی ۔ دال پر پیش معروف لکھا جا سکتا ہے ۔ لیکن غیر ضروری ہے ۔ واؤ کے الٹے پیش سے یہ لفظ اُردو کے بجائے اَردو و پڑھا جائے گا ۔ جو ظاہر ہے کہ غلط ہے اور مقصود تحریر نہیں ہے ۔

حرکات کی اس بحث کے ساتھ ساتھ سکون کی بحث بھی برابر کی اہمیت رکھتی ہے ۔ اس مقصد کے لیے بھی عربی نظام اعراب ہی کی خوشہ چینی اردو نے کی ہے ۔ سکون کی علامت کو اُردو میں بھی عربی کی تقلید میں جزم ہی کہتے ہیں اور اردو میں اس کا قاعدہ یہ ہے کہ ایک تو ہر لفظ کا آخری حرف ساکن ہوتا ہے ۔ دوسرا صرف وہ حرف جس کا ماقبل متحرک ہو ساکن ہو سکتا ہے ۔ یعنی کسی بھی ساکن حرف سے پہلے ایک لفظ میں کسی ایسے حرف کا ہونا ضروری ہے جو سادہ یا جلی حرکت اپنے اوپر رکھتا ہو ایسے دونوں حروف کا تلفظ ایک وحدت کی شکل میں ہوتا ہے یعنی حرف متحرک کی آواز حرف ساکن میں آ کر مرتی ہے یا یوں کہیے کہ دو آوازیں اس طرح متلفظ ہوتی ہیں کہ پہلی آواز آغاز حرکت اور دوسری آواز انجام حرکت بن جاتی ہے اور وزن اس وحدت کا مد کے برابر ہوتا ہے ۔ لیکن مد میں اور متحرک اور ساکن کی اس وحدت میں جسے وحدت سکونی کہا جا سکتا ہے ، بہت فرق ہے ۔ مد نام ہے کسی حرکت کے کھینچنے یا بے لگام ہونے کا ۔ یعنی مد کی صورت میں حرکت کی ابتدا ہوتی ہے ۔ لیکن انتہا متعین نہیں ہوتی اسی وجہ سے قاریوں کے نزدیک مد کی کئی قسمیں ہیں جو الف کی مقدار سے ناپی جاتی ہیں اور دو الف مقدار ، تین الف مقدار ، چار الف مقدار کہلاتی ہیں ۔ اس کے برعکس وحدت سکونی میں حرکت کی حدود کا سختی سے تعین ہوتا ہے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

چنانچہ وحدت سکونی کا وزن سکون سے ماقبل حرکت سادہ کی صورت میں دو حرفی اور حرکت ممدودہ کی صورت میں سہ حرفی ہوتا ہے؛ جیسے : 'جم' اور 'جام' کا وزن ہے کہ اول دو حرفی اور دوم سہ حرفی ہے ۔ وحدت سکون کا یہ وزن متعین ہے اور کم و بیش نہیں ہو سکتا اور نہ صرف وزن ہی اس کا غیر متغیر ہے بلکہ لہجہ میں بھی کوئی کھینچا تانی نہیں ہو سکتی ۔

اس کے علاوہ وحدت سکونی میں حرکت و سکون کی یہ ترتیب بھی غیر متبدل ہے ۔ یعنی حرکت ہمیشہ آغاز اور سکون ہمیشہ انجام ہوتا ہے ۔ اس ترتیب کے برعکس ہو تو وحدت سکونی کا خود وجود غایب ہو جاتا ہے اور سکون سے شروع ہونے والا کوئی لفظ بھی متلفظ نہیں ہو سکتا ۔ کیونکہ انجام سے شروع ہونا یا سکون سے ابتدا (یعنی تحرک) منطقی امر متناقض ہے ۔ لہٰذا محال ہے ۔ لہٰذا بعض لوگوں کا یہ خیال کہ بعض زبانوں کے بعض الفاظ حرف ساکن سے بھی شروع ہوتے ہیں ۔ نہایت مغالطہ آمیز ہے ۔ ایسے الفاظ میں دراصل بلا استثناء دو متحرک حروف ہوتے ہیں ۔ جو دو مل کر اس طرح سے متلفظ ہوتے ہیں کہ ان کا وزن یک حرفی محسوب ہوتا ہے ۔ چنانچہ انگریزی کے "School" وغیرہ ۔ فارسی کے خود ، خوش ، وغیرہ اور ہندی کے پریم ، پربت ، وغیرہ ایسے الفاظ کے شروع کی دو دو صوتی اکائیاں اس طرح سے متلفظ ہوتی ہیں کہ ان کا وزن یک حرفی محسوب ہوتا ہے ۔

ہندی قواعد نگاروں نے ایسے حروف کے لیے جو دو دو مل کر ایک بنتے ہیں املا کا ایک خاص قاعدہ مقرر کیا ہے ۔ ایسے حروف کو بجائے پورا لکھنے کے آدھا آدھا لکھا جاتا ہے اور بعض اوقات تو صرف ایک اشاراتی شوشہ ہی کسی حرف کا قائم مقام ہوتا ہے ۔ اس سے یہ ظاہر ہو جاتا ہے کہ ان حروف کا تلفظ سالم نہیں ہے ۔ لہٰذا پریم ، پربت ، ایسے الفاظ میں 'پا' اور 'را' کو ہندی سالم نہیں بلکہ جزوی طور پر لکھا جاتا ہے ۔ فارسی زبان کا بھی اصل رسم الخط چونکہ یہ نہیں تھا جو عربی رسم الخط کی بدولت اب اس کا ہے؛ اس لیے عین ممکن ہے کہ اس اصلی رسم الخط میں خود ، خوش وغیرہ ایسے الفاظ کا املا بھی ہندی کے ایسے الفاظ کی طرح خاص ہوتا ہو ۔ عربی رسم الخط میں چونکہ حروف کے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ایسے نیم تلفظ کا کوئی قاعدہ نہیں ہے ، اس لیے فارسی کے ان حروف میں واؤ کو معدولہ فرض کر لیا جاتا ہے ۔ اسی طرح خالص اُردو کے بعض الفاظ مثلاً 'کیا' اور کیوں وغیرہ میں یائے معدولہ کا تصور پیش کیا گیا ہے ۔ واؤ معدولہ اور یائے معدولہ کا یہ تصور بہت مغالطہ آمیز ہے ۔ کیونکہ اردو کے 'کیا' اور کیوں میں 'ک' کے زبر کے بعد بالترتیب زیر مد اور پیش مد متلفظ ہوتی ہے اور یہ سہ حرفی مرکبات دو حرفی وزن پر پڑھے جاتے ہیں اور اسی طرح ایران کے اور دوسرے فارسی بولنے والے اہل زبان 'خود' اور 'خوش' کا تلفظ اس طرح پر کرتے ہیں کہ 'خ' کے ضمے یعنی پیش کے بارے میں کوئی غلط فہمی سننے والے کو نہیں ہو سکتی اور پھر ایک گولائی پیدا ہوتی ہے ۔ (ایسی گولائیوں کی بحث آگے آئے گی) جس پر زبر کی حرکت بالوضاحت کان محسوس کر سکتے ہیں ۔ چنانچہ 'خ' کا پیش اور لہجے کی گولائی کا زبر مل کر ایک حرف متحرک محسوب ہوتے ہیں یہی وجہ ہے کہ اساتذہ نے خود کو حد وغیرہ کا اور خوش کو غش وغیرہ کا قافیہ کیا ہے ۔

مرد باید آں چناں در راہ خود
کہ کشش ایں سو و آں سو کم کشد (رومی)

نوش خوش گیرند من نا خوش کنم
آب را آرند من آتش کنم (رومی)

بدہ تا بخورے در آتش کنم
مشام خرد تا ابد خوش کنم (حافظ)

لہٰذا ایسے الفاظ میں واؤ معدولہ کا تصور اس تعریف کے ساتھ کہ یہ واؤ لکھا جاتا ہے لیکن پڑھا نہیں جاتا ، صریحاً غلط ہے ۔ ہاں البتہ فارسی میں بعض الفاظ ایسے بھی ہیں کہ جن میں حروف علت سے صرف ان کی متعلقہ سادہ حرکات کا کام لیا جاتا ہے ؛ جیسے چوں کو اہل فارس چُن اور چناں کو چُنَن اور چنیں کو چِنِن ادا کرتے ہیں ۔ اردو میں بھی ابتدا میں یہ طریقہ رائج تھا اور اُن ، اُس وغیرہ کا املا 'و' سے کیا جاتا تھا اور اس کی شکل اون ، اوس ہوتی تھی لیکن زیر بحث ایسے دو حروف کا تلفظ آدھا آدھا ادا ہوتا ہے ۔ جیسا کہ ہندی قواعد نگاروں نے محسوس

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کیا اور بتایا ہے ۔ ہاں البتہ ہندی میں حروف کی جو کاٹ پیٹ ہوتی ہے ، قاعدے کی رو سے اس کا کوئی جواز نہیں ہے ۔ کیونکہ حرف صوت واحد کے لیے وضع ہوتا ہے اور یہ صوت واحد لایتجزی ہوتی ہے ۔ لیکن ہندی میں چونکہ مخلوط اصوات کے لیے بھی بعض حروف ملتے ہیں ۔ اس لیے معلوم ہوتا ہے کہ ہندی حروف کے بانی حرف کی وحدت اور اس کی صوت کے لایتجزی ہونے کا شعور نہیں رکھتے تھے ۔ منطقی طور پر البتہ حرف کی کوئی اور تعریف سوائے صوت واحد لایتجزی کے قابل قبول نہیں ہو سکتی اور اس تعریف کے پیش نظر حرف کی کاٹ پیٹ غلط محض ہو کر رہ جاتی ہے ۔ زبان میں ایک طریقہ البتہ اصوات کے سادہ یا جلی ادا کرنے کا موجود ہے اور اس میں بھی حرف اپنی جگہ پر سالم رہتا ہے صرف اس کی صوت یک حرفی یا دو حرفی ہو جاتی ہے اسی قاعدہ سے فائدہ اٹھاتے ہوئے دو حروف کے یک حرفی محسوب ہونے کے لیے بھی اعراب کی کوئی علامت مقرر کی جا سکتی ہے ۔ جو نیم حرکت یا خفی حرکت کہلائے یہ نیم یا خفی حرکات کے نقشہ سے اخذ کی جا سکتی ہے ۔ لیکن چونکہ اردو میں ایسے الفاظ عام نہیں ہیں اس لیے لغت کا تلفظ لکھنے کا آسان سا قاعدہ یہ ہو سکتا ہے کہ ایسے دونوں حروف کے نیچے ایک خط کھینچ دیا جائے ۔ جیسے پریم = پ ر ی م خود = خ و د ، سکول = س ک و ل وغیرہ ۔ ان میں بھی ایسے الفاظ جو اصل کے مطابق اردو میں متلفظ نہیں ہوتے ان میں اس اہتمام کی ضرورت نہیں ہے ۔ جیسے خود اردو میں خ د متلفظ ہوتا ہے ۔ بلکہ بہتر یہ ہے کہ ایسے الفاظ کا اسلا اردو میں حسب تلفظ اردو کیا جائے ۔ خود کو خد ، خواب کو خاب ، اور خوش کو خش ، لکھا جا سکتا ہے جو 'و' اور ی ، معدولہ کے لغو تصور سے بھی محفوظ رکھ سکتا ہے ۔ انگریزی کے لفظ سکول کا اسلا اردو میں عام طور سے اسکول ، الف کے ساتھ کیا جاتا ہے یہ واؤ معدولہ سے بھی بدتر ہے ۔ کیونکہ سین کاف کے ایک حرف شمار کرنے کے بجائے ان کے ساتھ ایک اور حرف ملا کر تعداد تین تک پہنچ جاتی ہے اس سے تو سکول کا پنجاب میں جو اسلا رائج ہے وہ بہتر ہے ۔ پنجاب میں سین اور کاف کی نیم حرکت کو سالم پڑھا جاتا ہے ؛ لیکن کوئی حرف پاس سے بڑھایا نہیں جاتا اور یہ کچھ زیادہ نامناسب نہیں ہے ۔ ان نیم حرکت حروف میں سے اگر حرف

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اول کو ساکن مان بھی لیا جائے تو دو مشکلوں کا سامنا ہوتا ہے ۔ اول یہ کہ قاعدے کی رو سے ایک ساکن اور ایک متحرک حرف مل کر دو حرف وزن کے برابر ہوتے ہیں لیکن ایسے دو حروف کا وزن بالفعل یک حرف ہوتا ہے اور دوسری مشکل یہ ہے کہ سکون مطلق کا قابل ادا ہونا تسلیم کرنا پڑتا ہے جو منطقی امر محال ہے ۔ ادا ہونا خود حرکت پر دلالت کرتا ہے اور سکون تمام حرکت کی نفی سے حاصل ہوتا ہے سکون بالکل اقلیدس کا نقطہ ہے ۔ جو صرف ہونے کے سوا کچھ بھی نہیں ہوتا ۔ لہٰذا اس میں قسموں کی تلاش لا حاصل ہے ۔ چنانچہ واؤ مجہول اور یائے مجہول اور نون غنہ وغیرہ پر الٹا جزم مجہولیت کی علامت کے طور پر لکھنے کا مشورہ اور سکون معروف اور مجہول کا تصور نہایت گمراہ کن ہے کیونکہ اس سے سکون کی مختلف قسموں کا ماننا لازم آتا ہے ۔ جن کا عدم وجود ثابت ہو چکا ہے ۔ چنانچہ نتیجۃً اعراب کے لیے حرکات و سکنات کی ترکیب بھی ناجائز ہے ۔ سکون فی نفسہٖ غیر متغیر ہے ۔ لہجے کا تغیر صرف حرف ماقبل کی علامت کا نتیجہ ہوتا ہے ۔ سکون بھی چونکہ اعراب میں کی ایک علامت ہے لہٰذا یہ علامت بھی صرف حروف صحیح پر وارد ہوتی ہے ۔ چنانچہ حروف علت پر بھی جب یہ علامت آتی ہے تو وہ حروف صحیح کے طور پڑھے جاتے ہیں ؛ جیسے : لہو ، سہو ، لغو ، سعی وغیرہ ان مثالوں سے ایک اور نکتہ بھی حاصل ہوتا ہے کہ متحرک حرف کے بعد دو ساکن حروف بھی آ سکتے ہیں اور اسی ایک حرکت کے زور پر قابل تلفظ ہوتے ہیں چنانچہ ان الفاظ میں سے اگر متحرک حروف کاٹ کر باقی حروف کا تلفظ کرنا چاہیں تو قطعی ناممکن ہے ۔ حکم ، ظلم ، قفل ، رشک ، دوست اور کاشت وغیرہ ایسے الفاظ کی مزید مثالیں ہیں جن میں سادہ یا جلی حرکت کے بعد جمع ساکنین کا قاعدہ استعمال ہوا ہے ۔

کسی لفظ میں حرف ساکن کے بعد اگر وہی حرف متحرک بھی آیا ہو تو ایسے موقع پر ایسے حرف کو دو مرتبہ لکھنے کے بجائے اس کا املا صرف ایک مرتبہ کیا جاتا ہے اور اس پر ایک علامت جو ظاہر کرتی ہے کہ اس حرف کو دوہرا ادا کرنا مقصود ہے ، لکھ دی جاتی ہے ۔ یہ علامت تشدید کہلاتی ہے ۔ تشدید نظام اعراب میں بنیادی حیثیت نہیں رکھتی بلکہ ایک ہی حرف پر سکون اور حرکت کو ملا کر لکھنے کا ایک

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

طریقہ ہے ۔ جس سے کسی ایک حرف کو دو بار لکھنے کے بجائے صرف ایک بار لکھنے کی آسانی مہیا ہو جاتی ہے ؛ جیسے : ’شب بو‘ کو شبّو لکھا جاتا ہے ۔ تشدید کا تصور بھی عربی سے ماخوذ ہے ۔ اردو میں البتہ اس کا پھیلاؤ حرکات کے پھیلاؤ کی رعایت سے عربی سے زیادہ ہے کیوں کہ اردو میں سکون کے بعد معروف حرکات کے علاوہ مجہول حرکات بھی آ سکتی ہیں ۔ چنانچہ تشدید کا مکمل نقشہ اردو میں ذیل کی بارہ علامات پر مشتمل ہوگا ۔

(ـَّ ، ـِّ ، ـُّ ، ـَّ ، ـُّ ، ـِّ ، ـَّا ، ـِّی ، ـُّو ، ـَّی ، ـَّے ، ـِّے ، ـُّو)

- ـَّ جیسے چھٹن کے حروف ’ٹ‘ ، ـَّا جیسے گنا کے حروف نون پر
- ـِّ جیسے یسر کے حرف سین پر اور ـِّی جیسے مسّی کے سین پر
- ـُّ جیسے فرخ کی ’ر‘ پر اور ـُّو جیسے شبو کی ’ب‘ پر
- ـَّ جیسے ـَّی جیسے صفین کی ’ف‘ پر
- ـِّ جیسے ہتیارا کی ’ت‘ اور ـَّے جیسے بچے کی چ پر
- ـُّ جیسے فرخی کی ’ر‘ پر اور ـُّو جیسے کلو ۔ کرو کے ل ، ر ، پر

تشدید کی ان علامات میں سے تین عربی میں مستعمل ہیں ۔ عربی میں صرف سادہ حرکات مشدد ہوتی ہیں اور وہ چوں کہ صرف معروف حرکات ہی عربی زبان میں ہیں ، اس لیے عربی زبان کا ذخیرۂ تشدید صرف تین ہی علامات تک محدود ہے ۔ عربی میں ممدودہ حرکات کی تشدید بھی ممکن تھی لیکن چوں کہ حروف علت پر جزم لکھنے کی بدعت اس راہ پا گئی ہے ، اس لیے عربی زبان ممدودہ حرکات کی تشدید کے تصور سے محروم رہ گئی ہے ۔ الف خالی کے طفیل زبر مد البتہ مشدد لایا جا سکتا ہے ۔ جیسے : ولاالضالین میں ہے ۔ اردو میں بعض قواعد نگاروں کو تشدید کے معاملے میں کچھ دقتیں محسوس ہوتی ہیں ۔ ان کا کہنا ہے کہ جب تشدید ’ی‘ یا واؤ پر ہوتی ہے تو لفظ کے پہلے جز کی حرکت کو گھمانا پڑتا ہے ۔ ورنہ تلفظ صحیح ادا نہیں ہوتا جیسے نیّر ، کا تلفظ اگر حرف مشدد کو الگ الگ دو حرف

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

لکھ کر کیا جائے تو 'نے یر، ہوتا ہے جو غلط ہے'' یہ تلفظ یقیناً غلط ہے لیکن حرف ماقبل کی حرکت کو کھانے کی بے دلیل تشریح بھی قطعی غیر تسلی بخش ہے ۔ اس مقام پر دراصل قواعد نگاروں کو سخت مغالطہ ہوا ہے اور اس مغالطہ کی بنا پر حروف علت کی عملی اور صحیح دو دو مختلف حیثیتوں کی تمیز کا فقدان ہے ۔ اب جب کہ گذشتہ صفحات میں ان کا امتیاز واضح ہو چکا ہے اور الف، واؤ، ی اعراب کی علامات کے بغیر حروف علت اور علامات کے ساتھ حروف صحیح قرار پا چکے ہیں ۔ تشدید یا کسی اور علامت کے معاملے میں کسی مغالطے کی گنجائش بھی نہیں رہی ۔ واؤ اور 'ی' جب مشدد ہوتے ہیں تو حروف علت کی حیثیت میں نہیں ہوتے بلکہ حروف صحیح ہوتے ہیں اور کسی صوت کا رخ ہونے کے بجائے خالص صوت ہوتے ہیں ۔ لہذا نیر ن، ی=ن‌ژ، یر = ژر ہوگا اور اس میں کسی حرکت کے غیر ضروری کھاؤ کی ضرورت نہیں ہے ۔ ایسے کھاؤ اور گولائیاں بعض الفاظ کے تلفظ میں ضروری بھی ہیں لیکن ان کے الگ قاعدے بھی ہیں ۔ جن کی بحث آگے آئے گی ۔

اردو اعراب کے سلسلے میں ایک اور بڑی گتھی جسے قواعد نگار سلجھانے سے قاصر رہے ہیں ۔ وہ نون غنہ ہے ۔ نون غنہ جیسا کہ اس کے نام سے ظاہر ہے حرف نون ہی کی ایک خاص صورت سمجھا جاتا رہا ہے اور یہی وجہ ہے کہ ہنسی اور رنگ ایسے الفاظ میں اس کی دو رنگی کا صحیح باعث اب تک دریافت نہیں ہو سکا ۔ بظاہر ہنسی، میں نون غنہ وزن میں محسوب نہیں ہوتا لیکن 'رنگ' میں پورا حرف ساکن محسوب ہوتا ہے یہ مسئلہ اردو میں ہمیشہ سے حل و توضیح کا محتاج ہے ۔

نون غنہ کے مسئلہ کو لاینحل بنانے میں اردو حروف تہجی کے مرتبین کے غلط اجتہاد کا بہت کچھ ہاتھ ہے ۔ جنھوں نے اسے ہندی کے حروف علت سے لے کر اردو کے حروف صحیح میں شامل کیا ہے ۔ نون غنہ فی الحقیقت ایک حرف عنت ہے جو دوسرے حروف صحیح کی تانیف یعنی ان کا انفی رخ متعین کرتا ہے ۔ کسی بھی حرف صحیح کی آواز اگر ناک سے نکالی جائے گی تو اس آواز کے ساتھ نون غنہ بطور مستزاد حاصل ہوگا ۔ اس کے علاوہ نون غنہ بھی دوسرے حروف علت کی طرح حرف علت کی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

حیثیت میں اپنے اوپر کوئی حرکت قبول نہیں کرتا اور خود متلفظ ہونے کے لیے حرف ماقبل کی حرکت کا محتاج ہے ۔

حروف علت میں اور نون غنہ میں ایک بڑا فرق یہ ہے کہ دوسرے تمام حروف علت اپنی مخصوص خفی اور جلی مجہول اور معروف حرکات کو جنم دیتے ہیں ۔ لیکن نون غنہ ایک ہی انفی رخ متعین کرتا ہے ۔ جو خفی جلی اور معروف و مجہول سے قطعی بے نیاز ہے اس لحاظ سے اسے بانجھ حرف علت کہا جا سکتا ہے ۔ اس اعتبار سے البتہ اس کا سکون سے مقابلہ کیا جا سکتا ہے جس طرح سکون کی حالت میں ماقبل کی حرکت صوت ساکن میں آکر مرتی ہے ۔ اس طرح نون غنہ کی حالت میں ماقبل کی حرکت وہ خفی ہو یا جلی ، معروف ہو یا مجہول ناک میں سے ہوکر گزرتی ہے ۔ جیسے ہنسی ، رنگ ، رانگ ، اینٹ ، اونٹ ، بھینس ، چونچلے وغیرہ مختلف معروف و مجہول اور سادہ و ممدودہ حرکات کے ساتھ مختلف آوازیں ناک میں سے ہوکر گزرتی ہیں ۔

ایک اور بہت بڑا فرق نون غنہ اور حروف علت میں یہ ہے کہ نون غنہ حرف صحیح کے طور پر استعمال نہیں ہوتا ۔ اس کی بڑی وجہ تو یہ ہے کہ اسے حرف علت کے بجائے حرف صحیح سمجھا جاتا رہا ہے ۔ لیکن اب جب کہ اس کا حرف علت ہونا ظاہر و باہر ہے ۔ اہل اردو کے لیے حروف ہجا میں کسی اضافے کے بغیر ایک صوت مزید بڑھا لینے کی گنجایش ہے ۔ صوتیات کے اعتبار سے نون غنہ اردو کے حروف نون ہی کی انفی آواز ہے جیسے ہندی میں حرف ' ' سے ظاہر کیا جاتا ہے مناسبت رکھتا ہے لہٰذا اس صوت کو اردو میں ادا کرنے کے لیے مروجہ ناقص طریقوں سے (جن میں 'ن ڑ' کو ملا کر لکھنے کا طریقہ اس حرف کی نمائندگی کے لیے زیادہ رائج ہے) نون غنہ پر اعراب وارد کر کے ادا کرنا کہیں زیادہ سہل ، مناسب ، معقول اور بہتر ہے ۔

نون غنہ پر اعراب وارد کرنے کے لیے نون غنہ کا رائج الحال املا البتہ بہت ناقص ہے ۔ لفظ کے آخر میں تو پھر بغیر نقطے کے نون پر اعراب وارد کرنے میں کوئی دقت نہیں ہوتی ، لیکن لفظ کے اندر باقاعدہ نون پر اُلٹا جزم لگا کر نون غنہ بنانے کی جو بدعت راہ پا گئی ہے ، نہایت

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

خطرناک ہے۔ اول تو اُلٹا جزم اس انداز سے لکھنا کہ وہ اعراب کی کوئی علامت نظر آئے، نہایت گمراہ کن ہے۔ کیونکہ سکون کی قسموں کا تصور پیش کرتا ہے حالانکہ اس سے یہ مقصود نہیں ہے۔ اس کے علاوہ نون غنہ کے اس املا سے نون ساکن کا جیسے کہ لفظ کُنْبَہٗ میں ہے اور نون غنہ کا جیسے کہ لفظ دُنْبَہٗ میں ہے، امتیاز بھی کافی واضح نہیں ہوتا۔ لٰہذا اس اشتباہ سے بچنے اور اس امتیاز کے واضح طور پر بروئے کار لانے کے لیے ضروری ہے کہ نون غنہ کی خالص اپنی کوئی شکل متعین کی جائے اور یہ صرف اس کے بعد ہی ممکن ہے کہ نون غنہ حرف علت اور حرف صحیح دونوں حیثیتوں سے استعمال کیا جا سکے۔

ہندی میں نون غنہ کی ماترا دو طرح سے لکھی جاتی ہے: ایک صورت تو یہ ہے کہ جس حرف کی تانیف مقصود ہوتی ہے، اس کے آخری کونے پر ایک نقطہ لگا دیا جاتا ہے۔ اردو میں چونکہ نقطوں کی پہلے ہی کمی نہیں ہے، اس لیے یہ صورت اختیار کرنی مغالطوں کو دعوت دینی ہے۔ دوسری صورت یہ ہے کہ یہی نقطہ اُلٹے جزم سے ملتی جلتی ایک شکل میں لگایا جاتا ہے۔ یہ صورت اردو میں بھی قابل قبول ہے۔ نقطے کے اوپر اُلٹا جزم لکھنے میں جو قباحت ہے وہ اُلٹے جزم کے اندر نقطہ لکھنے سے دور ہو جاتی ہے؛ یعنی اس صورت کی اعراب کی جزم کے ساتھ مشابہت نہیں رہتی۔ چنانچہ اس صورت کے ماتحت ہنسی، رنگ، وغیرہ لکھا جائے گا۔ اس طرح نون غنہ کی علامت ایک الگ حرف کی سی ہو جاتی ہے۔ اب اس الگ حرف پر اگر اعراب وارد کیے جائیں گے تو [illegible] کی صوت حاصل ہوگی اور ہانی پنجابی لہجے میں ہاںی اور ہم عمری کے معنوں کا ایک پنجابی لفظ ہاں یوں لکھا جا سکے گا۔ نون غنہ کی لفظ میں آخری صورت بے نقطہ و علامت بھی لکھی جائے تو کچھ حرج نہیں لیکن جب [illegible] کا حرف مقصود ہو تو اس علامت کا لکھنا ہی بہتر ہے گو خالی نون غنہ پر بھی جزم لکھنے سے یہ صوت حاصل کی جا سکتی ہے۔ کیونکہ اعراب کے وارد ہونے سے نون غنہ حرف علت سے حرف صحیح بن جائے گا۔ لیکن قاری کے ذہن میں اشتباہ پیدا ہونے کا احتمال ہے اور اس سے بچنا بہر حال ضروری ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ایک اور عام مغالطہ جس کی طرف نون غنہ کی بحث کے آغاز میں بھی اشارہ ہوا ہے ، یہ ہے کہ نون غنہ بعض الفاظ میں وزن میں محسوب ہوتا ہے اور بعض میں نہیں ہوتا ۔ جیسے : رنگنا بر وزن فاعلن ہے اور ہنسنا بروزن فعلن ہے ۔ بظاہر دوسرے حروف علت کی مثال سامنے رکھتے ہوئے یہ مغالطہ پیدا ہونا بہت آسان ہے کہ ہنسنا میں نون غنہ سادہ اور رنگنا میں نون غنہ جلی سمجھ لیا جائے لیکن جیسا کہ اس سے پیشتر گزر چکا ہے ۔ اس معاملے میں نون غنہ سکون سے زیادہ مشابہ ہے اور کسی خفی یا جلی صورت کا متحمل نہیں ہو سکتا ۔ تلفظ میں یہ فرق دراصل نون غنہ کے حرف مابعد کے سادہ یا مشدد ہونے سے پڑتا ہے ۔ صوتیاتی مطالعہ اور صوتی شعور کی تیزی سے کان فوراً معلوم کر لیتے ہیں کہ ہنسنا میں سین ساکن ہے اور رنگنا میں گاف مشدد ہے ۔ اس کے علاوہ حروف علت کے بعد کا نون غنہ کبھی وزن میں محسوب نہیں ہوتا ۔ اس توضیح پر شاید یہ اعتراض پیدا ہو کہ رنگ ، رنج ، جنگ وغیرہ میں لفظ کا آخری حرف جو قاعدے کی رو سے اردو میں ساکن ہوتا ہے ، کیسے مشدد ہو سکتا ہے ؟ جواب یہ ہے کہ ایسے الفاظ اکثر دوسری زبانوں کے ہوتے ہیں ۔ جن میں آخری حرف ساکن کی قید نہیں ہوتی ۔ اردو میں آ کر عام طور سے لفظ کا آخری حرف مشدد ساکن ہو جاتا ہے ۔ جیسے علوّ کو اردو میں علو کہتے ہیں ؛ لیکن اضافت کے آنے سے ان کی تشدید ظاہر ہو جاتی ہے جیسے علوّ ہمت میں واؤ کی تشدید کا اعلان ہوتا ہے ۔ اسی طرح بول چال میں رنگ ، رنج ، جنگ ، وغیرہ بھی دو حرف وزن پر بولے جاتے ہیں جیسے : خالص اردو ترکیب رنگ ، ڈھنگ کا وزن فعلن ہے فاعلات کے وزن پر اس کا باندھنا خلاف محاورہ اور ناجائز ہو گا ۔ ہندی سے ماخوذ الفاظ میں اکثر سادہ حرکات کے بعد کا نون غنہ بھی محسوب وزن نہیں ہوتا ۔ جیسے : سنبھلنا ، بندھنا ، رندھنا ، رنگانا ، منگانا ، کھنچنا ، ہتھکنڈے ۔ وغیرہ :

نکلا خط پشت لب اس کا خضر و مسیحا مرنے لگے
سوچتے کیا ہو میر عبث اب زہر منگا کر کھا بیٹھو

(میر تقی میر)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

خستگی کا تم سے کیا شکوہ کہ یہ　　　ہتھکنڈے ہیں چرخ نیلی فام کے
(غالب)

لیکن شعر میں چونکہ آخری حرف مشدّد کی بھی گنجائش ہے؛ کیونکہ عربی اوزان عام طور سے مستعمل ہیں ، اس لیے رخ وغیرہ ایسے الفاظ بہ تشدید حرف آخر ہی باندھے جاتے ہیں۔

نون غنہ کی اس بحث کے ساتھ مفرد حرکات اور علامات کی بحث مکمل ہو جاتی ہے ، یہاں اس امر کی وضاحت البتہ مزید ضروری ہے کہ اردو کے حروف علت انگریزی اور دوسری ایسی زبانوں کے (Vowels) سے اور ہندی کے سوروں سے کچھ مختلف ہیں ۔ (Vowel) مجرد آوازیں ہیں لیکن کسی حرف کے بعد جب آتے ہیں تو حروف علت کی طرح صرف اس حرف کا رخ متعین کرتے ہیں ۔ ہندی کے سور ان کے مقابلے میں صرف مجرد آوازیں ہیں ۔ جن سے ماتراؤں کی شکل میں حروف علت اور حرکات اخذ کی جاتی ہیں ، اردو کے حروف علت (Vowels) سے یوں مختلف ہیں کہ یہ بذات خود بحیثیت حروف علت کوئی آواز نہیں رکھتے اور جب حروف صحیح کے طور پر ان کی اپنی آوازیں متلفظ ہوتی ہیں تو وہ (Vowel Sounds) سے مختلف ہوتی ہیں ۔ ہندی سوروں سے بھی اسی بنیاد پر ان کا اختلاف ہے ۔ سور بالصوت حرکات کا یا صرف صوت الف کا نام ہے ۔ جس پر مختلف اعراب وارد کیے گئے ہیں ۔ یہی حال (Vowels) کا ہے لیکن (Vowels) ہندی سوروں کی طرح حرکات بالصوت ہونے کے علاوہ دوسری اصوات کے لیے مختلف رخوں کا بھی کام دیتے ہیں ؛ یعنی ماترا بھی بن جاتے ہیں اور اس طرح ہندی کی غیر ضروری تطویل سے زبان بچ جاتی ہے ۔ اردو میں بھی (Vowel Sounds) کے مقابلے میں بالصوت حرکات کا تصور ملتا ہے ۔ ان بالصوت حرکات کا اظہار مختلف حرکات کہ ہمزہ پر وارد کر کے کیا جاتا ہے ۔ چنانچہ اردو میں ہمزہ حروف میں شامل کرنا غلط ہے جیسا کہ بعض قواعد نگاروں نے کیا ہے ۔ مولوی فتح محمد جالندھری اور ڈاکٹر مولوی عبدالحق کی رائے اس معاملے میں بہتر صائب ہے کیونکہ ان دونوں بزرگوں نے ہمزہ کو اعراب میں شمار کیا ہے ۔ لہذا یہ ہمزہ عربی کے ہمزے سے بالکل مختلف ہے اور اسے حروف صحیح میں

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

شامل کرنا کسی صورت بھی جائز نہیں ہے بالصوت حرکات کا نقشہ یہ ہے :-

عَ ، عَا ، عِ ، عِی ، عُ ، عُو

عَ ، عَی ، عِ ، عی ، عُ ، عو

اس نقشے کی فضیلت ہندی سوروں یا دوسری زبانوں کے (Vowels) کے مقابلے میں کسی منطق کی محتاج نہیں ہے (Vowels کا کوئی دوسرا نظام نظم و کمال میں اس کی ہمسری نہیں کر سکتا ۔

اردو میں بالصوت حرکات صرف مخلوط اعراب میں استعمال ہوتی ہیں مخلوط اعراب سے کسی لفظ میں کسی متحرک حرف صحیح کے بعد ایک یا ایک سے زیادہ بالصوت حرکات کا آنا مراد ہے جیسے لفظ ہئوا میں 'ہ' مضموم کے بعد 'عَا' کی بالصوت حرکت ہے یا بیائی میں بِ ممدودہ کے بعد 'عی' کی بالصوت حرکت وارد ہوتی ہے ۔ بالصوت حرکت کے وارد ہونے کی پہچان باقاعدہ یہ ہے کہ حرف صحیح کی حرکت لہرا جاتی ہے اور بالصوت حرکت کے تموج کے ساتھ اتار چڑھاؤ عبور کرتی ہوئی لفظ کے آخر تک پہنچتی ہے ۔ لہر کا لفظ بالصوت حرکت کی تعریف میں تمثیلی طور پر نہیں بلکہ صوت حرکت کی خصوصیت خاصہ کے طور پر لایا گیا ہے ۔ لہر کی صورت میں جس چیز کو قوت (Energy) کہا جاتا ہے اعراب کی صورت میں وہی حرکت مطلق ہے ۔ بلکہ اب تو بعض ما بعدالطبیعاتی حکما کے نزدیک قوت کا تصور ہی گمراہ کن ہے وہ صرف حرکت مطلق سے بحث کرتے ہیں اور لہر کے تموج میں جو گولائیاں بنتی ہیں وہی گولائیاں حرکت کے لہرانے کی حالت میں لہجے کے اندر پیدا ہوتی ہیں ۔ جیسے : سوئیاں ، انیاۓ ، ہوّا وغیرہ کے الفاظ سے واضح ہے ۔ چنانچہ یہی لہراؤ یا گولائیاں ہیں جو بالصوت حرکات کا تصور اردو میں لانے کے لیے وجہ جواز ہیں ۔

مخلوط اعراب میں حرکات اور بالصوت حرکات کے باہم یکجا ہونے پر کوئی پابندی نہیں ہے ۔ حرکات بالصوت اور حرکات سادہ ممدودہ مجہول

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

معروف کوئی بھی ایک لفظ میں جمع ہو سکتی ہیں ۔ ہاں البتہ ایک ہی معروف یا مجہول حرکت دوسری اسی سادہ یا جلی حرکت کے ساتھ جمع نہیں ہو سکتی ۔ کیوں کہ ایسی حالت میں اکثر تو لفظ قابل تلفظ نہیں ہوتا اور اگر کبھی ہوتا بھی ہے تو کوئی لہر یا گولائی پیدا نہیں ہوتی ۔ جیسے عربی کے لفظ رَأْتْ میں ہمزہ اور ت عام حروف صحیح کی طرح الگ الگ متلفظ ہوتے ہیں لہٰذا ایسے الفاظ اردو میں ہمزہ کے بجائے الف صحیح سے لکھے جانے چاہئیں ۔ اردو میں ایسی متکرر حرکات چونکہ مخلوط اعراب کے آداب سے متلفظ نہیں ہوتیں ، اس لیے مخلوط اعراب کے نقشوں میں بھی ان کا شمار نہ ہونا چاہیے ۔

مخلوط اعراب کے مکمل اور مفصل تمام نقشے بہم پہنچانا چونکہ صرف طول کلام ہے ، اس لیے محض تفہیم کی غرض سے چند بنیادی نقشے ذیل میں دیے جاتے ہیں ، جن میں کسی سادہ یا جلی حرکت کے ساتھ ایک سادہ یا جلی بالصوت حرکت ملتی ہے :-

نقشہ نمبر ۱- جس میں ایک سادہ حرکت ایک سادہ بالصوت حرکت سے مخلوط ہوتی ہے ۔

ـَ ءَ = تکرار حرکات ۔
ـَ ءِ = پیمبر = پَءِمْبَرْ
ـِ ءَ = سیر = سِءَرْ (جیسے فرخ سیر میں سیر کتب سیر وغیرہ س کے زیر مجہول سے بھی آتا ہے) ۔
ـَ ءِ = حیل = حَءِلْ
ـَ ءُ = سور = سَءُرْ بر وزن فَعْل
ـُ ءَ = مؤذن = مُءَذِّنْ

نقشہ نمبر ۲- جس میں ایک سادہ حرکت ایک ممدودہ حرکت بالصوت معروف سے مخلوط ہوتی ہے ۔

ـَ ءَا = تکرار حرکات

www.KitaboSunnat.com

ـ ءٗ = گیا پیامبر
ـ ءِا = لیا ، دیا ، کیا
ـ ءا = کیا (استفہامیہ)
ـ ءا = ہوا (بروزن فَعَلْ ۔ جیسے "میں نہ اچھا ہوا برا نہ ہوا" میں)
ـ ءا = سؤال ، نؤاں

نقشہ نمبر ۳۔ جس میں ایک سادہ حرکت ایک ممدودہ حرکت بالصوت مجہول سے مخلوط ہوتی ہے ۔

ـ ءی = گئے ، نئے
ـ ءی = بئے (بیا کی مجہول حالت)
ـ ءی = لئے ، پیے ، جئے
ـ ءی = تکرار حرکات
ـ ءی = ہوئے (بروزن فَعَلْ جیسے:۔ "ہم ہوئے تم ہوئے کہ میر ہوئے" میں)
ـ ءی = کرید

نقشہ نمبر ۴۔ جس میں ممدودہ حرکات ایک سادہ معروف حرکت بالصوت سے مخلوط ہوتی ہیں ۔

ـ ءَ = تکرار حرکات
ـ یءَ = ہیئت
ـ ءَ = نیت
ـ یءَ = اپریل
ـ ءَ = سوٗر (بروزن فعلن)
ـ وءَ =

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

نقشہ نمبر ۵- حرکات ممدودہ مخلوط بہ حرکت بالصوت ممدودہ ۔

ـَـا ء = بھائی ، آءی

ـَـی ء = بیٹی (بروزن فعلن)

ـَـہ = تکرار حرکات

ـَـی ہ = لیٹی (بروزن فعلن)

ـُـ ء = روئیں تن

ـُـو ء = کوئی ، روئی (سب فعلن کے وزن پر)

ان نقشوں سے مخلوط اعراب کا مفہوم بخوبی ذہن نشین ہو سکتا ہے۔ تاہم چوں کہ یہ نقشے صرف ایک حرکت بالصوت کے استعمال تک محدود ہیں ، چند ایسی مثالیں جن میں ایک سے زیادہ حرکات بالصوت استعمال ہوئی ہوں ، مخلوط اعراب کے مسئلے کی مزید وضاحت کے لیے درج ذیل ہیں :

بھیا = بھ ءِ ءَ ، رہیو = رِہْ ءِ ءُ و

تنہائیاں = تَ نْ ہَ ا ءِ ءَ ان ، سوئیاں = سُ و ءِ ءَ ں

بھائیوں = بھ ا ءِ ء وں ، پھوئیوں = پھ و ءِ ءُ ں

ہوا = ہُ ءَ ءَ ، نؤے = نَ ءِ ءُ ے

یہ مثالیں کسی خاص ترتیب سے منتخب نہیں کی گئیں بلکہ بہ ترتیب مختلف حرکات بالصوت کے ملنے سے جو گولائیاں پیدا ہوتی ہیں ، ان کے نمونے لکھ دیے گئے ہیں اور ایسے ہی یا ان سے کچھ مختلف الفاظ کے لیے انھیں کے قاعدوں پر قیاس کرنے سے تلفظ حاصل ہو سکتا ہے ۔

مخلوط اعراب کے نقشوں اور انفرادی مثالوں سے غائر مطالعے پر مخلوط اعراب کی چند مزید خصوصیات کا انکشاف ہوتا ہے ، جن کا تذکرہ اس بحث کی تکمیل کے لیے بہت ضروری ہے ۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اول : یہ کہ جن مخلوط اعراب والے الفاظ کے آخر میں نون غنہ آتا ہے اِن کے تلفظ میں آخری حرف صحیح کے بعد سے شروع کر کے ہر حرکت بالصوت کے ساتھ نون غنہ متلفظ ہوتا ہے ، جیسے : سوئیاں ، سوں ئیں ءاں اور تنہائیاں ، تن ہاں ء ءاں اور دھواں ، دھوں ءاں پڑھا جاتا ہے : یعنی آخری حرف صحیح کی حرکت کی طرح جس سے ایک لہر پیدا ہو کر آخر لفظ تک پہنچتی ہے ۔ آخری نون غنہ سے بھی اس کے جواب میں برابر قوت کی لہر حرف صحیح تک جاتی ہے ۔ مخلوط اعراب اور نون غنہ کی اس لہر کا واضح تصور نہ ہونے کے باعث اردو میں بعض الفاظ کا غلط املا رواج پا گیا ہے ۔ جیسے : کنواں یوں لکھتے ہیں کہ پیش ممدودہ والے 'ک' کے بعد حرکت بالصوت ءُ سے پہلے بھی نون غنہ تحریر میں آتا ہے ۔ قاعدے کی رو سے یہ املا غلط ہے کیوں کہ کوءاں مندرجۂ بالا قاعدے کے اعتبار سے خود ہی کوں ءاں پڑھا جائے گا ۔ اس میں کو اور ءاں کے درمیان کسی مزید نون غنہ کی ضرورت نہیں ہے ۔ اس کے علاوہ اسی کے وزن کا ایک اور لفظ دھواں بغیر کسی ایسے نون غنہ کے لکھا اور صحیح پڑھا جاتا ہے ۔

دوسری خصوصیت مخلوط اعراب کی یہ ہے کہ پہلی حرکت بالصوت سے ماقبل کے حرف صحیح کی سادہ علامت اعراب بھی بالعموم علامت سے متعلقہ حرف علت کی مدد سے ظاہر کی جاتی ہے ۔ جیسے کیا ، میں 'ک' کے زیر کی رعایت سے 'ی' تحریر میں آتی ہے ۔ یا ہُوا میں ہائے ہوز کے پیش کے لیے واؤ لکھی جاتی ہے ۔ املا کا یہ طریقہ 'اَن' ، اَس ، وغیرہ کے پرانے املا سے منطبق ہے ۔ جس میں ان الفاظ کا املا الف کے بعد واؤ لکھ کر کیا جاتا ہے ۔ قیاس چاہتا ہے کہ ان مخلوط اعراب والے الفاظ کا یہ املا بھی اسی زمانے کی یادگار ہے ۔ اس میں بظاہر کوئی قباحت بھی نہیں ہے بلکہ ہمزہ کے لیے جگہ متعین ہو جاتی ہے ۔ لیکن سادہ اور ممدودہ حرکات کا امتیاز قایم نہیں رہتا ۔ جیسے : ہوے ، ہونا سے ماضی مطلق بصیغہ جمع میں اور ہوئے ، بہ معنی سناٹا ، میں املا کا امتیاز نہیں ہے ۔ حالاں کہ پہلے لفظ کا وزن فعَل ہے اور دوسرے کا فعلن ہے ایسے الفاظ میں اگر ہونے والے ہوئے کے واؤ پر ہمزہ لکھا جائے اور سناٹا والے ہوئے کی 'ی' پر ہمزہ تحریر میں آئے تو لفظ کا امتیاز قایم ہو سکتا ہے ۔ یہ خصوصیت سادہ زبر والے حرف آخر کی صورت پر البتہ حاوی نہیں ہے ۔ ایسی صورت

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

میں حرکت بالصوت سے متعلقہ حرف علت آخری حرف صحیح کے بعد لکھا جاتا ہے۔ جیسے: ہوا اور نوے میں حرکت بالصوت ءُ کے لیے واؤ لکھا جاتا ہے۔

ایک اور خصوصیت مخلوط اعراب کی جو حروف صحیح اور مخلوط اعراب میں مشترک ہے مخلوط اعراب کے سلسلے میں حروف صحیح کی نسبت زیادہ اہم ہے اور وہ خفی حرکت بالصوت کا مسئلہ ہے۔ پریم پریت وغیرہ کی طرح خود خوش اور کیا کیوں کے الفاظ میں بھی خفی حرکات استعمال میں آتی ہیں لیکن پریم پریت کے مقابلے میں ان دوسرے الفاظ میں صرف خفی الفاظ نہیں بلکہ خفی حرکات بالصوت استعمال ہوتی ہیں جن کے باعث ان الفاظ میں کچھ تیز سی گولائیاں بھی پیدا ہو جاتی ہیں اور خفی حرکات کے قاعدے کے مطابق ایک صحیح صوت اور ایک خفی حرکت بالصوت مل کر یک حرفی وزن کے برابر ہوتی ہیں۔ خفی حرکت بالصوت ممدودہ حالت میں نیم حرکت اور ایک حرف علت سے مل کر بنتی ہے چنانچہ حرکت خفی والے ایک حرف صحیح سے جب خفی حرکت بالصوت ممدودہ ملتی ہے تو لفظ کا وزن دو حرفی ہوتا ہے۔ جیسے: کیا اور کیوں میں خفی زیر مجہول والا 'ک'، بالترتیب خفی زبر ممدودہ بالصوت اور خفی پیش ممدودہ بالصوت انفی سے مل کر صرف 'کا' اور 'کو' کے برابر ہوتا ہے۔ اس طرح جیوڑا، پیارا۔ تئیں وغیرہ میں پہلے حرف صحیح کے بعد جو خود بھی حرکت خفی کا مورد ہے۔ خفی حرکت بالصوت ممدودہ وارد ہوتی ہے۔

ہمیں تو نزع میں شرمندہ آ کے تم نے کیا
رہا ہے ایک رمق جی سو کیا نثار کریں (میر تقی میر)

میں کیا نثار کریں کا وزن فاعلن فعلن ہے یعنی کیا صرف 'فا' کے برابر ہے اور:

پیار کرنے کا جو خوباں ہم پہ رکھتے ہیں گناہ
ان سے بھی تو پوچھیے تم اتنے کیوں پیارے ہوئے
(میر تقی میر)

پہلے مصرعے میں 'پیار کرنے' کا وزن فاعلاتن ہے۔ یعنی پیا بروزن 'فا'

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ہے اور دوسرے مصرعے میں ''اتنے کیوں پیارے ہوئے'' کا وزن فاعلاتن فاعلن ہے ۔ یعنی کیوں پیا ، 'لاتن' کے برابر ہے اور :

بزم عشرت میں بلا مت ہم نگوں بختوں کے تئیں
جوں حباب بادہ ساغر واژگوں ہو جائے گا

(میر تقی میر)

میں مصرعہ اولیٰ کا ٹکڑا ''ہم نگوں بختوں کے تئیں'' فاعلاتن فاعلن کے برابر ہے جس میں کے تئیں کا وزن علن ہے ۔ یعنی تئیں کا لفظ دو حرف وزن رکھتا ہے اور اسی طرح :

گیا ہو جب اپنا ہی جیوڑا نکل
کہاں کی رباعی کہاں کی غزل (میر حسن)

میں 'ہی جیوڑا' فعولن کے وزن پر آیا ہے ، جس میں 'جیو' کا وزن 'عو' یعنی وہی دو حرف ہے ؛ چنانچہ جیسا کہ ان مثالوں سے واضح ہے ، ایک خفی حرکت اور ایک حرکت بالصوت ممدودہ مل کر ان کا وزن پابندی کے ساتھ دو حرف ہوتا ہے ۔

خفی حرکات بالصوت کی اس وضاحت کے بعد اردو اعراب کا ایک بہت اہم اور مشکل مسئلہ حل ہو جاتا ہے ۔ اعراب کے منطقی تجزیے سے صاف ظاہر ہے کہ واؤ بحیثیت حرف علت اپنے حرف ماقبل پر صرف پیش معروف یا مجہول کی متحمل ہو سکتی ہے لیکن زبان میں بعض ایسے الفاظ بھی ہیں جن میں بظاہر یہی واؤ بحیثیت حرف علت حرف ماقبل پر زبر کے آنے سے بھی متلفظ ہوتی ہے اور قواعد نگاروں نے بھی اس صورت کو ممکن التلفظ تسلیم کیا ہے ۔ یہ مسئلہ دراصل صوتیاتی نوعیت کا ہے ۔ قواعد نگاری کے لیے چونکہ آج تک گہرے صوتیاتی مطالعے کی ضرورت محسوس نہیں کی گئی اس لیے بعض سطحی قیاسات پر اس قاعدے کی بھی بنیاد ہے ۔ عام طور سے اس صورت اعراب کی تشریح یوں کی جاتی ہے کہ جیسے 'ی' بحیثیت حرف علت اپنے ماقبل کے حرف پر زبر قبول کرتی ہے ۔ اسی طرح واؤ بھی بحیثیت حرف علت حرف ماقبل پر زبر قبول کرتی ہے ۔ یہ تشریح بہت مغالطہ آمیز ہے لہذا واؤ علت یا ماقبل مفتوح کا بیان پوری تفصیل چاہتا ہے ۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ممدودہ حرکات مجہول کے بیان میں پہلے بھی اشارہ کیا جا چکا ہے کہ زبر مد مجہول کے لکھنے کا طریقہ تسلی بخش نہیں ہے کیونکہ اصولاً زبر مجہول والے حرف صحیح کے بعد بھی الف ہی کو کسی نہ کسی صورت میں زبر مد مجہول بنانے کے لیے بھی استعمال ہونا چاہیے ۔ لیکن زبر مد مجہول اور زبر مجہول چونکہ بہت قریب التلفظ ہیں اس لیے اب ان کا متائل املا رواج پا چکا ہے ۔ چنانچہ اس سے کسی صورت میں یہ مستنبط نہیں ہوتا کہ چونکہ 'ی' حرف ماقبل پر زبر قبول کرتی ہے اس لیے واؤ بھی حرف ماقبل پر زبر قبول کر سکتی ہے ۔ وہ چیز جسے خود غلط العام ہونے کی وجہ سے صحت کی سند ملی ہو ، کسی دوسری غلطی کے لیے صحت کی سند قرار نہیں پا سکتی ۔ زیں علاوہ صوتیاتی اعتبار سے زبر والے حرف صحیح اور واؤ علت کا مفرد آواز سے متلفظ ہونا ناممکن ہے ۔ حرف مفتوح کو واؤ علت کے ساتھ ملانے میں لازمی طور پر ایک گولائی پیدا ہوتی ہے جو ایسے الفاظ کے عربی یا ایرانی لہجے میں تلفظ کرنے سے بہت نمایاں ہو جاتی ہے ۔ وجہ یہ ہے کہ زبر اور واؤ علت کے رخ بنیادی طور پر مختلف ہیں لہذا انہیں ملا کر تلفظ کرنے سے قاعدے کی روح سے مخلوط اعراب کی صورت حاصل ہوتی ہے ؛ چنانچہ نتیجتاً اعراب کی یہ صورت کسی اعتبار سے بھی مفرد حرکات کی صف میں شمار نہیں ہو سکتی ۔

مخلوط اعراب کی یہ صورت بلا استثنا حرف صحیح کے ''خفی زبر'' اور ''خفی پیش مد مجہول بالصوت'' کے ملنے سے پیدا ہوتی ہے لہذا لفظ کا یہ حصہ دو حرفی وزن پر آتا ہے ۔ یہی دو حرفی وزن ہے جس نے اس صورت اعراب کو مفرد حرکات میں سے سمجھے جانے کا مغالطہ پیدا کیا ہے ۔ حقیقت یہ ہے کہ 'اور' 'غور' 'نو' وغیرہ کا تلفظ اور 'غ ور' اور 'ن' نہیں ہے ۔ بلکہ آ عِ ور' غعور ن ء و ہے ۔ اس کی وضاحت اس امر واقعہ سے بھی ہو سکتی ہے کہ اور کا لفظ جب سہ حرفی کے بجائے دو حرفی وزن پر متلفظ ہوتا ہے تو 'در' 'ہر' کے بجائے 'پُر' 'سُر' کا قافیہ ہو سکتا ہے ۔ ایسی حالت میں اور کا تلفظ ا ء ر ہوتا ہے ۔

اس تشریح و تفصیل کے ساتھ اُردو اعراب کی بحث مکمل ہو جاتی ہے ۔ اردو نظام اعراب کی بنیاد اردو کے تین حروف علت پر استوار ہوئی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ہے ۔ تمام حرکات سادہ جلی خفی مجہول معروف کے حروف علت سے استخراج کی تفصیل گذشتہ صفحات میں دی جا چکی ہے ۔ حرف علت کی صوت یعنی مد ہی کی اعرابی تقسیم کا نام سادہ حرکت اور سکون ہے ۔ چنانچہ سکون بھی اس بنیاد اعراب یعنی حروف علت کے لیے خارجی تصور نہیں ہے تشدید اسی سکون اور حرکت کے مجموعے کا نام ہے ۔ ایسے مرکب حرکت بھی کہہ سکتے ہیں اور آخر میں ان حرکات کے باہم اس طرح ملنے سے کہ تلفظ میں گولائیاں اور لہراؤ سے پیدا ہو جائیں مخلوط اعراب حاصل ہوتے ہیں ۔ چنانچہ یہ نظام اعراب منطقی طور پر نہایت مربوط اور بہر نوع مکمل نظام اعراب ہے ۔ اس کی جامعیت کا مقابلہ دنیا کی کسی بھی اور زبان کا نظام اعراب نہیں کر سکتا ۔

انگریزی 'واولوں' میں سادہ ممدودہ اور مخلوط اعراب آپس میں اس طرح گڈ مڈ ہو گئے ہیں کہ ان کو بنیاد مان کر کسی مربوط نظام کا استوار کرنا محض نا ممکن ہے ۔ اسی طرح ہندی کے بعض 'سور' مخلوط اعراب کی صف میں جا پڑتے ہیں اور اس کے علاوہ حرکات کی اتنی بہت سی بنیادی شکلیں متعین کی گئی ہیں کہ نظام اعراب کی تکمیل کچھ اور شکلوں کے اضافے سے تو ممکن ہے لیکن کسی نظام کا استوار کرنا محال منطقی ہے ۔

اُردو کا یہ نظام اعراب اس قدر جامع ہے کہ دنیا کی کسی بھی زبان کا کوئی لفظ بشرطیکہ اس کی اصوات کے حروف اردو میں موجود ہوں ، اس کی مدد سے اپنے اصلی تلفظ کے مطابق ظاہر کیا جا سکتا ہے ۔ چنانچہ یہ نظام اعراب اردو کو دنیا کی دوسری زبانوں میں بہت اُونچے مقام پر فائز کرتا ہے ۔

(اُردو : کراچی ، اپریل ۱۹۵۴ء)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

رموز اوقاف اور ان کا استعمال

غلام رسول

تحریری عبارت کا مطلب سمجھنے کے لیے لفظوں اور جملوں کو ایک دوسرے سے جدا کرنے میں جو ٹھہراؤ کی علامتیں استعمال کی جاتی ہیں ، وہ رموزِ اوقاف کہلاتی ہیں ۔

اُردو میں حسب ذیل رموزِ اوقاف مع علامات مستعمل ہیں :۔
(۱) سکتہ (،) (۲) وقفہ (؛) (۳) رابطہ (:) (۴) ختمہ (۔) (۵) سوالیہ (؟) (۶) فجائیہ ، ندائیہ (!) (۷) تفصیلیہ (:۔) (۸) واوین (" ") (۹) خط (——) (۱۰) نقطے (......) (۱۱) قوسین ( ) یا { } [ ] (۱۲) Hyphen زنجیرہ (۷) ۔

ان کے علاوہ اردو کی کتابوں اور تحریروں میں نشانوں ، عددوں اور لفظوں کو علامتوں کے طور پر استعمال کا طریقہ قدیم سے رائج ہے ۔ انھیں عام مخفّفات کہتے ہیں ۔ ان میں ضرورت کے لحاظ سے چند نئی علامتوں کا اضافہ کیا جاتا ہے ، تا کہ آیندہ ان سے کام لیا جا سکے ۔ عام مخفّفات مندرجۂ ذیل ہیں :۔

(۱) (ؔ) بسم اللہ یا إلہ کی مختصر صورت (۲) (تعـ) تعالا (۳) (صـ) صلعم ، صحیح اور صلی اللہ علیہ وسلم (۴) (عـ ، عم) علیہ السلام

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(۵) (رض) رضی اللہ عنہ (۶) (رح یا رہ) رحمۃ اللہ علیہ (۷) (الخ) إلی آخرہ (۸) (؎) شعر (۹) (ص) مصرع (۱۰) (تمت) آخری ، حصہ (۱۱) (=) علامتِ مساوی (۱۲) (ن) نسخہ = کتاب (۱۳) (ف) فائدہ = تنبیہ ، نوٹ (۱۴) (ت) علامت تمثیل یا ترجمہ (۱۵) (۹۲) حد = فقط (۱۶) (۹۲) ﷺ (صلعم) (۱۷) (۷۸۶) بسم اللہ الرحمان الرحیم (۱۸) (حامداً) خدا کی تعریف (۱۹) (مصلیاً) رسول پر درود (۲۰) (نحمدہٗ و نصلی) خدا کی تعریف اور رسول پر درود (۲۱) (حمدلہ) الحمد للہ کہنا (۲۲) (سبحلہ) سبحان اللہ کہنا (۲۳) (بسملہ) بسم اللہ الرحمان الرحیم کہنا (۲۴) (سلعلہ) سلام علیکم کہنا (۲۵) (ــــ) علامتِ ساکت ، یہ لفظوں کے اوپر لکھی جاتی ہے (جدید) (۲۶) (ــــ) خط کشیدہ ، یہ لفظوں کے نیچے لکھا جاتا ہے (جدید) (۲۷) (⁄) علامت متروک یا خارجہ (جدید) (۲۸) (ور) ورق الثیے (جدید) (۲۹) (ج) جواب عنایت ہو (جدید) (۳۰) (ح) مزید عبارت جو خط میں خاتمے کے بعد لکھی جاتی ہے۔ (جدید)

استعمال کے موقعے

(۱) سکتہ : حسب ذیل موقعوں پر استعمال کیا جاتا ہے :-

(۱) اِسموں کے درمیان ؛ مثلاً : گیہوں ، چنا ، چاول ، میوہ ، ساگ پات ، دودھ اور گھی ، انسان کی غذا کی خاص چیزیں ہیں ۔

(۲) فعلوں کے درمیان : مثلاً : کھانا ، پینا ، سونا اور ورزش کرنا ، انسان کی زندگی کے لیے ضروری ہیں ۔

(۳) صفتوں کے درمیان : مثلاً : سلطان ناصرالدین بڑا نیک ، خلیق ، شجاع ، عابد اور سخی تھا ۔

(۴) منادا کے بعد ؛ مثلاً : جناب صدر ، خواتین ، حضرات اور عزیزو !

(۵) جملے کے فقروں کو ایک دوسرے سے جدا کرنے کے لیے ۔ مثلاً : دن ہو کہ رات ، سفر ہو کہ حضر ، خلوت ہو یا جلوت ، انسان کوچاہیے کہ خدا کو نہ بھولے ۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(٦) چھوٹے چھوٹے جملوں کے درمیان ؛ مثلاً : قافلہ دریاؤں کو عبور کرتا ، دشوار گزار درّوں سے گزرتا ، سخت بارش اور تیز دھوپ کی تکلیفیں اٹھاتا ، جا بجا سونے کی کان کی تلاش میں پھرتا رہا ۔

(٧) توضیحی فقروں کے درمیان ؛ مثلاً : مکان کا ہال ۳۰ فٹ لمبا ، ۱۰ فٹ چوڑا اور ٧ فٹ اونچا ہے ۔

(٨) (الف) شرطیہ (ب) موصولہ ۔ (ج) حمید ایمان دار آدمی ہے ، لیکن بے وقوف ہے ۔ (د) شفیق کھیل میں شریک ہوا ، حالاں کہ وہ بیزار تھا ۔ (ہ) راجا بکرماجیت نے مدت تک سیر و سیاحت کی ، غیر ملک والوں کے علم و ہنر اور عقل و حکمت کو خوب دیکھا بھالا ۔

(٩) شعر کی تعقید دور کرنے کے لیے ؛ مثلاً : توڑ کر بت خانہ کو مسجد بنائی تو ، نے شیخ — برہمن کے دل کی بھی ، کچھ فکر ہے ، تعمیر کا ۔

(۲) **وقفہ :** نیچے کے موقعوں پر استعمال کیا جاتا ہے :-

(۱) بڑے بڑے جملوں کے درمیان حروفِ عطف : یعنی اس لیے ، لیکن ، آخر کار ، اگرچہ اور بل کہ وغیرہ آنے کی صورت میں ؛ مثلاً : جب دوست کی طرف سے کچھ شکایت و کدورت پیدا ہو ، تو اس کو دل میں مخفی نہ رہنے دے ۔ بلکہ صاف دلی اور بے تکلفی کے ساتھ دوست پر اس کا اظہار کر دے ، اس سچّے برتاؤ سے فوراً صفائی ہو جائے گی اور محبت میں فرق نہ آنے پائے گا ، کیوں کہ جب ایک بار دوستی ہوگئی ، تو ہر طور سے اس کے نباہ کی کوشش کرنی واجب ہے ۔ اگرچہ نزاع و خصومت ہر حال میں نا روا ہے ، اِلّا محبت کے بعد عداوت کا ہونا سخت معیوب اور نہایت شرم کی بات ہے ۔

(۲) مکتہ والے حصوں کو ایک دوسرے سے جدا کرنے کے لیے ؛ مثلاً : حالی کی مسدس ، یادگار غالب ، حیات جاوید ، نذیر احمد کی مراۃ العروس ، توبۃ النصوح ، محصنات اور ایامٰی ، شبلی کی الفاروق ، موازنہ ، سیرت النبی ؐ پڑھنے اور بار بار پڑھنے کے قابل ہیں ۔

(۳) **رابطہ :** حسب ذیل موقعوں پر استعمال کیا جاتا ہے :-

(۱) کسی (۱) مثال (۲) کہاوت (۳) قول (۴) اقتباس اور

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(۵) سچی بات سے پہلے ؛ (۱) مثلاً : حیدرآباد ، آندھرا پردیش کا صدر مقام ہے ۔ (۲) مثلاً : مثل مشہور ہے : جان بچی لاکھوں پائے ۔ (۳) مثلاً : قرآن کہتا ہے : خدا ان ہی لوگوں کی مدد کرتا ہے ، جو اپنی مدد آپ کرتے ہیں ۔ (۴) ایک اردو روسی پروفیسر کی تقریر کا نچوڑ یہ ہے : جو لوگ اردو اور ہندی کے درمیان اختلافی خلیج پیدا کرنا اور دونوں زبانوں کے پریمیوں کو لڑانا چاہتے ہیں ، وہ زبان ، ادب اور ملک کی اچھی خدمت انجام نہیں دے رہے ہیں ۔ گاندھی جی نے واضح کر دیا تھا کہ ہندوستان کی قومی ۷ زبان اردو یا ہندی نہیں ، بل کہ ہندوستانی ہوگی ۔ جب کبھی ریڈیو کے اعلان ۷ چی سے سنتے ہیں کہ پنڈت نہرو ، ہندی میں تقریر کریں گے ، تو تعجب ہوتا ہے ۔ روسی عوام میں اردو اور ہندی سے بڑی محبت اور بڑی دلچسپی پیدا ہو رہی ہے ۔ آئے دن ہر دو زبانوں کے جاننے والوں کی تعداد بڑھ رہی ہے ۔ (۵) مثلاً : سچ ہے : گیا وقت پھر ہاتھ آتا نہیں ۔

(۲) لمبی عبارت کے خلاصے کے طور پر ۔

(۴) ختمہ : کا استعمال ۔

(۱) ہر جملے کے آخر میں ۔ (۲) مخففات کے بعد ہوتا ہے ؛ مثلاً :

(۱) خدا سب کو روزی دیتا ہے ۔ وہی جِلاتا اور مارتا ہے ۔

(۲) ایم ۔ بی ۔ بی ۔ ایس ۔ سی ۔

(۵) سوالیہ :

کسی سوال کے آخر میں استعمال کیا جاتا ہے ؛ مثلاً : تم کیا کرتے ہو ؟ وہ کل کیوں نہیں آیا ؟

(۹) فجائیہ :

آن لفظوں یا جملوں کے بعد استعمال کیا جاتا ہے ، جن سے کوئی جذبہ ظاہر ہوتا ہے ؛ مثلاً : اُفو ! سخت تکلیف ہے ۔ شاباش ! خوب سبق یاد کیا ہے ۔ چھی چھی ! اسے ہاتھ نہ لگانا ۔

ندائیہ : پکارنے ، محبت ، حقارت اور تعظیم کے اظہار کے لیے استعمال کیا جاتا ہے ؛ مثلاً : او لڑکے ! ، اے خدا ! ، ابے احمق ! ، اجی حضور !

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(۷) **تفصیلیہ :** حسب ذیل موقعوں پر استعمال کیا جاتا ہے :۔

(۱) تفصیل بیان کرتے وقت ؛ مثلاً : دنیا کی چار سب سے بڑی سلطنتیں یہ ہیں :۔ امریکہ ، روس ، برطانیہ اور فرانس ۔

(۲) مسلسل باتوں کے اظہار کے موقع پر ؛ مثلاً : جب اعضاء کی نافرمانی اس حد کو پہنچی کہ ہر ایک نے اپنا اپنا کام بند کر دیا ، تو غریب معدے کو غذا کہاں سے میسر ہوتی ؟ ہر ایک عضو کا یہ حال ہوا :۔ ہاتھ کف افسوس ملنے اور پانو ایڑیاں رگڑنے لگے ، آنکھوں نے رونا جھینکنا شروع کر دیا ، کان بھی مارے ضعف کے سن ہوگئے ، ناک کا بھی ناک میں دم آ گیا ۔ زبان کا بولنا بند ہوگیا ۔

(۸) **واوین :** جب کوئی اقتباس دیا جاتا ہے یا کسی کا قول اس کے لفظوں میں نقل کیا جاتا ہے ، تو اس کے اول اور آخر میں استعمال کیا جاتا ہے ؛ مثلاً : طالب علم نے کہا ۔ ”میں ضرور امتحان میں کام ۷ یاب ہو جاؤں گا“۔

(۹) **خط :** ان موقعوں پر استعمال کیا جاتا ہے :۔

(۱) جب جملہ یکایک ختم ہو جائے اور کچھ چھوٹ جائے ؛ مثلاً : سب استاد کہتے تھے کہ رضی بڑا —— لڑکا ہے ، مگر اب پتا چلا کہ خالی شہرت تھی ۔

(۲) توضیحی لفظ یا فجائیہ کلمے کے شروع اور آخر میں ؛ ۱۔ مثلاً : گھر میں —— نہ صرف میں ، بل کہ سارا خاندان —— اکبر کا مداح ہے ۔ ۲۔ مثلاً : اعظم تو —— چشم بد دور —— بہت ہونہار ہے ۔

(۱۰) **نقطے :** کسی پوشیدہ یا ناگفتنی بات کی جگہ استعمال کیے جاتے ہیں ؛ مثلاً : اس نے مجھے ...... کہا ۔

(۱۱) **قوسین :** جملۂ معترضہ کے پہلے اور آخر میں استعمال کیا جاتا ہے ؛ مثلاً : محمود کے پاس (جو کل آپ سے ملا تھا) ایک گھڑی بکاؤ ہے ۔

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

(۱۲) زنجیرہ : یہ اردو میں نئی چیز ہے ، جو انگریزی سے لی گئی ہے ؛ مرکب امتزاجی اور مرکب ارتباطی (اسم فاعل ، اسم مفعول ، صفت ترکیبی ، حاصل مصدر ، اسم آلہ اور اسم ظرف) کے ظاہر کرنے کے لیے اردو میں کوئی علامت نہ تھی ، اس لیے ہماری زبان میں زنجیرے کو رائج کرنا مناسب ہے ، تاکہ مرکب لفظوں کی شناخت ہو سکے ۔ یہ مرکب لفظوں کے حصوں (سابقے اور لاحقے) کے درمیان استعمال کیا جاتا ہے ۔ سابقوں اور لاحقوں کے سالم ء اجزا ہی کے بیچ میں اس کو استعمال کرنا چاہیے ، مکسر ء اجزا کے درمیان نہیں ؛ مثلاً : عمر ء قید ، گھنٹا ء گھر ، رام ء لیلا ، جیب ء گھڑی ، موم ء روغن ، کل ہند ء مشاعرہ ، پانچ رکنی ء کمیٹی ، نہرو ء نون معاہدہ ، کتاب ء چور ، منہ ء توڑ ، چلم ء چٹ ، ہنس ء پھوڑ ، قصہ ء گو ، عہد ء آفریں اور حیلہ ء باز وغیرہ ۔

نوٹ : مکسر ء اجزا سابقے :۔ اٹل ، اکارت ، ترایا ، سپوت ، کڈھب ، نبل اور نکھٹو وغیرہ ۔

مکسر ء اجزا لاحقے :۔ بڑھیا ، داتا ، سلاپ ، پھیرا بہتات ، کھلاڑ اور متاس وغیرہ ۔

(اردو املا ، ص ۴۸ ص ۵٦)

* * *

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

حصہ سوم

سفارشات و معمولات

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

گلکرسٹ کا طریق املا

حفیظ الدین

[مخفی نہ رہے کہ ہندی کی جتنی کتابیں خواہ نظم خواہ نثر نستعلیق یا نسخ خط میں چھاپا ہوئیں، سب جناب جان گلکرسٹ صاحب کے رسم خط کے موافق ہیں؛ اس لیے کہ لوگوں کو عبارت پڑھنے میں آسانی ہو؛ کیوں کہ جو کتاب کہ اس رسم خط کے موافق نہیں، اس کے پڑھنے میں اور تو کیا، اہل ہند کہ جن کی یہ زبان ہے، وہ بھی اٹکتے ہیں۔ علی الخصوص یائے معروف و مجہول میں؛ کیوں کہ جب تک لفظ کے معنی اور مرجع ضمیروں کا بہ خوبی دریافت نہ کیا جائے اور صورت تحریر ایک ہی ہو تو البتہ اس کے پڑھنے میں غلطی ہوگی اور وے لوگ کہ جنھوں نے بے قاعدے نہ دیکھے اور مطلق اس رسم خط سے آشنا نہیں، اگرچہ چھاپے کی کتابیں دیکھتے دیکھتے مہارت ہو جاتی ہے اور اجمالاً اس قاعدے سے واقف ہو جاتے ہیں، لیکن ابتداً تو نہایت بھٹکتے ہیں بلکہ جا بجا اٹکتے ہیں۔ مثل مشہور 'محنت برباد گنہ لازم'۔ پس ان کے حق میں بے قاعدے بے فائدہ ہیں بلکہ وہی نقص جیسے کا تیسا باقی رہا۔ اس لیے بہ نظر فائدہ عام اس رسالے کا خلاصہ جو جناب جان گلکرسٹ صاحب نے رسم خط کے لیے ایجاد کیا ہے، اس کتاب کے ساتھ چھپوایا تاکہ جو اس خلاصے کو دیکھے، بہ خوبی ہندی کتابوں کے پڑھنے پر قادر ہو اور بے کھٹکے آنکھ موندے اپنی منزل مقصود کو پہنچے۔]

(خرد افروز جلد دوم ص ۲۸۷ تا ۲۹۰)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

۱- ایک کلمے کے حروف سوائے حرف علت ساکن بدون نشان فتحہ و سکون کے ہمیشہ مفتوح و ساکن تلفظ میں رہیں گے ، مگر جہاں نشان فتحہ ضرور ہوگا دیا جائے گا ۔ اگر مضموم یا مکسور ہیں ، نشان کسرے اور ضمے کا دیا جائے گا اور کسی حرف کے واسطے علامت سکون کی خطاً معین نہیں کی گئی ۔

۲- پہلا حرف متحرک ہے خطاً سوائے فتحہ کے اور دوسرا ساکن بغیر علامت کے ، اگر مفتوح نہ ہو والا متحرک خطاً ہوگا ۔ تیسرا متحرک ہے بدون نشان فتحہ کے ، اگر ساکن نہ ہو ۔ چوتھا ساکن ہے بدون علامت کے جو متحرک نہ ہو ۔ حرف پانچویں اور چھٹے کو بھی باترتیب مثل تیسرے اور چوتھے کے قیاساً جاننا چاہیے اور آخر حرف کلمے کا ہمیشہ ساکن ہے ، اگر اضافت و عطف نہ ہو مگر کئی لفظ مرکب عربی کے مثلاً اتباله ، و علیه وغیرہ ۔

۳- واسطے رفع اشتباہ کے جو واو یا 'یا' اور کوئی حرف مفتوح کلمہ ثلاثی وغیرہ میں بجائے عین کلمے یا سوائے عین کلمے کے آویں سو ان کو خطاً مفتوح کیا گیا ؛ مثلاً ہوا خیر و لاجورد و پرورد ۔

۴- واو و یائے معروف دونوں بغیر نشان کے ہیں اور صورت ان کی کلمے کے بیچ میں ایسی 'و' 'ی' اور آخر میں ایسی 'و' ، 'ی' مگر یائے شوشہ دار کے نیچے دو نقطے ہیں اور یائے دامنی بدون نقطوں کے ہے ۔ چنانچہ نور ، نیر ، تو ، کی ۔

۵- واو مجہول مطلقاً اور یائے مجہول جو بیچ میں واقع ہو اس کی علامت کا نشان جزم مدور مقرر کیا ۔ صورت اس کی یہ ہے : ° و ، ۂ اور یائے مجہول آخر میں معکوسی بدون نقطے کے لکھا جیسا 'کے' اور 'واو' یائے ساکن ما قبل مفتوح کی علامت کا نشان جزم غیر مدور ٹھہرایا اور صورت ان کی کلمے کے بیچ میں بے نقطہ بہ صورت یائے ثلثی کے لکھا جیسا سنو ، کی ۔

۶- واو جمع کا ہمیشہ مجہول رہتا ہے ، اس واسطے کوئی علامت اس کی مقرر نہیں کی ؛ مثلاً : لڑکو ، لڑکوں ۔ یائے مضمومہ کے نیچے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

دو نقطے کھڑے دیے گئے تاکہ درمیان لفظ کیا اور کیا کے امتیاز ہو اور جو ہمزہ ملینہ مثل لفظ گھایل و غایب و آزمایش وغیرہ میں ہے ، ایسے بہ صورت یاے غیر منقوط مکسور کے لکھا اور اس کے اوپر ہمزہ بنایا جوں گھائل و غائب و آزمائش ۔

۷۔ نون مغنونہ اگر ان حرفوں : ب پ د ج چ ک گ کے ساتھ نہ آوے ، تب تو اس کی علامت حروف کے بیچ میں بہ صورت جزم مدور کے ایسی ہے ۂ اور آخر میں صورت اس کی نون بے نقطہ ایسی 'ں' اور نون اظہار جیسا تلفظ و صورت میں قدیم تھا ویسا ہی رہا جوں : 'منجن' ۔ الف مقصورہ جو بہ صورت یا کے ہے ، اس کے دامن میں ایک نشان بہ صورت خنجری زبر کے دیا گیا جیسا 'موسیٰ' اور الف ممدودہ پر مد جوں ' آب' اور حرف مشدد پر تشدید لکھا ۔

۸ ۔ یہ قاعدہ جو گلکرسٹ صاحب نے لکھا کہ یاے شوشہ دار کے نیچے نقطہ اور یاے دامنی بے نقطہ سو نستعلیق خط کا ہے اور اس خط کا رسم خط یہ ہے کہ یاے معروف دامنی کے نیچے بھی ہمیشہ دو نقطے ہیں جیسے 'ہی' ، 'ہی' ہر صورت دونوں کی ایک ہی ہے اور جس لفظ میں صوت دراز ہو ، اس میں بھی ایک خنجری زبر دیا جیسا : الٰہی ، 'زکوٰۃ' ۔ اور تاے ہندی میں دو نقطوں کے اوپر ایک خط عرضی اور راے و دال ہندی پر بھی وہی خط عرضی مقرر کیا ، جیسا : تؔ ، دؔ ، رؔ ۔ ہاے مخفی فارسی کے لفظوں میں جو مستعمل ہے ، ہندی میں اکثر ساتھ یاے مجہول کے بدل ہوتی ہے ، اہل ہند کے محاورے میں جیسا 'مردے' کو ۔ اور عربی الفاظ جو قصداً و مثلاً کے مانند ہیں سو ان کے اسلا کو حالت اصلی پر بحال کا بحال رکھا اور حرف کاف فارسی پر دو مرکز جو قدیم سے ہیں سو ہی رہے ۔ باقی جو کچھ مخفی رہا سو حرفوں کے نقشے سے جو رسالے میں ہے ، کل واضح ہوگا ۔ فقط اس میں سے ایک ہے جو تیرہ حروف ناگری میں آتی ہے سو دو چشمی لکھی جیسے کھ گھ کھ وغیرہ ۔

* * *

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

آردو املا اور محکمہ تعلیم پنجاب کی ہدایات

پنڈت برج موہن دتاتریہ کیفی

اعراب :

پرانی مکتبی تعلیم کے نظام میں املا کی طرف توجہ نہ تھی ۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ انشا پر زور تھا اور خطاطی کی انتہائی منزل تھی ۔ اس کی تعلیم الگ دی جاتی تھی ۔ انشا ہی میں بچوں کی نگہداشت ہوتی ہوتی تھی ۔ اس ضمن میں یہ باتیں یاد رکھنے کی ہیں :-

(۱) وقفہ ، ختم جملہ اور استفہام وغیرہ کے لیے کوئی نشان نہ تھے ۔

(۲) تنوین اور واوین کی ہستی نامعلوم تھی ۔

(۳) پیرے گراف سے مضمون کی عبارت کی تقسیم نہ ہوتی تھی ۔

(۴) اعراب کا اظہار لغات وغیرہ میں جہاں ضروری سمجھتے الفاظ میں بغیر علامتوں کے کرتے ۔

(۵) جو لفظ الف مضموم سے شروع ہوتا اُس کے بعد واو بڑھا دیتے ۔ جیسے : اوس ، اوستاد ، اونتاد ۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(۶) خط نسخ میں لفظ کے شروع کی ہ دو چشمی لکھی جاتی ہے ، اسی کی نقل میں دہلی کے اخبار اور رسالے اب تک لوح پر اپنے شہر کے نام میں دو چشمی ھ اور لمبی ے لکھتے ہیں ؛ شاید اس میں خوبصورتی سمجھتے ہیں ۔

(۷) الف ممدودہ پر مد کی علامت کی جگہ ایک چھوٹا سا الف (ا) اور لکھ دیتے تھے ۔

(۸) نثر کے بیچ میں کوئی شعر آ جاتا تو اس سے پہلے ساٹھ کی رقم (؎) لکھ دیتے ۔

اِملا کی یہ صورت تھی جب نئی حکومت نے عام تعلیم کا نظام شروع کیا ۔ دلی والوں نے سررشتۂ تعلیم پنجاب کی ہدایت سے املا کی جو علامتیں مقرر کیں ان کی روداد یہ ہے ۔

"اعرابوں کا قاعدہ"[۱] (نمبر ۱)

نمبر	قاعدہ	مثال
۱	حرف مفتوح کے بعد اگر ے یا واؤ نہیں ہے ۔ تو اُس پر فتح نہیں لکھا گیا ۔	در
۲	حرف مضموم کے بعد واؤ مجہول نہیں ہے ۔ تو اُس پر پیش لکھا گیا ۔	اُس
۳	حرف مکسور کے بعد اگر یائے مجہول نہیں تو اُس پر کسرہ لکھا گیا ۔	دِل
۴	یائے معروف کے ماقبل زیر لکھا گیا ۔	لِی
۵	یائے مجہول کے ماقبل زیر نہیں لکھا گیا ۔	لی
۶	واؤ معروف کے ماقبل پیش لکھا گیا ۔	نُور
۷	واؤ مجہول کے ماقبل پیش	کور

۱۔ یہ قاعدہ قواعد اردو سے نقل کیا گیا ہے جو ۱۸۷۶ء میں لاہور کے سرکاری مطبع میں چھپی تھی ۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

۸	واؤ ۔ یائے مجہول کے ماقبل اگر فتح ہے ، تو وہ فتح لکھا گیا ۔	جور ۔ بے
۹	جو ہ کسی حرف کے ساتھ مل کر بولی جاتی ہے ، دو چشمی لکھی جاتی ہے ۔	گھر
۱۰	جو ہ کسی حرف کے ساتھ مل کر نہیں بولی جاتی ، شوشہ دار لکھی گئی ۔	ہمیں
۱۱	نون غنہ جو لفظ کی درمیان آتا ہے ، اُس پر اُلٹا جزم دیا گیا ۔	ہنسا
۱۲	نون غنہ جو لفظ کے آخر میں آتا ہے ، اس میں نقطہ نہیں دیا ۔	یہاں
۱۳	حرف علت یعنی ا و ی کے سوا جو حرف ساکن کے درمیان میں ہے ، اُس پر جزم لکھا گیا +	درد
۱۴	جو حرف علت ساکن ہے ، اُس پر جزم نہیں لکھا گیا ۔	دوست
۱۵	جو حرف موقوف لفظ کے درمیان میں ہے ، اُس پر جزم لکھا گیا ۔	دوست
۱۶	جو واؤ ہمزہ سے مل کر بولی جاتی ہے ، اُس پر ہمزہ لکھا گیا ۔	دھؤاں
۱۷	جو واؤ لکھی جاتی ہے اور پڑھی نہیں جاتی تو اس کے نیچے یہ علامت ہے ۔ (-)	خوش خویش
۱۸	ندا اور تعجب کی علامت ہے ۔	!
۱۹	وقفے کی علامت ۔	—
۲۰	استفہام کی علامت ۔	؟
۲۱	جملے کے ختم ہونے کی علامت ۔	+

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اعرابوں کے قاعدے[۲] (نمبر ۲)

نمبر	قاعدے	مثالیں
۱	مخلوط ہ دو چشمی لکھی گئی ۔	گھر
۲	نون غنہ جو لفظ کے درمیان ہے ، اس پر اُلٹا جزم دیا ہے اور جو آخر میں ہے ، اس میں نقطہ نہیں دیا۔	ہنسا ۔ ہیں ۔
۳	یائے معروف جو لفظ کے آخر ہے وہ دائرے کی طرح لکھی گئی ہے ۔	بھلی
۴	یائے معروف کے سوا باقی سب یے لمبی لکھی گئیں ۔	کے ۔ ہے گائے ۔ ادنیا
۵	جو واؤ بولی نہیں جاتی ، اس کے نیچے آڑی لکیر ہے ۔	خود۔خویش
۶	حرف مفتوح پر وہیں زبر لکھا ہے جہاں واؤ یا یے کے معروف اور مجہول ہونے کا شبہ پڑتا ہے ۔	ہمالیہ ۔ زیور غور ۔ سیر
۷	حرف مکسور کے نیچے دو جگہ کے سوا سب جگہ زیر لکھا گیا : اول یائے مجہول کے ماقبل ، دوسرے یائے معروف کے ما قبل جو لفظ کے آخر ہے ۔	دیر ۔ دے دی
۸	حرف مضموم کے بعد اگر واؤ مجہول نہیں ہے ، اس پر پیش لکھا گیا ۔	شُکر
۹	واؤ معروف کے ماقبل پیش لکھا گیا ۔	دُور
۱۰	واؤ مجہول کے ماقبل پیش نہیں لکھا گیا ۔	زور
۱۱	الف ۔ واؤ اور یے کے سوا لفظ کے درمیان جو حرف ساکن ہے ، اس پر جزم لکھا گیا ۔	صبر

استفہام کی علامت ۔ ؟

ندا ۔ تعجب ، حسرت ، دعا ، قسم ، خوشی کی علامت !

تھوڑے وقفے کی علامت : پورے وقفے کی علامت ۔

۲۔ یہ نقشہ پنجاب کے سررشتۂ تعلیم کا منظور کیا ہوا ہے اور ساری درسی کتابوں میں آج کل اس پر عمل ہوتا ہے ۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ان دونوں نقشوں کا تمام اصولی امور میں اتفاق ہے حالانکہ پینسٹھ برس کی لمبی مدّت ان کو ایک دوسرے سے جُدا کرتی ہے ۔ مستثنیٰ صرف ایک ی کا معاملہ ہے ۔ نقشہ (۱) میں یائے معروف و مجہول میں صرف اعراب سے امتیاز کیا گیا تھا ۔ نقشہ (۲) میں یائے معروف گول دایرے کی اور یائے مجہول لمبی بنائی گئی جسے مکتبی زبان میں بڑی ے کہتے تھے ۔ یائے ماقبل مفتوح کے لیے پہلے اسی ایک ی کے پہلے زبر لگاتے تھے ، اب لمبی ے کے پہلے لگا دیتے ہیں ۔

چھاپے کے لیے آپ جتنے اعراب چاہیں وضع کر لیں ، غریب کاتب یا کمپوز کرنے والے کو مجبور ہونا ہی پڑے گا ؛ لیکن عام طور پر لکھنے کا بھی لحاظ رکھنا لازم ہے ۔ لکھنے میں کون اس (اشارۂ بعید) پر پیش اور پہنچا کے نون پر الٹا جزم لگاتا ہے ؟ اس لیے ی کا جہاں تک تعلق ہے میری تجویز ہے کہ وہ ی جس کا ماقبل مفتوح ہو ، کٹی ہوئی لکھی جائے (ہی ، سی) ۔ ایسا ہو تو زبر کی علامت کی ضرورت نہ رہے گی ۔ ہائے ہوز بھی تو تین طرح لکھی جاتی ہے ۔ اسی طرح تین ی ہو جائیں تو مضایقہ نہیں ۔

دہلی کے صوبے کی درسی کتابوں میں نقشہ (۲) پر عمل ہوتا ہے ۔ صوبۂ متحدہ کی درسی کتابوں میں کتابت کا التزام بہت ناقص ہے ۔ اس کے ذکر کی ضرورت نہیں ۔

علامتیں :

جو چار علامتیں ابتدا میں تھیں ، وہی اب یعنی ۱۹۳۱ء میں بھی رایج ہیں ۔ جہاں تک مذکورہ صوبوں میں درسی کتابوں کا تعلق ہے ؛ لیکن قواعد اردو ڈاکٹر مولوی عبدالحق صاحب کے چوتھے ایڈیشن میں یہ تعداد گیارہ تک پہنچا دی گئی ہے ۔ موصوف نے انگریزی سے لے کر یہ علامتیں بھی شامل کر لی ہیں :۔

سیمی کولن ، کولن ، کولن اور ڈیش ، قوسین ، ڈیش ، واوین ، ہائفن ۔

وقفہ (کوما) کو وہ سکتہ کہتے ہیں اور اس کی صورت الٹا واؤ (،)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

دکھاتے ہیں ۔ یہ صورت ''کومے'' نے سر سید کے زمانے میں علی گڑھ میں اختیار کی تھی ، بعض اس کی نقل کرتے ہیں ، مگر میں اس بارے میں قدامت پرست ہوں ۔ لکھنے کا جہاں تک تعلق ہے وہ بہت کم ٹھیک جگہ پر لکھا جاتا ہے اور میں دیکھتا ہوں کہ دہلی کے چھاپے خانوں کا اب کچھ یہ دستور سا ہوگیا ہے کہ واؤ معروف کے سر پر یہی علامت یعنی اُلٹا واؤ بنا دیتے ہیں ؛ جیسے : آردو ۔ اسی کتاب قواعد اردو میں ایسا موجود ہے ؛ اس لیے میری رائے ہے کہ سکتے یا وقفے کو اسی پرانی شکل میں رہنے دیا جائے ۔

کولن کی ہمیں ضرورت نہیں ۔ اسی طرح سیمی کولن بھی غیر ضروری ہے کیوں کہ انگریزی میں جہاں سے یہ علامتیں لی گئی ہیں ، ان کا صحیح اور بجا استعمال کرنے والے انگریزی میں بھی سو میں پانچ سات ہی ہوتے ہیں ۔

کولن اور ڈیش کا استعمال اقتباس سے پہلے ضروری ہے ۔ اس سے واضح ہو جاتا ہے کہ یہ کلام صرف منقول ہے ۔

قوسین کا اب عام رواج ہو ہی گیا ہے ۔

ڈیش کی ضرورت بھی ایسی نہیں پائی جاتی کہ اسے اِملا کی علامتوں میں داخل کیا جائے ۔

واوین کی شکل اب تک اور ڈاکٹر صاحب کی زیر نظر کتاب تک یہ ہے : '' '' ۔ یہ علامت صاف کر دیتی ہے کہ جو کچھ اس علامت کے اندر ہے وہ صاحب تحریر کا نہیں بلکہ اور کسی کا قول ہے ۔ یہاں تک تو یہ علامت کارآمد رہی ؛ لیکن کبھی اقتباس اندر اقتباس ہوتا ہے ، اس لیے میری تجویز ہے کہ اندرونی اقتباس کو اکہری واوین میں لکھا جائے (' ') ۔

ہایفن کو زنجیرہ کہا گیا اور اس کی یہ شکل بنائی گئی ۔ سے یہ عجیب لہریا ہے اور اس کی ضرورت بھی نہیں پڑتی ۔ ہمارا اصول خذ ماصفا ہونا چاہیے ۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اب سوال صرف ختم جملہ کی علامت کا باقی رہتا ہے۔ جیسا کہ دیکھا ہوگا دونوں نقشوں میں یہ علامت اس شکل کی ہے :۔ چار نقطے بنا کر ان کو دو عمودی خطوں سے آپس میں ملا دینا ، یہ محض طول عمل ہے۔ ڈاکٹر صاحب موصوف اس کے لیے چھوٹے ڈیش یا اصلی انگریزی ہائفن کی شکل قرار دیتے ہیں۔ یہ شکل اول تو بہت خفیف ہے اور دوسرے یہی علامت ذرا بڑی ہوکر اور علامتوں میں بھی موجود ہے اس لیے میری تجویز ہے کہ ختم جملہ کی علامت :۔ + قرار دی جائے۔

(کیفیہ : ص ۳۴۴ تا ص ۳۵۰)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

آردو اعراب پر دارالترجمہ حیدرآباد کی تجاویز

ڈاکٹر عبدالستار صدیقی (ایم اے ، پی ایچ ڈی)*

اُردو ، رسمِ خط میں اصلاح :

آردو رسم خط کی اصلاح کے متعلق متعدد مضامین اردو کے مختلف رسالوں میں شائع ہوئے ۔ کافی بحث ہونے کے بعد ایک مجلس حیدرآباد میں امور بحث طلب کے فیصلے کے لیے منعقد ہوئی ؛ جس میں اصحاب ذیل شریک تھے ۔

ڈاکٹر عبدالستار صاحب صدیقی ، ایم ۔ اے ، پی ایچ ۔ ڈی پرنسپل عثمانیہ کالج ، مولوی عنایت اللہ صاحب بی اے ناظم دارالترجمہ ، مولوی سید ہاشمی صاحب رکن دارالترجمہ ، مولوی وحیدالدین صاحب سلیم پروفیسر عثمانیہ کالج ، مولوی سید احمد علی صاحب ناظر تعلیمات ضلع ناندیر ، مولوی سجاد مرزا صاحب بی اے (کینٹب) پرنسپل مدرسہ فوقانیہ عثمانیہ اورنگ‌آباد ، عبدالحق ۔

بعض صاحب بوجہ بعد اور بعض اس وجہ سے کہ تاریخ جلسہ عید کے متصل تھی ، شریک جلسہ نہ ہو سکے ۔ ان میں سے بعض صاحبوں نے

---

* اس وقت پرنسپل عثمانیہ کالج حیدرآباد (دکن) ۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

بذریعہ تحریر اپنی رائے بھیج دی یا جن خیالات کا اظہار وہ اپنے مضامین میں فرما چکے تھے ، ان کا حوالہ دے دیا ۔ ڈاکٹر عبدالستار صاحب صدیقی نے جو تجاویز جلسے میں پیش کیں وہ ارکان مجلس نے تقریباً سب منظور کر لیں جو اس مضمون کے پڑھنے سے واضح ہونگی ۔ ڈاکٹر صاحب نے ان تجاویز میں اُردو ٹائپ کی مشکلات کو پیش نظر رکھا ہے اور ان کا مقصد یہ ہے کہ جہاں تک ممکن ہو اس میں سہولت پیدا کی جائے ؛ مثلاً : انہوں نے اعراب بجائے حروف صحیح کے حروف علت پر رکھے ہیں ؛ یعنی ٹائپ میں و اور ی مع اعراب رہیں گے ، جہاں ضرورت ہوگی لگا دیے جائیں گے ۔ اگر برخلاف اس کے مروجہ طریقہ پر عمل کیا جائے تو تمام حروف مع ان اعراب کے الگ بنانے پڑیں گے اور اس سے ٹائپ میں جو دقت بڑھ جائے گی وہ ظاہر ہے ۔ امید ہے کہ جو صاحب اس مضمون کو مطالعہ فرمائیں گے وہ اس اصول کو مدنظر رکھیں گے ۔

علاوہ اس کے ارکان مجلس نے بالاتفاق اوقاف کے لیے مفصلۂ ذیل علامات اور اسما مقرر کیے :

انگریزی نام			اردو نام	علامت
فل اسٹاپ	(. Full Stop)	کے لیے	وقفہ	۔
کولن	(: Colon)	”	نیم وقفہ	:
سیمی کولن	(; Semi-Colon)	”	رابطہ	؛
کاما	(, Comma)	”	سکتہ	،
اِنورٹڈ کاماز	(“ ” Inverted commas)	”	واوین	” “ (عبارت کے اوپر)
نوٹ آف اِنٹیروگیشن	(? Note of Interrogation)	”	سوالیہ	؟
نوٹ آف انٹرجیکشن	(! Note of Interjection)	”	ندائیہ	!
برے کیٹس	( ) (Brackets)	”	قوسین	( )
	(...... Dots)	”	نقطے	.....

املا کے متعلق بعض امور کسی دوسرے جلسے میں فیصلے کے لیے پیش ہوں گے ۔ (ایڈیٹر ، رسالہ اردو)

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

اردو تحریر میں دو قسم کی خرابی ہے : (۱) ایک حروف صحیح سے (۲) دوسری حروف علت سے متعلق ۔

(۱) اردو کی الف بے میں کئی حرفوں کی آواز ایک ہے ؛ جیسے ا اور ع کی آواز ایک ہی ہے ۔ اسی طرح ت اور ط کی ، ث ، س اور ص کی ، ح اور ہ کی ، ذ ، ز ، ض اور ظ کی آواز ایک ہے ۔ اردو کی ضرورت کے لیے صرف ا ، ت ، س ، ہ اور ز کاف ہیں اور باقی حرف (ع ، ط ، ث ، ص ، ذ ، ض اور ظ) بے ضرورت ہیں اور اسی لیے یہ حرف صرف عربی لفظوں کے لکھنے میں کام آتے ہیں ۔ ان حرفوں کے وجود سے لکھنے والے کو تکلف ہوتا ہے لیکن لکھی ہوئی عبارت کے پڑھنے میں کوئی دقت نہیں ہوتی ۔ پس اس وقت ان ٹھیٹ عربی حرفوں کو میں خارج از بحث تصور کرتا ہوں اور اپنی تقریر کو دوسری قسم کی خرابی کے رفع کرنے کی تجویزوں تک محدود رکھتا ہوں ۔

(۲) اردو کی الف بے میں حرف علت کم ہیں اس لیے (الف) ایک حرف علت کئی آوازوں کے لیے لکھا جاتا ہے اور (ب) خفیف علت کے نشان یعنی اعراب لکھے ہی نہیں جاتے ۔ نتیجہ یہ ہے کہ ساری تحریر میں تلبیس پیدا ہوگئی ہے اور پڑھنے والے کو عبارت صحیح پڑھنے میں مشکل سے کامیابی ہوتی ہے اور اسی لیے رسم خط میں اصلاح کی ضرورت لاحق ہے ۔

اصلاح کا مقصود

(۱) موجودہ کتابت کے اِلتباس کو دور کرنا ؛

(۲) التباس کے دور کرنے کو ایسی علامتیں یا نشان مقرر کیے جائیں جو نامانوس نہ ہوں ؛

(۳) رسم خط کے مقرر کرنے میں یہ لحاظ رکھا جائے کہ ٹھپے کے چھاپے کے لیے جہاں تک ہو سکے آسانیاں پیدا ہوں ؛

(۴) جہاں تک ہو سکے حرفوں کو اعراب (یعنی زبر ، زیر ، پیش) سے مستغنی کرنا ۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اصلاح کی تدبیریں

(۱) جہاں تک ہو سکے ہر لفظ الگ الگ لکھا جائے۔ کئی لفظوں کو ملا کر لکھنے سے چھپائی میں بھی دقت ہوتی ہے اور پڑھنے میں بھی ''آپنے''، ''تمنے''، ''مینے''، ''آپکیخدمتمیں''، ''عرفانعلیخانصاحب''، ''ہادیعلیبیگصاحب''، ''جسدن''، ''جسکو''، ''آسیدن''، ''مجھسے''، ''نکیجئیگا''، ''نجائیگا''، کو اسی طرح غلط سمجھنا چاہیے؛ جیسے: عربی میں ''سوفتعلمون'' غلط سمجھا جاتا ہے۔ صحیح صورتیں یہ ہوں گی: ''آپ نے''، ''تم نے''، ''میں نے''، ''آپ کی خدمت میں''، ''عرفان علی خاں صاحب''، ''ہادی علی بیگ صاحب''، ''جس دن''، ''جس کو''، ''اسی دن''، ''مجھ سے''، ''نہ کیجیے گا''، ''نہ جائے گا''، ''سَوفَ تعلَمُون''، اسی طرح ''کان پور''، ''ناگ پور''، ''بھرت پور''، ''اودے پور''، ''جے پور''، ''شاہ جہاں پور''، ''فرخ نگر'' وغیرہ لکھنا چاہیے۔ اگر اس قاعدے پر پابندی کے ساتھ عمل کیا جائے تو ٹھپے کے چھاپے کے لیے حرف جوڑنے میں بڑی آسانی ہو جائے گی۔ دوسرے یہ کہ بہت سے حروف اعراب سے مستغنی ہو جائیں گے۔

(۲) ہر لفظ کا اخیر حرف اُردو میں ساکن ہوتا ہے۔ اس لیے اس پر جزم لگانے کی ضرورت نہیں۔

(۳) سوا لفظ کے اخیر حرف کے جس حرف صحیح پر کوئی علامت یا اعراب نہ ہو اسے عموماً مفتوح پڑھنا چاہیے۔

(۴) لفظ کے اخیر کے سوا جو حرف صحیح ساکن ہو اس پر جزم کا نشان ضرور لگانا چاہیے۔ البتہ اردو فعل کے مادے میں جو ایسے حرف آئیں ان کو جزم لگائے بغیر چھوڑ دینے میں کوئی حرج نہیں؛ جیسے: کھیلنا، کاٹنا، جھپٹتا ہے، لپکتا تھا وغیرہ میں اگر ل، ٹ، ک پر جزم نہ ہو تو بھی ان کے پڑھنے میں کوئی دقت نہ ہوگی۔ یہی حال ان اردو لفظوں کا ہے جو بہت عام ہیں؛ جیسے: اپنا دوسری، پانچواں وغیرہ۔

(۵) ہر مُشدّد حرف پر تشدید کا نشان ضرور لگانا چاہیے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(۶) جب ا مضموم یا مکسور ہو اور اس کے بعد کا حرف، حرف صحیح ہو تو ا پر اعراب ضرور لگانا چاہیے؛ جیسے: اِس، اُس، اِدھر، اُدھر۔

(۷) اُردو میں اگر ا یا و کے بعد ہمزہ آئے تو اُس ہمزہ کے لیے کوئی شوشہ نہ بنایا جائے بلکہ ا کے بعد ہی اُس کے برابر ہمزہ لکھا جائے؛ جیسے: آ ءِ ی، آ ءِ ے، کو ءِ ی، بھا ءِ ی، جا ءِ ے، لا ءِ ے، سو ءِ ے، کھو ءِ ے وغیرہ۔

(۸) دو لفظوں کے درمیان مناسب فاصلہ دیا جائے۔

(۹) جو مرکب لفظ دو یا تین لفظوں سے مل کر بنے ہوں ان کے اجزا الگ الگ لکھے جائیں لیکن ان کے درمیان فاصلہ نہ دیا جائے: جیسے: پن گھٹ، پون چکی، دل کش، دل چسپ وغیرہ (مگر دلُ میں دل پر) البتہ جو دو لفظ ایک دوسرے کے ساتھ ایسے وصل ہوتے ہیں کہ کوئی آواز جاتی ہی رہتی ہے وہ ملا کر لکھے جائیں گے؛ جیسے: دلا رام، دلا زار، سیلاب وغیرہ۔

(۱۰) فارسی اِضافت کے کسرے کو ہمیشہ تحریر میں لانا چاہیے۔
یہ جو دس قاعدے بیان ہوئے، تھوڑے سے اہتمام سے ان پر آسانی سے عمل ہو سکتا ہے اور ان میں کوئی ایسی نئی بات نہیں جو نامانوس ہو۔ اب صرف و اور ی کی کتابت کا معاملہ باقی ہے جو نہایت اہم ہے۔ اس کے لیے یہ گیارھواں قاعدہ میں نے تجویز کیا ہے۔

(۱۱) و اور ی کی مختلف آوازوں کے لیے صورتیں بھی مختلف ہوں اور وہی ہمیشہ استعمال کی جائیں۔ لوہے کے چھاپے کے لیے ان میں سے ہر صورت کا ایک الگ ٹھپا ڈھال لیا جائے۔

و اور ی جب حرف علت ہوں تو ان کی چار چار آوازیں ہوتی ہیں اور جب حرف صحیح ہوں تو ایک ایک آواز یعنی واو کی کل پانچ آوازیں ہوئیں اور اتنی ہی ی کی، مگر یہ یاد رہے کہ ی کی تین آوازوں میں سے ہر آواز کے لیے دو صورتیں اس وجہ سے ہو جاتی ہیں کہ ی لفظ کے آخر میں پوری لکھی جاتی ہے اور بیچ میں ہو تو ایک شوشے اور نقطوں سے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ظاہر کی جاتی ہے ۔ پس و اور ی کی سب ملا کر تیرہ صورتیں ہوتی ہیں ، جن کے لیے حسب ذیل حرفوں کا مقرر کرنا مناسب ہو گا :۔

حرف علت :

واو

مجہول و : چور ، شور ، سور ، ڈھول ، چکور ، لاءو ، جاءو ، پاو بیر آٹا ، تاو ، ناو ۔

معروف وُ : دُور ، نُور ، پھُول ، جھُول ، دھُول ، جھاڑُو ، کہاءُو ، اُڑاءُو ۔

ماقبل مفتوح وْ : جوْ ، سوْ ، نوْ ، جوْر ، طوْر ، دھوْل دھپا ، کھوْلتا پانی

مخلوط اور معدولہ وٚ : خوٚاب ، خوٚابر ، درخوٚاست ، خوٚاہش ، خوٚاجہ ، خوٚد ، خوٚش ، خوٚیش ۔

تشریح :۔ (۱) مجہول کے لیے کوئی نئی علامت مقرر نہیں کی گئی ۔

(۲) معروف کے لیے آلٹا پیش دیا گیا ہے : جیسے : مضمّہ کی ہ پر عموماً دیا جاتا ہے ۔

(۳) ماقبل مفتوح کے لیے سیدھا جزم اوپر لگایا گیا ہے۔

(۴) مخلوط یعنی جس واو کے بعد ا یا ی آئے اس پر الٹا جزم لگایا گیا ہے ۔ معدول واو کے لیے کسی اور نشان کی ضرورت نہیں سمجھی گئی ۔ مخلوط اور معدول واو اِنے گنے فارسی لفظوں میں آتا ہے اور ان میں سے ہر لفظ خ سے شروع ہوتا ہے۔

فائدہ :۔ الف ممدودہ یا یائے ممدودہ کے بعد اگر و (مجہول) آئے تو اس کی آواز پوری نہ رہے گی : جیسے : تاو ، پاو ، ناو ، گھاو

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

پڑاو (ایسی صورت میں ء کی ضرورت نہیں) اسی طرح سیو، دیو وغیرہ۔ مگر جب لفظ کا ایک ٹکڑا الف ممدودہ پر یا یائے ممدودہ پر ختم ہو جائے تو ء کا لکھنا ضروری ہے؛ جیسے: آءو، جاءو، وغیرہ۔

یائے	آخر میں	بیچ میں	
مجہول	ے	ـیـ	: کے، سے، بٹیر، سیر (وزن)، شیر، بیر بھیر۔
معروف	ی	ـیـ	: کی، پانی، پیر، تیر، شیر (دودھ)، کھیر، بھیڑ (مجمع)۔
ماقبل مفتوح ی		ـیـ	: بی، شی، می؛ شیخ، سیر، میل، سیلاب۔
مخلوط		ـیـ	: پیاس، پیارا؛ تیوری، کیوں، جیوں تیوں۔

تشریح:- (۱) مجہول کے لیے کوئی نئی علامت مقرر نہیں کی گئی۔

(۲) معروف کے لیے دونوں نقطوں کے بیچ میں نیچے کی طرف ایک شوشہ بڑھایا گیا ہے: جیسے: خوش نویس محض خوب صورتی کے لیے یے کے نقطوں کے نیچے لگاتے ہیں۔ پس کوئی نامانوس چیز نہیں ہے۔

(۳) ماقبل مفتوح اور مخلوط کے لیے سیدھا اور اُلٹا جزم اوپر لگایا گیا ہے۔

(۴) آخر میں یے کی تین صورتیں (ی، ے اور ی) استعمال ہی ہوتی ہیں ان کی محض پابندی مقصود ہے، کوئی نئی تجویز اس امر میں پیش نہیں ہے۔

فائدہ:- الف ممدودہ یا واو ممدودہ کے بعد اگر ے (مجہول) آئے تو اُس کی آواز پوری نہ رہے گی؛ جیسے: چائے، رائے، گائے، نائے، علمائے کرام، اُردوئے معلی، بوئے گل (ایسی صورت

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

میں ء کی ضرورت نہیں) مگر جب لفظ کا ایک ٹکڑا الف ممدودہ یا واو ممدودہ پر ختم ہو جائے تو ء کا لکھنا ضروری ہے؛ جیسے: آءے ، جاءے ، جاءیے ، کھوءے ، کھوءیے وغیرہ۔

حرف صحیح:

واو صحیح : و : کواڑ ، جواب ، ثواب ، وارث ، وہ۔

یاے صحیح : یٖ: کیا ، دیا ، یاد ، یار ، خیال ، یہ۔

نون غنّہ :	ں ، نٖ : کہاں ، یہاں ، ہنسنا ، پھنس گیا	یہ بھی وہی پرانی باتیں ہیں۔ بس ان پرعمل پابندی کے ساتھ ہو۔
ہاے ملفوظ :	ہ ، ہہ : بیاہ ، نباہ ، چاہ ، راہ ، کلاہ ، سیہ بخت	
ہاے مخلوط :	ھ : بھاو ، کھاو ، پھیر ، دھاوا ، کڑھائی	
ہاے مختفی :	ہ ، ہ : پردہ ، زردہ ، بندہ ، مورچہ ، درجہ۔	

عام طور پر تمام کتابوں کی اور اخباروں وغیرہ کی چھپائی میں اوپر کے گیارہ قاعدوں کی پابندی کی جائے تو کافی ہے۔

البتہ جو کتابیں مبتدیوں کے لیے ہوں یا جو لغت کے فن پر ہوں اُن میں اِن قاعدوں کی پابندی کے علاوہ حسّاں جہاں ضرورت ہو ، زیر اور پیش کا نشان بھی لگایا جائے۔

واو اور یے کی مختلف آوازوں کے لیے الگ الگ حرفوں کے مقرر کر لینے کا ایک بڑا فائدہ یہ ہے کہ ان سے قبل جو حرف آئیں وہ اعراب سے مستغنی ہو جاتے ہیں؛ جیسے ''وہ بھی کبھی جرءت ، کبھی سودا ، کبھی میر کے انداز میں غزل لکھتے تھے مگر اخیر میں خواجہ میر درد کی طرز میں آگئے تھے''۔ اس عبارت میں ''بھی'' کا لفظ اس لیے اعراب سے مستغنی ہوا کہ یے کی جو شکل لکھی گئی ہے وہ معروف ہے اور اس سے پہلے کا حرف اس کے ساتھ ملاکر پڑھا جائے گا۔ یہی حال ''کے''، ''تھے''، ''کی'' کا ہے۔ ''کبھی'' پر اعراب کی اس لیے ضرورت نہیں کہ ک مفتوح ہے اور بھ کا حرف علت ی ہے جس کا معروف ہونا اس کی شکل سے ظاہر ہے۔ ''سودا'' میں س کو و اور د کو ا اعراب سے مستغنی کرتا ہے۔ ''میر'' کے دونوں حرف صحیح اس لیے اعراب کو نہیں چاہتے کہ پہلے کے بعد حرف علت مشکل ہے اور دوسرا ، لفظ کا اخیر حرف اور اس لیے ساکن اور جزم کے نشان سے مستغنی ہے۔ اب ذیل کی عبارتوں کو لو:-

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

۱ - آء و چلیں ، شب ہو ، کی بھینی خوش بو کو سونگھیں ؛ تم بھی سونگھو ، میں بھی سونگھوں ۔

۲ - بے چارے غریب آدمی کے لیے جو کی سوکھی روٹی پلاؤ زردے کا حکم رکھتی ہے ۔

۳ - حمید نے تھوڑی سی سیر کی تھی ، اس میں نو سو سیر جو پیدا ہوا ، سارے گھر نے پورے سال بھر خوب پیٹ بھر کے کھایا اور بیس روپئے کا غلہ بیچ لیا سو الگ ۔ جو میں تو اتنا فائدہ ہوا مگر جوار میں اس بچارے نے بوئی تھی ساری کی ساری پانی میں گل گئی کہ دوسری فصل میں بیج ڈالنے تک کو ایک دانہ میسر نہ آیا ۔

۴ - وہ صبح کو آئے تو کروں باتوں میں دوپہر
اور چاہوں کہ دن تھوڑا سا ڈھل جائے تو اچھا (ذوق)

(۱) تُم ۔ (۲) پُلاؤ ، حُکم ۔ (۳) رُپئے ، لیا ، فائدہ ، بچارے ، مُیسّر ۔ (۴) صُبح ، دن ۔ ۲ ، ۱ ، میں یہ دس لفظ ہیں جن میں صرف ایک ایک حرف اعراب کے نشان کا محتاج رہا ، باقی تمام حروف ان گیارہ قاعدوں کی پابندی سے کسی مزید اعراب کے محتاج نہیں رہے ۔

بے اعراب کی معمولی چھپی ہوئی عبارت	اعراب والی عبارت مبتدیوں کے پڑھنے کے لیے
بھائی ، جس دن تم کو خط بھیجا تیسرے دن ہردیو سنگھ کی عرضی اور پچیس روپئے کی رسید اور پان سو کی ہنڈوی پہنچی ۔ تم سمجھے بابو صاحب نے پچیس روپئے ہردیو سنگھ کو دیے اور مجھ سے مجرا نہ لیے ۔ بہ ہر حال ہنڈوی بارہ	بھائی ! جس دن تُم کو خط بھیجا ، تیسرے دن ہردیو سنگھ کی عرضی اور پچیس روپئے کی رسید اور پان سو کی ہنڈوی پہنچی ۔ تُم سمجھے بابُو صاحب نے پچیس روپئے ہردیو سنگھ کو دیے اور مجھ سے مُجرا نہ لیے ۔ بہ ہر حال ہنڈوی بارہ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

دن کی میعادی تپی ، چھبے دن
گزر گئے تھے ، چھبے دن باقی تھے
مجھ کو صبر کہاں ؟ ستی کاٹ کر
روپئے لے لیے ، قرض متفرق سب
ادا ہوا : بہت سبک دوش ہوگیا ۔
آج میرے پاس معللعہ نقد بکس
میں اور چار بوتل شراب اور تین
شیشے گلاب کے توشہ خانے میں
موجود ہیں ۔ الحمدُ للہ علیٰ اِحسانہ۔
بھائی صاحب آگئے ہوں تو میر
قاسم علی خاں کا خط ان کو
دے دو اور میرا سلام کہو اور
پھر مجھ کو لکھو تا کہ میں ان کو
خط لکھوں بابو صاحب بھرت پور
آ جائیں تو آپ کابلی نہ کیجیے گا
اور آن کے پاس جائیے گا کہ وہ
تمہارے جو یائے دیدار ہیں ۔

غالب (اُردوے مُعلّیٰ)

دن کی میعادی تپی ، چھبے دن
گُزر گئے تھے ، چھبے دن باقی تھے،
مجھے صبر کہاں ؟ ستّی کاٹ کر
روپئے لے لیے ۔ قرض مُتفرق سب
ادا ہُوا ؛ بہت سُبک دوش ہوگیا ۔
آج میرے پاس معللعہ نقد بکس
میں اور چار بوتل شراب اور تین
شیشے گُلاب توشہ خانے میں
موجود ہیں ۔ الحمدُ للہ علیٰ اِحسانہ ۔
بھائی صاحب آگئے ہوں تو میر
قاسم علی خاں کا خط آن کو
دے دو اور میرا سلام کہو اور
پھر مجھ کو لکھو تا کہ میں اُن کو
خط لکھوں ۔ بابو صاحب بھرت پور
آ جائیں تو آپ کابلی نہ کیجیے گا
اور آن کے پاس جائیے گا کہ وہ
تمھارے جو یائے دیدار ہیں ۔

غالب (اُردوے مُعلّیٰ)

بے اعراب کی عبارت

ہنوز اِک پر تو نقش خیال یار باقی ہے
دل افسردہ گویا حجرہ ہے یوسف کے زنداں کا ۔ (غالب)

محرم نہیں ہے تو ، ہی نوا ہاے راز کا
یاں ، ورنہ ، جو حجاب ہے پردہ ہے ساز کا ۔ (غالب)

منہ تکا ہی کرے ہے جس تس کا
حیرتی ہے یہ آئنہ کس کا ؟ (میر)

عشق برے ہی خیال پڑا ہے ، چین گیا ، آرام گیا
جی کا جانا ٹھہر گیا ہے : صبح گیا یا شام گیا ۔ (میر)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اعـراب والی عبـارت

ہنـوز اِک پرتوِ نقشِ خیـالِ یـار باقی ہے
دلِ افسُردہ گویا حُجرہ ہے یوسُف کے زِنداں کا (غالب)

محـرم نہیں ہے تـو ، ہی نوا ہائے راز کا
یـاں ، ورنـہ ، جو حِجـاب ہے پردہ ہے سـاز کا (غالب)

مُنہ تکا ہی کرے ہے جِس تِس کا ؛
حیرتی ہے یـہ آئنہ کِس کا ؟ (میر)

عِشق بُرے ہی خیال پڑا ہے ، چین گیا ، آرام گیا
جی کا جانا ٹھہر گیا ہے صُبح گیا یـا شـام گیا (میر)

اوپر کی عبارت دو طرح پر لکھی گئی ہے : پورے اعراب کے ساتھ بھی اور ادھورے اعراب کے ساتھ بھی، اس سے یہ بات اچھی طرح واضح ہوگئی کہ جو قاعدے کتابت کے بیان ہو چکے ہیں ان پر عمل کیا جائے تو بہت تھوڑے نشان لگانے سے عبارت کی تشکیل ہو جاتی ہے یعنی تلبیس نہیں رہتی اور چوں کـہ اعـراب بہت گھٹ گئے ہیں اور واو ، یے وغیرہ حرفوں کی مختلف آوازوں میں سے ہر ایک نے ایک مستقل حرف کی صورت اختیار کر کے اپنے ماقبل حرف کو اعـراب سے مستغنی کر دیا ہے اور پھر امکان بھر ایک ایک لفظ الگ لکھا گیا ہے اس لیے لوہے کے چھانٹے میں بھی کاحقہ آسانی ہوگی ۔

آخـر میں مجھے اتنا عـرض کرنا ہے کہ بعض لفـظ ضرور ایسے ہیں جن کو ہم مجـوزہ قاعدوں کے مطابـق نہیں لکھ سکتے ۔ جیسے : "ہونا" کا ماضی مطلق "ہؤا" ، "ہوئی" اگر ان دونوں لفظوں کو قاعـدے کے مطابق لکھیے تو یوں ہوں گے : "ہـوا" ، "ہـئی" یہ مروج شکل سے بہت دور پڑ جاتے ہیں اور سـچ پوچھو تو صوت کے لحـاظ سے بھی کچھ زیادہ ٹھیک نہیں ۔ پس اس خاص صورت میں کہ ہم کو ایک ایسی آواز کو کتابت میں لانا ہے ، جو و اور ہ کے بین بین ہے ، بہتر یہ معلوم ہوتا ہے کہ کتابت یوں کی جائے : "ہوءا" ، "ہوءی" ۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اسی طرح بعضے لفظوں میں ''و'' لکھا جائے مگر اس کی آواز خفیف ہوگی : جیسے : ''کان پور'' اس کا فصیح تلفظ ''کان پُر'' ہے ۔ پس ایسی صورتوں میں بہتر یہی ہے کہ لفظ کی اصل کا لحاظ کر کے اس کی کتابت کی جائے ۔ یعنی : ''کان پور'' ، ''شاہ جہاں پور'' گو کہ اس کا تلفظ '' ـــــ پُر '' کیا جائے ۔

نستعلیق ٹھپّے کے بنانے میں جو دقتیں ہیں ، اُن کا جو حل میرے ذہن میں ہے ، آگے میں کسی دوسرے موقعے پر بیان کروں گا ۔

(اردو ، اکتوبر ۱۹۲۳ء)

☆ ☆ ☆

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اصلاح رسم الخط[1]

مولوی سید ہاشمی صاحب فریدآبادی

اردو املا پر انجمن ترقی اُردو (ہند) کی تجاویز

اس میں تو مطلق شبہ نہیں کہ ہندوستان کے ہر حصے میں آردو زبان نہ صرف سمجھی جاتی ہے بلکہ بولی بھی جاتی ہے اور ہندوستان کے باہر جہاں کہیں اہل ہند کاروبار کی ضرورتوں سے جا کر بسے ہیں ، وہ اسی زبان سے کام لیتے ہیں ؛ لیکن تقریر سے بڑھ کر اب زمانہ تحریر کا اور عام تعلیم کا آگیا ہے اور اس بات کی سخت ضرورت ہے کہ ہم اردو کی تعلیم و تعلم اور اس کی طباعت میں ایسی آسانیاں پیدا کریں کہ غیر زبان والوں میں بھی اسے خوب رواج دیا جا سکے ۔ اردو کے دوسرے بہی خواہوں کی طرح ، انجمن ترقی اردو ان مسائل پر ایک مدت سے غور و بحث کرتی رہی ہے اور اس نے طرزِ تعلیم و تحریر میں بعض اصلاحات بھی کی ہیں جن کو عموماً پسند کیا گیا ؛ لیکن یہ جزئی اصلاحات ہیں اور جو حضرات ، اردو کو لوہے کے ٹائپ میں چھاپنے کے شد و مد سے حامی ہیں، وہ ہمارے رسم خط میں اور زیادہ تبدیلیوں کا تقاضا کرتے رہتے ہیں ۔ انھی تقاضوں کی بنا پر کاتب الحروف نے گزشتہ سال چند تجاویز مرتب کی تھیں جن کو چھاپ کر خاص خاص اہل الرائے کی خدمت میں بھیجا گیا

۱۔ مقالے میں ہر جگہ رسم الخط سے مراد اسلائی نظام ہے ۔ (مرتب)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اور انجمن کے دفتر دہلی میں اسی مجلس ماہرین کا ایک جلسہ بہ تاریخ ۲۲- مارچ ۱۹۴۳ء منعقد ہوا - ذیل میں پہلے ابتدائی تجاویز کی نقل پھر مجلس کی روداد پیش کی جاتی ہے اور آخر میں وہ قراردادیں درج ہیں جو کل ہند اردو کانفرنس ، ناگ پور میں مجلس اصلاح رسم خط نے منظور کیں -

ناظرین رسالہ اردو سے درخواست ہے کہ وہ اس تمام کارروائی کو بہ غور مطالعہ فرمائیں اور مناسب ہو تو اپنی رائے اور مشورے سے استفادے کا موقع دیں - یہ مسئلہ زبان اردو کی تراویج و اشاعت کے حق میں بڑی اہمیت رکھتا ہے - انجمن ترقی اردو چاہتی ہے کہ منظور شدہ اصلاحات کو اپنی مطبوعات میں اختیار کر لے اور ملک میں عام طور پر انہیں رواج دینے کی کوشش کرے -

۱ - ابتدائی تجاویز

رسم خط کے متعلق چند تجاویز

(۱)

۱- ہماری تحریر میں بعض حروف منفصل اور بعض متصل ہیں ؛ لہٰذا تحریر یکساں قاعدے کے تحت میں نہیں ہوتی - حرف منفصل کے بیچ میں آ جانے سے لفظ ٹوٹ جاتا ہے اور بعض صورتوں میں :-

(۱) ایک رکن کے حرف اپنے اصلی جوڑ سے جدا بلکہ دوسرے رکن سے مل کر آتے ہیں ؛ جیسے :

کریم ، قرینہ ، کھرچنا ، کہ ان تینوں میں وسطی رکن کا ایک حرف ایک طرف اور دوسرا ، دوسرے رکن کے ساتھ لکھا جاتا ہے -

(۲) اس خلط مبحث کی سب سے بدتر صورت وہاں پیدا ہوتی ہے جب کہ حروف منفصل مخلوط بھی ہوں یعنی :-

دھ ، ڈھ ، ڑھ اور الفاظ کے بیچ میں آئیں جیسے :- سدھنا ، پڑھنا وغیرہ جن میں دو چشمی ہ نہ حرف اپنے رکن بلکہ اصل حرف سے جدا لکھی جاتی ہے -

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

۲۔ علامات مصدر ، مفعول و مستقبل وغیرہ ملا کر لکھا جاتا ہے اور حروف متصل ہوں تو مرکب الفاظ بھی ملا کر لکھ دیے جاتے ہیں ؛ جیسے :۔ جھینکنا ، پٹپانا ، چھچلتا ، سمجھیگا اور (ب) ستوتی ، ربیر ، بیصبر ، بمعصر وغیرہ ۔

۳ ۔ (ا) ہم آواز حروف عربی عام بندی تلفظ میں ادا نہیں ہوتے اور ان کے لکھنے میں اکثر غلطیاں ہوتی ہیں ۔

(ب) عربی کے بعض مرکب الفاظ خصوصاً حروف شمسی کا الف لام لکھا جاتا ہے مگر تلفظ میں نہیں آتا اور معمولی خواندہ لوگ ان کے پڑھنے میں غلطی کرتے ہیں ۔

(ج) 'ی' اور 'و' کی تین آوازیں آتی ہیں مگر ان کے اعراب ابھی مسلم نہیں ہوتے ہیں ۔

(د) بعض اور مخلوط حروف بھی زبان میں آتے ہیں جن کی تحریر کے لیے کوئی عام قاعدہ نہیں بنا ہے ۔

---

(۲)

صحت تحریر پہز ٹائپ بنانے کی سہولت کے لحاظ سے میری تجویز یہ ہے کہ : اول تو :

(ا) خواندگی کی ابتدائی کتابوں میں لفظ کے ہر رکن کو علاحدہ لکھا جائے اور ؛

(ب) دوسرے یہ ہے کہ حروف متصل کو بے قید تعداد ملا کر نہ لکھا جائے بلکہ اس عمل کو چار حروف تک محدود کر دیا جائے یعنی کسی ایک لفظ میں چار سے زیادہ حروف ملا کر نہ لکھے جائیں (مگر مشدد اور غنہ یا مخلوط ہای آواز والے ایک حرف شمار ہوں گے) ۔

اس تجویز کے مطابق ابتدائی کتابوں میں ؛ مثلاً : لفظ 'مصیبت' کی املا 'م صی بت' اور عام تحریر میں 'مصی بت' ہوگی ۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(۲) دوسرا ایک ضروری قاعدہ یہ بنانا چاہیے کہ کسی رُکن کا ایک حرف لفظ کے ایک جز میں اور دوسرا جدا گانہ دوسرے جز میں ملا کر نہ لکھا جائے ؛ جیسے :۔ آجکل ، گھرکنا ، قرینہ وغیرہ الفاظ میں ملا دیا جاتا ہے ۔ اگرچہ ہم اس کے عادی ہوگئے ہیں لیکن حقیقت میں یہ بالکل بے اصولی کی بات ہے اور مبتدی اور کم علم لوگوں کو اردو عبارت کے صحیح پڑھنے میں اس سے بڑی دشواری پیش آتی ہے ۔ میں تو یہاں تک سفارش کرتا ہوں کہ ایک رُکن کے حروف کو دوسرے رُکن کے ساتھ بالکل نہ ملایا جائے ؛ لیکن چوں کہ ہم کسی بڑے تغیر سے بھی بچنا چاہتے ہیں ، لہٰذا اس تجویز پر قناعت کی کہ ایک رُکن کے حرفوں کو دو مختلف رُکنوں کے ساتھ الگ الگ نہ ملایا جائے ، صرف ایک اور رُکن کے ساتھ ملا کر لکھنا جائز رکھا جائے یعنی گُھرکنا اور قرینہ کو موجودہ املا کی بجائے اس طرح لکھا جائے :۔ 'گھرک نا' ، 'قری نہ' ۔

(ب) جیسا کہ ہم نے اوپر لکھا ہے ۔ مخلوط حروف ہای دھ ، ڈھ ، ڑھ کے لکھنے میں اور بھی قباحت یہ پیش آتی ہے کہ خود حرف کا ایک جز (یعنی دو چشمی ہ) اپنے اصل سے جدا لکھا جاتا ہے ۔ لیکن دو چشمی ہ سے مخلوط حروف بنانے کا طریقہ اب اتنا عام ہوگیا ہے کہ اسے ترک کرنا دشوار ہوگا ۔ البتہ میرے خیال میں یہ مناسب ہے کہ ہم ان تین مخلوط حروف کے لکھنے میں تھوڑی سی تبدیلی کر دیں اور ان حروف میں بھی دو چشمی ہ کو اصل حرف سے ملا کر اس طرح تحریر کیا جائے :۔

ڑھ ، دھ ، ڈھ

خوش نویسی میں یہ صورت نئی نہیں ہے ۔ دوسرے جب ہم نے مان لیا ہے کہ یہ جدا گانہ مخلوط آواز کے حرف ہیں تو ان کی تحریر میں عربی فارسی قواعد کی پابندی لازمی نہیں سمجھنی چاہیے ۔ ہم نے اپنی ضرورت سے ب ، پ سے بھ ، پھ کی شکلیں ایجاد کر لی ہیں تو منفصل حروف مخلوط کی شکلوں میں بھی حسب ضرورت تصرف کر سکتے ہیں ۔

۳ ۔ علامات مصدر وغیرہ ہر قسم کے لاحقے اور سابقے جو اصل مادے میں یعنی عموماً صیغۂ امر پر اضافہ کیے جاتے ہیں ان کو ملا کر نہ لکھا جائے بلکہ جدا تحریر کیا جائے جیسے :۔ لکھ نا ، سنبھل نا ، بیٹھ کر وغیرہ ۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(ب) مرکب الفاظ کے اجزائے ترکیبی کو لازماً علاحدہ علاحدہ لکھا جائے جیسے :-

بل ونت ، کن کٹا ، بے دل وغیرہ

ضروری تاکید جب کہ ہم بعض صورتوں میں متصل حروف کو بھی الگ الگ لکھنے کی سفارش کر رہے ہیں ، الفاظ کو جگہ چھوڑ چھوڑ کر لکھنا پہلے سے بھی زیادہ ضروری ہو جائے گا۔ اس وقت بھی جو لوگ لفظوں کے درمیان کافی فصل نہیں چھوڑتے وہ غلطی کرتے ہیں ۔ کیوں کہ ہمارے یہاں لفظ کے ختم ہونے کی کوئی علامت مروج نہیں ہے اور نہ اسے ایزاد کرنے کی اب سفارش کی جاتی ہے لیکن قلمی تحریر میں ہر لفظ کو دوسرے سے الگ کر کے لکھنا چاہیے اور پتھر کے چھاپے میں پنجاب کی درسیات یعنی چار خانے کا سطر اور الفاظ کے درمیان لازماً ایک خانہ چھوڑنے کا طریقہ اختیار کرنا مناسب ہوگا۔ ٹائپ میں ہر لفظ کو فصل دے کر لکھنا نسبتہً سہل ہے اور اس پر عموماً عمل بھی کیا جاتا ہے ۔

۵- ہم آواز عربی حروف کی پانچ قسمیں ہیں :-

ا ـ ع
ت ـ ط
ث ـ س ـ ص
ح ـ ہ
ز ـ ذ ـ ض ـ ظ

ہندی لوگوں کا ان آوازوں کو الگ الگ ادا کرنا تکلف سے خالی نہیں ۔ خصوصاً تیسری قسم کی تین اور آخری قسم کی چار آوازوں کا علاحدہ تلفظ کوئی نہیں کرتا اور ان کی املا میں بھی غلطیاں واقع ہوتی ہیں ۔ دوسری طرف یہ بھی ظاہر ہے کہ ان حروف کے بہ کثرت الفاظ ہماری زبان میں رائج ہو چکے ہیں اور ان میں کوئی انقلابی اصلاح کی جائے تو ہمارے طلبہ کو پچھلی کتابوں سے استفادہ کرنا مشکل ہو جائے گا اور عربی فارسی تحریر سے دوری بھی اہل اردو خصوصاً مسلمانوں میں مقبول نہ ہوگی ۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ان تمام مصلحتوں کو پیش نظر رکھ کر میری تجویز یہ ہے کہ اردو میں ان پانچ قسموں کے صرف دو دو حرف سے کام لینا جائز قرار دیا جائے اور حروف ص ، ز ، ض کو قاعدۂ ابتدائی کے آخر میں بچوں کو پڑھا دیا جائے کہ وہ ان کی شکلوں سے نا آشنا نہ رہیں ۔

(ب) .اردو کی اسلا میں ص ، ض اور ز کو ترک کر کے ص کی بجائے س اور ز اور ض کی بجائے ذ اور ظ سے کام لیں ، ان کو مورد اعتراض نہ بنایا جائے ۔

ف ۱ ہم نے ز کو ترک کرنا اس لیے جائز قرار دیا ہے کہ اس شکل کے اردو میں چار حرف موجود ہیں اور ض کا صحیح تلفظ تو اردو داں کیا عربی داں حضرات میں بھی محل مناقشہ بنا ہوا ہے ؛ پھر ، اگر ہم ض کو چھوڑیں تو اس کی بہن ص کی بجائے بھی س سے کام لے سکتے ہیں ۔

ف ۲ اگرچہ صحیح مخرج کے اعتبار سے ز کی بجائے ظ اور ض کی بجائے ذ کا استعمال بہتر ہوتا ؛ لیکن صورت کی مناسبت سے لوگ غالباً ز کو ذ اور ض کو ظ سے بدلنا پسند کریں گے ۔

ف ۳ واضح رہے کہ ہم اس تبدیلی کو صرف جائز قرار دینے کی سفارش کرتے ہیں ؛ لازم کر دینے پر مصر نہیں ہیں ۔

۶ ۔ عربی حروف شمسی و قمری کا اردو میں فرق اٹھا دیا جائے اور مرکب الفاظ میں جب پہلے لفظ کے آخر فتحہ ہو تو الف لام کو ساکت نہ کیا جائے بلکہ جس طرح وہ قمری حروف سے مل کر ادا ہوتا ہے ، اسی طرح جملہ حروف سے مل کر ملفوظ ہو ؛ یعنی جس طرح اہل القمر میں بولا جاتا ہے ، اسی طرح اہل الشمس ، اہل الدین وغیرہ شمسی حروف سے ملا کر بھی بولا جائے ؛ یعنی (قاعدہ عربی کے مطابق) ا ، ل کو چھوڑ کر ملنے والے حرف کو مشدد نہ کیا جائے ۔

اکثر مستشرقین یورپ اسی قاعدے پر عمل کرتے ہیں تا کہ جو حروف تحریر میں آئیں ، وہ زبان سے بھی ادا ہوں ۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(ب) جب پہلے ترکیبی لفظ کے آخر میں فتحہ یا کسرہ ہو اور اسے دوسرے جز کے لام سے ملا کر پڑھا جائے اور الف ساکت ہو جیسے :- ابن اللہ ، بالفعل ، بالکل ، وغیرہ میں تو الف پر گول جزم بنا دیا جائے اور ایسے جزم کو ہر جگہ حرف کے غیر ملفوظ ہونے کی علامت قرار دیا جائے۔

واضح رہے کہ عربی تحریر میں حرف پر اعراب نہ ہونا اس کے ساکت ہونے کی علامت سمجھی جاتی ہے لیکن اردو میں بلا اعراب کا حرف مفتوح قرار دیا گیا ہے لہٰذا ہمیں ساکت حرف کے لیے الگ علامت بنانی چاہیے ؛ جیسا کہ اوپر تجویز کی گئی۔

۷۔ و اور ی کی تین آوازوں کو ادا کرنے کی انجمن ترقی اردو نے علامتیں تجویز کی ہیں لیکن میرے خیال میں ماقبل مفتوح اور معروف لکھنے کے جو قاعدے عربی اور فارسی اور اردو میں اب تک رائج رہے ، ان کو بدلنے کی ضرورت نہیں ہے ؛ البتہ ہمیں مجہول آواز کے لیے جو ہندی لب و لہجے کی خصوصیت ہے ، جداگانہ علامت بنا لینی چاہیے۔ اس کے لیے ہم آلٹا جزم مقرر کر سکتے ہیں جو اس بات کی علامت ہوگا کہ یہاں یہ حرف اپنی پوری آواز نہیں دیتا ؛ جیسے :- ہو ، بو ، کو اور لے ، دے وغیرہ میں۔ غالباً اس علامت کا مطلب ناواقف لوگ بھی آسانی سے سمجھ لیں گے۔

(ب) و اور ی مجہول کی یکساں علامت قرار دینے کے بعد ہم و کی طرح ی کی بھی صرف ایک شکل سے ہر جگہ کام لے سکیں گے۔ چھوٹی اور بڑی ے کا فرق کرنے اور بچوں کو الگ الگ پڑھانے اور سمجھانے کی ضرورت نہیں رہے گی۔

۸۔ ا اور و کی مخلوط آواز جو فارسی اور انگریزی الفاظ میں اکثر آتی ہے ؛ جیسے : خواہر ، Lord-Ball-Hall وغیرہ میں۔

(ب) ہندی الفاظ میں یائے مخلوط کی آواز ؛ جیسے : کیا ، پیار وغیرہ میں۔

(ج) ہندی یا غیر زبانوں میں دو حرفوں کی مخلوط آواز ؛ جیسے : تانگ ، کرشن وغیرہ میں۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ان سب صورتوں کے واسطے میرے خیال میں مخلوط حروف کے نیچے خط کھینچ دینے کا طریقہ عام طور پر مسلم اور مروج کر لیا جائے یا اور کوئی امتیازی علامت مقرر کی جائے۔

اس میں شک نہیں کہ ہمارے رسم الخط کا امتیازی وصف حروف کو ملا کر لکھنا ہے اور اس میں وقت اور جگہ دونوں کی کفایت ہوتی ہے؛ لیکن اول تو حروف منفصل کی موجودگی سے یہ خصوصیت جملہ الفاظ میں قائم نہیں رہتی۔ دوسرے بڑے بڑے لفظ اور علمی اصطلاحات یا غیر زبانوں کے اعلام و اسما کا صحت اعراب کے ساتھ لکھنا پڑھنا دقت سے خالی نہیں ہوتا۔ اب جب کہ ہماری زبان کا دائرہ وسیع ہو رہا ہے اور وہ محض بول چال اور شعر شاعری ہی کی نہیں؛ بلکہ درسی اور علمی زبان بن گئی ہے، ہمیں صحت تحریر اور پڑھنے پڑھانے کی سہولت نیز ٹائپ بنانے کی آسانیاں دیکھ کر اتصال حروف کے رواج کو محدود اور خاص خاص اصول کا پابند بنانا پڑے گا۔ اسی کے ساتھ جو اصلاحی تجویزیں اس وقت پیش کی گئی ہیں، ان میں یہ مصلحت ملحوظ رکھی گئی ہے کہ موجودہ رسم الخط میں کوئی انقلابی یا اساسی تغیر نہ کیا جائے جسے قبول کرنا لوگوں کو دشوار ہو یا جس سے ہماری طرز تحریر بالکل بدل جائے۔

۲۔ روداد مجلس منعقدہ ۲۲ مارچ سنہ ۴۳ء

کمیٹی اصلاح رسم خط

(مرتبہ جناب ڈاکٹر عبدالستار صاحب صدیقی)

[اس روداد کی اشاعت کا مقصد یہ ہے کہ دوسرے حضرات بھی زیر بحث مسائل پر غور فرمائیں اور اگر چاہیں تو اپنی رائے یا کسی تجویز سے اطلاع دیں تاکہ انجمن کو آخری فیصلہ کرتے وقت زیادہ سے زیادہ آرا سے استفادے کا موقع ملے۔]
(سیکرٹری انجمن ترقی اُردو)

اُردو رسم خط کے متعلق چند تجویزوں پر غور کرنے کے لیے انجمن ترقی اردو (ہند) کے دفتر واقع دریا گنج، دہلی، میں کمیٹی کا اجلاس

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

۲۲ مارچ ۱۹۴۳ء کو ۱۱ بجے صبح منعقد ہوا جو اُسی دن تیسرے پہر برخاست ہوا ۔

حسب ذیل صاحبوں نے شرکت کی :-

۱- مولوی سید ہاشمی صاحب فرید آبادی ۔

۲- پنڈت برجموہن دتاتریہ صاحب کیفی دہلوی ۔

۳- مولوی وہاج الدین صاحب کنتوری ۔

۴- ڈاکٹر عبدالستار صدیقی ۔

۵- ڈاکٹر مولوی عبدالحق (داعی) ۔

حسب ذیل تجویزیں منظور کی گئیں :-

۱- سفارش کی جاتی ہے کہ اردو کی کتابت اور خاص کر چھاپے میں ان امور کی پابندی کی جائے :-

(ؤ) دو لفظوں کے درمیان واضح فاصلہ رکھا جائے اور یہ فاصلہ یکساں ہو نیز یہ فاصلہ اس فاصلے سے زیادہ ہو جو ایک ہی لفظ کے دو ٹکڑوں کے بیچ میں رکھا جائے ۔

(ب) ایک لفظ کے اوپر دوسرا لفظ یا ایک حرف کے اوپر دوسرا حرف کسی حالت میں نہ لکھا جائے؛ یعنی ''سرفراز'' لکھا جائے نہ کہ ''سرفراز'' ، '' درد'' لکھا جائے ! نہ کہ '' درد '' '' گھبراہٹ '' نہ کہ '' گھبراہٹ '' ۔

(ج) مرکب لفظ ، جو دو یا زیادہ لفظوں سے بنے ہوں ، آپس میں ملا کر نہ لکھے جاویں ، بل کہ ہمیشہ الگ الگ لکھے جائیں ؛ البتہ ان کے درمیان میں فاصلہ صرف اتنا ہو جتنا ایک ہی لفظ کے دو ٹکڑوں کے بیچ میں ، جیسا کہ ان مثالوں سے واضح ہو گا :- جیسے آج کل ۔ بن مانس ۔ بن ڈبی ۔ کل جگ ۔ کل منہا ۔ کل دار ۔ شاہ نامہ ۔ شاہ جہاں آباد ۔ شاہ جہاں پور ۔ جے پور ۔ اُدے پور ۔ فرخ نگر ۔ ناگ پور ۔ کان پور ۔ دل لگی ۔ گل کاری ۔ پھل کاری ۔

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

(د) بعضے مفرد لفظ دو طرح لکھے جاتے ہیں : بی بی اور بیبی ۔ دل دل اور دلدل ان کی منفصل لکھاوٹ اختیار کی جائے اس طرح :۔

کھل بلی ۔ جھٹ پٹا ۔ جھن جھنا ۔ کن کنا ۔ ہل چل ۔ گل گلا ۔ رس گلا ۔ لس لسا ۔ کھٹ کھٹانا ۔ کھٹ کھٹاہٹ ۔ کھن کھنانا ۔ کھن کھناہٹ ۔ داتا کل کل ۔ جھن جھٹ ۔

(ہ) ہمزہ جب کسی منفصل حرف کے بعد آئے تو بالکل جدا لکھا جائے، اس طرح پر کہ اس کے لیے کوئی شوشہ نہ ہو اور نہ ہمزہ کسی حرف کے اوپر لکھا جائے، بل کہ یوں ہو :۔

آءی آءے آءیں بھاءی ناءی ملاءی بھلاءی براءی روءی اوءی سوءی سوءیاں دھوءیں ڈوءیں ڈوءیاں آءیے جاءیے سناءیے کھاءیے ترش روءی بد خوءی عیب جوءی یوسف زءی زاءل قاءل طاءر ساءل گھاءل ساءل زاءد فاءدہ قاءم داءم داءر ساءر لاطاءل ضاءع شاءع جراءم وظاءف تاءید ساءیس رءیس عزراءیل میکاءیل [خود عربی میں ان لفظوں کی لکھاوٹ کو دیکھو :۔ براءۃ قراءۃ سموءل] ۔

(و) فارسی لفظ بہ ، نہ ، چہ ، کہ بے وغیرہ جو خود فارسی میں بھی کبھی دوسرے لفظ سے ملا کر اور کبھی الگ لکھے جاتے ہیں ، اردو عبارت میں الگ لکھے جائیں ؛ جیسے :

بہ خوبی ، بہ ہر حال ، بہ کمال شفقت ، بہ دولت ، نہ خورد ، نہ گفت ، چہ کنم ، چہ می گوی ، چہ می گوئیاں ، حال آں کہ ، بل کہ ، چوں کہ ، چناں چہ ، غرض کہ ،تا وقتے کہ ، بہ شرطے کہ ، بے شک ، بے تحاشا ، بے محابا ، وغیرہ ۔

۲۔ لمبی ے کو جو خاص کر ٹائپ میں دقتیں پیدا کرتی ہے اور اکثر بہت بدنما ہوتی ہے ، قطعاً ترک کر دینا چاہیے ۔ اس کی جگہ آدھے دائرے والی ے سے کام لیا جائے اور جب ے سے پہلے مفتوح حرف ہو ، تو بھی ے آدھے دائرے کی ہو مگر اس پر جزم ضرور ہو ، جیسے : جی ، شی ، سی ، نی ، ہی ۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

۳۔ دھ ڈھ رھ ڑھ لکھنے میں دو دو حرف ہیں ۔ حال آں کہ ایک ہی ایک آواز کو ادا کرتے ہیں ۔ ان کو ملا کر لکھنا چاہیے اور منفصل حرف قرار دینا چاہیے ، یعنی کسی حال میں اگلے حرف سے نہ ملیں ۔ اس طرح ان کی شکلیں یہ قرار پاتی ہیں :۔

دھ (یا دھ) ، ڈھ (یا ڈھ) ، ڑھ (یا ڑھ)

مثالیں : دھ ن (بہ جائے دھن) ادھ ورا (بہ جائے ادھُورا) اسی طرح دھ ان ، دھ رتی ، دھ رم ، دھ وبی ، ڈھ ولی ، ڈھ انپ ، کاڑھ نا ، کڑھ ائی ، ڈیڑھ وغیرہ ۔

۴۔ نون غنہ ہمیشہ منفصل لکھا جائے اور شکل اس کی یہ ہو : ں ۔

مثالیں : باں س ، پھاں س ، پھں س ، کھوں س ، بں س ، وہ یہ سں کر ہں سی گا ، سں گھاڑی کہاں بکتی ہیں ؟

۵۔ عربی لفظوں کی کتابت کے متعلق سفارش کی جاتی ہے کہ

(ا) اِن ، عَن ، مِن ، فی (جو خود عربی میں الگ لکھے جاتے ہیں) اردو میں بھی دوسرے لفظ سے ملا کر نہ لکھے جائیں ؛ بل کہ یوں لکھنا چاہیے : اِن شاء اللہ ، عن قریب ، من جانب ، فی صد ، فی کس وغیرہ ۔[1]

البتہ جب ایسے کسی لفظ کے بعد عربی کی ضمیر آئے تو وہ ملا کر لکھی جائے ؛ جیسے : عنہم ، عنہُ ، بِنہٗ ، منہُم ، فیہا ۔

(ب) عربی کے حرف تعریف (ال) کی کتابت کے متعلق طے ہوا کہ :۔

(۱) ال کے بعد کا حرف اگر قمری حرف (یعنی ا ، ب ، ج ، ح ، خ ، ع ، غ ، ف ، ق ، ک ، م ، و ، ہ ، ی میں سے کسی حرف) سے شروع ہوتا ہو اور ال سے پہلے بھی کوئی لفظ آ کر اس سے مرکب ہوا ہو تو ال کی صرف الف پر گول جزم (بہ طور سکوت کی علامت کے) ہو : اس طرح : بالْکل ، بالْفعل ، عبد الْجبار ، عبد الْقادر ۔

۱۔ فارسی والوں نے انھیں ملا کر لکھنے پر اصرار کیا مگر یہ سراسر بے جا اور غلط ہے ۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(۲) ال کے بعد کا لفظ اگر شمسی حرف (یعنی ت ، ث ، د ، ذ ، ر ، ز ، س ، ش ، ص ، ض ، ط ، ظ ، ل ، ن ، میں سے کسی حرف) سے شروع ہوتا ہو تو ال کی ل پر سکوت کی علامت ہو (الف پر ضرورت نہیں) ؛ لیکن اگر ال سے پہلے کوئی عربی لفظ آکر اس سے مرکب ہوا ہو ، تو الف اور ل دونوں پر (اسی طرح سے : اْلْ) سکوت کی علامت ہو : جیسے: " اَلْسلام علیکم" ، مگر "علیکم اْلْسلام" ۔ ایک صورت یہ بھی ہو سکتی ہے کہ الف پر سکوت کی علامت ہو ، ل خالی رہے مگر شمسی حرف پر تشدید ضرور لگائی جائے ۔ اس صورت میں سیکھنے والے کو یہ بتایا جائے کہ اگر ل کے بعد والے حرف پر تشدید ہو ، تو ل تلفظ میں نہ آئے گا ۔

(ج) وہ عربی لفظ (یا نام) جو خود عربی میں دو طرح لکھے جاتے ہیں ان کی اس لکھاوٹ کو اختیار کرنا چاہیے جو اردو لکھاوٹ کے مطابق یا اس سے قریب ہے اور ان کی تفصیل یہ ہے :-

(۱) ابرٰھیم سلیمٰن لقمٰن شیطٰن	ابراھیم سُلیمان لقمان شیطان	اردو میں صرف دوسری طرح لکھے جاتے ہیں یعنی ابراہیم ، سلیمان ، لقمان ، شیطان اور اسی طرح لکھنا چاہیے ۔
(۲) اسمٰعیل رحمٰن	اسماعیل رحمان	اردو میں بھی دونوں طرح : مگر ان کو بھی صرف دوسری طرح (اسماعیل ، رحمان) لکھنا چاہیے ۔
(۳) حیٰوۃ نجٰوۃ رِبٰو منٰوۃ	حیاۃ نجاۃ رِبا مناۃ	اردو میں حیات ، نجات ، رِبا ، منات لکھتے ہیں اور اسی طرح لکھنا چاہیے ۔
(۴) زکٰوۃ صلٰوۃ مشکٰوۃ	زکاۃ صلاۃ مشکاۃ	اردو میں زکات ، صلات ، مشکات لکھنا چاہیے ۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

فائدہ : عربی میں ان لفظوں کی پہلی لکھاوٹ بہت پرانی ہے اور جب قرآن کا متن پہلے پہل لکھا گیا تو یہ لکھاوٹ اختیار کی گئی ۔ اس کے بعد اس کو بدلنا پسند نہیں کیا گیا اور اب تک ہر حرف اسی پرانی صورت اور ہیئت میں موجود ہے ۔ مگر جب عربی میں کتابت کے اصول مقرر کیے گئے تو یہ لفظ پورے الف سے لکھے گئے اور ماسوا قرآن کے عربی کتابوں میں اکثر و بیشتر پورے الف والی لکھاوٹ پائی جاتی ہے ، یہاں تک کہ بڑی مستند کتابوں میں جب قرآن کی آیتیں نقل ہوتی ہیں اور ان میں ایسے لفظ آ گئے ہیں تو بھی پورے الف سے لکھے گئے ہیں ۔

(د) عربی کی ۃ کو اردو میں ہمیشہ ت لکھنا چاہیے ۔

(ہ) وہ عربی لفظ ، جن میں الف مقصورہ لکھنا غلط ہے (مگر لوگ نادانستہ ان میں بھی مقصور الف لکھ دیتے ہیں ؛ جیسے: اِستغنیٰ ، اِرتضیٰ ، اِجتبیٰ ، اِصطفیٰ) صحیح طریقے سے لکھے جائیں یعنی یوں اِستغنا ، اِرتضا ، اِجتبا ، اِصطفا ۔

(و) عربی میں جو لفظ الف مقصورہ سے لکھے جاتے ہیں ، اردو میں وہ معمولی الف سے لکھے جائیں اور ان کی تفصیل یہ ہے :۔

اعلیٰ ، ادنیٰ ، اولیٰ ، علیٰ حالہ ، علیٰ حدہ ، مولیٰ ، مولٰنا ، معلّٰی ، مصلّٰی ، معمّٰی ، مجلّٰی ، مربّٰی ، معرّٰی ، مدعٰی علیہ وغیرہ ۔ ان میں بہت سے لفظ اردو (اور فارسی) میں معمولی الف سے لکھے جاتے ہیں : جیسے : مربّا ، معرّا[1] ، مصلّا ، معمّا ، منقّا ، تقاضا ، تماشا ، تمنّا ، تبرّا ، تولا ۔ کچھ لفظ دونوں طرح لکھے جاتے ہیں ؛ مولا (یا مولیٰ) ، مولانا (یا مولٰنا) ، معلّا ، مدّعا علیہ ، کچھ ایسے ہیں کہ ایک زمانے میں سیدھے الف سے لکھے جاتے تھے مگر لوگوں نے رجعت کی اور وہ پھر الف مقصورہ سے لکھے جانے لگے ؛ جیسے : اعلا ، ادنا ، اولا[1] ۔ ''علیٰ حدۃ'' دو لفظ ہیں (اور عربی میں کبھی ملا کر نہیں لکھے جاتے) مگر اردو والے ان کو ملا کر لکھتے ہیں : ''علٰحدہ'' یا ''علیحدہ'' بہتر ہے کہ

۱۔ خود عربی میں اس قسم کے لفظ بعض حالتوں میں معمولی الف سے لکھے جاتے ہیں جیسے : اعلاھم ، ادناہ ، مولاہِ وغیرہ ۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

"علاحدہ" لکھا جائے۔ ان سب لفظوں کو یوں لکھنا چاہیے : ادنا ، اعلا ، اوْلا ، اولا ، مسْولا ، مولانا ، ، مدعا علیہ ، متوقّا ، مستثنا ، صلّ علا ، مجلّا ، معمّا ، مربّا ، علاحدہ ۔ ناموں کو بھی یوں لکھ سکتے ہیں : عیسا ، موسا ، مصطفا ، مرتضا ، کسرا ، صغرا ، کبرا وغیرہ ۔

۶ - فارسی اور عربی کے سوا کسی غیر زبان کا لفظ اردو میں لکھا جائے تو اس کے صوتی ٹکڑوں کو ، جہاں تک ہو سکے ، الگ الگ کر کے لکھنا چاہیے : جیسے (انگریزی) :- اِن فارمل ، اِنس پک ٹر ، مس ٹر ، مِسز ، ڈاک ٹر ، ک لک ٹر ، اوورسی ءر ، سوپروائزر ، اِنس ٹی ٹیوٹ ، کانگ رس ، کان فرنس ، یونی ورسٹی ، سوپراِن ٹن ڈنٹ ، ٹے لی فون ، ری ڈیو ، اِس ٹے شن ، ڈی پارٹ منٹ ۔

کمیٹی کو اس امر کا پورا احساس ہے کہ کسی غیر زبان کے لفظوں کو ٹھیک ٹھیک تلفظ کے مطابق ادا کرنے کے لیے یہ تدبیر ناکافی ہے اور لسانیات وغیرہ کی کتابوں کے لیے ہر زبان کی خصوصیتوں کو پیش نظر رکھ کر زیادہ تفصیلی تجویزیں عمل میں لانے کی ضرورت ہے ۔ اس لیے تجویز کی گئی کہ یہ مسئلہ کسی آیندہ موقع تک ملتوی رکھا جائے ۔

۷ - رسم خط کو زیادہ آسان بنانے کی غرض سے چند اور تحریکیں بھی پیش ہوئیں ؛ جن پر دیر تک بحث ہونے کے بعد طے ہوا کہ تعلیمی ضرورتوں خاص کر بالغوں کی تعلیم میں آسانی پیدا کرنے کی غرض سے ان امور کی سفارش کی جائے :-

(الف) مصدر یا کسی صیغے کے آخر میں جو نا (نی نے) ، تا (تی تے) وغیرہ آتے ہیں وہ اصل (یا مادے) کے جدا کر کے لکھے جائیں ، جیسے : لے نا ، لے آ تا ، لے تی ، لے تیں ، دے نا ، دے نی ، لکھ تا ، لکھ تے ، لکھ تی ، لکھ تیں ، سمجھ نا ، سمجھ تے ، سمجھ تی ، بھیج نا ، بھیج وانا ، دل وانا وغیرہ ۔

(ب) ی بھی (مثل اور حروف علت ا اور و کے) منفصل حرفوں میں شامل کی جائے اور کتابت کی صورتیں ، تلفظ کے مطابق ، اس شکل کے ہوں :-

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

معروف	ماقبل مفتوح	مجہول
بی ن	بے ن	بے ن
پی ر	پے ر	پھے ر
شی ر	صے د	شے ر
پی ٹھ	پے ٹھ	پے ٹ
کی لا	کے لاش	کے لا

(ج) خواندگی کی ابتدائی کتابوں میں لفظ کا ہر صوتی ٹکڑا (یا رکن) علاحدہ لکھا جائے اور حروف متصل کسی حال میں چار سے زیادہ ملا کر نہ لکھی جائیں ، مثلاً

بجائے " معیبت " کے "مصی بت" بجائے "قرینہ" کے " قری نہ " بجائے " گھرکنا " کے " گھ رک نا " ۔

کمیٹی کے نزدیک اس تجویز میں ایک ترمیم یہ کی جا سکتی ہے کہ لفظ کا پہلا حرف اگر ایک صوتی رکن ہو مگر متصل حرفوں میں سے ہو تو وہ اگلے ٹکڑے سے الگ نہ کیا جائے نیز مشدد حرف دوبارہ نہ لکھا جائے یعنی بجائے "قری نہ" کے "قری نہ" اور بجائے "عزت" کے "عزت" لکھا جائے ۔

اس امر کا آخری فیصلہ کہ ان دونوں میں سے کون سی صورت زیادہ مناسب ہوگی ، ان اصحاب کی رائے پر چھوڑنا چاہیے جن کو تعلیم اور خصوصاً بالغوں کی تعلیم سے تعلق ہے ۔

فائدہ : ان تینوں تجویزوں کے متعلق یہ بات بھی بحث میں آئی کہ شاید اس تجویز پر یہ اعتراض ہو کہ اگر ابتدائی تعلیم میں اس طرح کی سہولت بہم پہنچائی گئی تو جن لوگوں نے اس ڈھنگ سے پڑھنا سیکھا ہوگا وہ معمولی چھپی ہوئی کتابوں کو نہ پڑھ سکیں گے ۔ اس لیے کمیٹی یہ بتا دینا چاہتی ہے کہ اس طریقے سے تعلیم کے صرف ابتدائی مرحلوں میں کام لیا جائے گا اور جب پڑھنے والے ترقی کر لیں گے تو انھیں حرفوں کے مروج جوڑ توڑ بنا کر ان کی مشق کروا دی جائے گی اور یہ ہرگز دشوار نہ ہوگا ۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

تجاویز اصلاح رسم خط

(منظور کردہ مجلس ذیلی کل ہند اُردو کانفرنس، ناگ پور)

۲۱ جنوری ۱۹۴۳ء کو حسب اعلان رسم خط کی ذیلی مجلس کا، ناگ پور کان فرنس کے شان دار پنڈال میں اجلاس ہوا۔ قریب قریب چالیس حضرات نے شرکت فرمائی۔ انجمن کی رسم خط کمیٹی کے میر مجلس ڈاکٹر عبدالستار صاحب صدیقی کوشش کے باوجود، ریل کے بروقت الہ آباد سے نہ چلنے کے باعث تشریف نہ لا سکے۔ عبدالرحمان صاحب صدیقی ایم، اے، اے (کلکتہ) نے جلسے کی صدارت فرمائی۔

انجمن کی کمیٹی نے اس باب میں جو تجاویز اپنے ۲۲ مارچ ۱۹۴۳ء کے اجلاس میں مرتب کی تھیں، وہ یکے بعد دیگرے پیش ہوئیں اور کافی غور و مباحثے کے بعد خفیف ترمیم و اضافے کے ساتھ منظور کی گئیں۔ یہ تجاویز ۱۶ ستمبر ۱۹۴۳ء کے اخبار "ہماری زبان" میں شائع ہو چکی ہیں۔ ملخصاً دوبارہ ذیل میں تحریر کی جاتی ہیں:-

۱۔ کتابت اور خاص کر چھاپے میں دو لفظوں کے درمیان واضح فصل چھوڑا جائے۔ ایک لفظ کے اوپر دوسرا لفظ نہ لکھا جائے۔ مرکب الفاظ کو ملا کر نہ لکھا جائے۔ جیسے:- آج کل، کل جُگ، کل کاری وغیرہ۔ اسی طرح ایسے مفرد الفاظ بھی جو دونوں طرح لکھے جاتے ہیں، آیندہ منفصل ہی لکھے جائیں۔ جیسے: ب.ی، کھل بلی، جھٹ پٹا، جھن جھناہٹ، ہل چل وغیرہ اور فارسی حروف بہ، نہ، چہ وغیرہ کو بھی ملا کر نہ لکھا جائے بلکہ علاحدہ تحریر کیا جائے۔ جیسے: بہ خوبی، بہ ہر حال، چناں چہ۔

۲۔ ہمزہ جب کسی منفصل حرف کے بعد آئے تو جدا گانہ لکھا جائے اور اس کے لیے کوئی شوشہ نہ بنایا جائے۔ جیسے: آءی، ناءی، ساءل، گھاءل، وغیرہ۔

(ایک گروہ کی رائے میں جہاں آسانی سے ممکن ہو وہاں ہمزہ کی بجائے حرف الف ہی سے کام لیا جائے۔ جیسے: عزرا اِیل، سااِیس وغیرہ)۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

۳ - دھ ، ڈھ ، رھ ، ڑھ ، کو لکھنے میں ہائے مخلوط کو اصل حرف سے ملا کر لکھا جائے : یعنی دھ ، ڑھ اور اصل حرف کی مثل انھیں بھی حرف منفصل قرار دیا جائے اور دو چشمی ہ کو لفظ کے دوسرے ٹکڑوں سے ملانے کی بجائے حسب ذیل طریق پر لکھا جائے :-

دھن (بجائے دھن) دھرتی (بجائے دھرتی) پڑھنا (بجائے پڑھنا) ۔

[حرف ی اور نون غنہ کے متعلق کمیٹی کی پہلی تجاویز مسترد کر دی گئیں اور قرار پایا کہ ان کی موجودہ کتابت جو انجمن ترقیٔ اردو نے اختیار کی ہے ، برقرار رکھی جائے]

۴ - عربی کے حرف اِن ، مِن وغیرہ علاحدہ لکھے جائیں ، جیسے : اِن شاءاللہ ، لیکن آگے عربی ضمیر آنے کی صورت میں ملا کر تحریر ہوں ۔ جیسے : عنہم ، منہم ۔

۵ - عربی حرف تعریف ال کا الف یا لام جہاں ساکت ہوں وہاں ان کے اوپر چھوٹا خط بنا دیا جائے ۔ جیسے : السلام اور علیکم السلام وغیرہ ۔

۶ - عربی ناموں اور عام الفاظ میں الف مقصور کی بجائے پورا الف لکھا جائے ۔ جیسے : ابراہیم ، سلیمان ، حیات ، ربا اور اعلا ، ادنا ، مولانا وغیرہ ۔

۷ - غیر زبان کے الفاظ کو الگ الگ ٹکڑوں میں لکھا جائے ۔ جیسے : اِنس پک ٹر ، ڈاک ٹر ، یونی ورسٹی ، اِنس ٹی ٹیوٹ ، ڈپارٹ منٹ وغیرہ ۔ لیکن حروف متصل جب شروع میں آئیں تو ایک رکن ہونے کے باوجود انھیں جدا نہ لکھا جائے ۔ (جیسے مسز کا میم ہے) ۔

۸ - صرف ابتدائی تعلیم کی حد تک کمیٹی نے یہ تجویز بھی قبول کی کہ علامات مصدر یا ماضی و حال ، اصل مادے سے جدا لکھے جائیں ، جیسے : لکھ نا ، لکھ تے ، سمجھ نا وغیرہ ۔

(ب) دوسرے یہ کہ ان ابتدائی کتابوں میں ہر لفظ کے ایک ایک رکن کو جدا کر کے لکھا جائے ۔ لیکن شروع میں حرف متصل ہو تو اسے ملا کر ہی لکھا جائے گا ۔ جیسے : محبت ، قرینہ وغیرہ الفاظ ہیں ۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

۹ ۔ ایک اہم تجویز یہ منظور ہوئی کہ اعرابی ی کو الف اور واو کی مثل حرف منفصل قرار دیا جائے اور اس کی مجہول ، معروف اور ماقبل مفتوح شکلوں کی کتابت وہی رہے جو انجمن نے اختیار کر رکھی ہے ۔ جیسے :-

بے ر (مشہور پھل) بِی ر (بہ معنی بھائی) اور بَی ر (بہ معنی دشمنی)

۱۰ ۔ ایک اور اہم قرارداد یہ پیش کی گئی کہ اصل تجاویز (مرتبہ راقم الحروف) کی دفعہ ۵ کو از سر نو رائے کے لیے اخبار ہماری زبان میں شائع کیا جائے کیونکہ کمیٹی کی رائے میں اس قسم کی اصلاح ضرور ہوتی جاتی ہے ۔ یہ تجویز حسب ذیل ہے :-

> عربی کے ہم آواز حروف جن کی تین اور چار شکلیں آتی ہیں ، ان کو اردو تحریر میں گھٹا کر صرف دو شکلوں پر اکتفا کرنا جائز قرار دیا جائے ؛ یعنی :
>
> ث ۔ س ۔ ص میں سے ص کو اور ز ۔ ذ ۔ ض ۔ ظ میں سے ض اور ز کو حذف کر دیا جائے یا جو لوگ ان کی بجائے س اور ذ ، ظ سے کام لیں ان پر حرف گیری نہ کی جائے ۔ ایسے حروف کی باقی تین قسمیں یعنی (اـع ، تـط اور حـہ) ، بہ دستور رہیں گی ۔

اس آخری تجویز کی نسبت ہماری استدعا ہے کہ ناظرین اخبار اور دیگر اہل الرائے حضرات ہمیں اپنی رائے سے مستفید فرمائیں ۔

(اردو ، جنوری ۱۹۴۴ء)

★ ★ ★

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اردو انسائیکلوپیڈیا آف اسلام کے فیصلے

ڈاکٹر سید عبداللہ

روداد مجلس ادارت مورخہ یکم نومبر ۱۹۶۷ء۔ اس اجلاس میں اس امر پر غور کیا گیا کہ حروف تہجی کی ترتیب میں ہمزہ کی جگہ کہاں متعین کی جائے؟ اس سلسلے میں مختلف عربی، فارسی اور اردو لغات و قواعد پر انسائیکلوپیڈیا آف اسلام (انگریزی و عربی ترجمہ) کی طرف رجوع کیا گیا۔ معلوم ہوا کہ ان میں یکسانیت نہیں پائی جاتی۔ آخر میں طے پایا کہ:-

(۱) جب ہمزہ کی اپنی حرکت ہو تو یہ ایک مستقل حرف سمجھا جائے گا اور اس کی جگہ الف کے بعد ہوگی (ا ـ ء ـ ب)۔

(۲) جب ہمزہ ساکن ہو اور ماقبل مفتوح تو اسے ا سمجھا جائے گا اور اس کی جگہ الف کے بعد ہوگی۔

(۳) جب ہمزہ ساکن ہو اور ماقبل مضموم ہو تو اسے و سمجھا جائے گا اور اس کی جگہ "و" کے بعد ہوگی۔

(۴) جب ہمزہ ساکن ہو اور ماقبل مکسور تو اسے ی سمجھا جائے گا اور اس کی جگہ ی کے بعد ہوگی۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

روداد مجلس ادارت ۹ - نومبر ۱۹٦۷ء

(۱) ترتیب میں ا ل کا مقام :-

ترتیب میں ا ل تعریفی کو مدنظر نہ رکھا جائے۔

(۲) اعلام میں ا ل :

(۱) عربی میں لکھنے والوں کے نام کے ساتھ ا ل لکھا جائے۔ سوائے پاک و ہند کے عربی مصنفین کے؛ مثلاً : الغزالی ، الفارابی ، الزمخشری ، الطبری ، تھانیسری ، لکھنوی ، جہلمی۔

(۲) کتابوں کے ناموں کے ساتھ اگر ا ل ہے تو اسے حذف نہ کیا جائے؛ مثلاً : الفوزالاصغر ، الکشاف ، الاشارة الی محاسن التجارة۔

(۳) مختلف الفاظ کا صحیح املا :-

غلط	صحیح	مزید مثالیں
قرا	قرہ	قرہ حصار ، قرہ مصطفیٰ
جنوا (Genoa)	جنوآ	
جنوا (Geneva)	جنیوا	
قدرةً	قدرتاً	دفعتاً ، نسبتاً ، واقعتاً
الموحدین (خاندان)	الموحدون	المرابطون ، الفاطمیون
بنی عباس	بنو عباس	بنو امیہ
استنبول	استانبول	
ارمنی (باشندۂ ارمینیا)	ارمن	جمع : ارمنون (نہ کہ ارمنیوں)
ارمن (زبان)	ارمنی	
جغرافیا	جغرافیہ	

(۴) ترکی اعلام کے املا میں بالعموم قاموس الاعلام کی پیروی کی جائے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

روداد مجلس ادارت - ۲ مئی ۱۹۷۸ء (اس روداد کی ۸ مئی ۱۹۹۸ء کو توثیق ہوئی)

(۱) معمولات

مندرجہ ذیل الفاظ زیر غور آئے اور طے پایا کہ :-

غلط	صحیح
کی مانند	کے مانند
کی بجائے	کے بجائے
کے رو سے	کی رو سے
کے ابتدا سے	کی ابتدا سے

(۲) حروف تہجی کی ترتیب میں ہمزہ کے مقام کا مسئلہ

طے پایا کہ :-

(۱) ہمزہ اگر کسی لفظ کے درمیان میں ہو اور وہ :

۱- ساکن ہو تو اسے ماقبل حرف کی حرکت کے تابع کیا جائے گا یعنی :

(ا) اگر ماقبل مفتوح ہے تو اسے (نیم) الف سمجھا جائے گا اور اس کی جگہ الف سے پہلے ہوگی ؛ جیسے: مأثور ، تأریخ ۔

(ب) اگر ماقبل مضموم ہے تو اسے (نیم) واو سمجھا جائے گا اور اس کی جگہ واو سے پہلے ہوگی ؛ جیسے : بؤس ۔

(ج) اگر ماقبل مکسور ہے تو اسے (نیم) ی سمجھا جائے گا اور اس کی جگہ ی سے پہلے ہوگی ؛ جیسے : بئر ۔

۲- ہمزہ متحرک ہے تو :

(ا) مفتوح ہونے کی صورت میں اسے الف سمجھا جائے گا اور اس کی جگہ الف سے پہلے ہوگی : مسئلہ ۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(ب) مضموم ہونے کی صورت میں اسے (نیم) واو سمجھا
جائے گا اور اس کی جگہ واو سے پہلے ہوگی؛ جیسے :
مسئول ۔

(ج) مکسور ہونے کی صورت میں اسے (نیم) ی سمجھا
جائے گا اور اس کی جگہ ی سے پہلے ہوگی : مسائل ،
بائیبل ، بائی بورو ۔

۳۔ مذکورہ بالا دونوں صورتوں (یعنی (۱) ، (۲)) میں
پورے لفظ کی ترتیب قائم کرنے میں ہمزہ کے بعد کے
حروف کی ترتیب تہجی کو بھی مدنظر رکھا جائے گا ۔

۴۔ ہمزہ اگر کسی لفظ کا آخری حرف ہو ، اس کے لیے
کرسی کی ضرورت نہیں ؛ وہ مستقل حرف قرار پائے گا
اور حرکت قبول کرے گا ؛ جیسے : علاء الدین ۔

۵۔ ہمزہ اگر کسی حرف کے ابتدا میں ہو ، خواہ اس پر
ہمزہ کی علامت ہو یا نہ ہو اسے الف قرار دیا جائے گا
اور اس کی جگہ الف سے پہلے ہوگی ؛ جیسے : أثیر ۔

★ ★ ★

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اردو انسائیکلوپیڈیا آف اسلام میں املا کے معمولات

ڈاکٹر سید عبداللہ

---

(۱) آیات قرآنی لکھتے وقت قرآنی املا برقرار رکھی جائے ۔

(۲) اسمائے حسنیٰ، اسمائے انبیاء اور دیگر قرآنی اعلام میں قرآنی رسم الخط استعمال کیا جائے :

مثلاً اسمٰعیل ، اسحٰق ، رحمٰن ، یٰس

(استثنا :۔ لقمان ، سلیمان ، ابراہیم ، مولانا ، شیطان ؛ لیکن جہاں عربی عبارت یا آیت قرآنی ہو وہاں یہ الفاظ بھی اس قاعدے سے مستثنیٰ نہیں ہوں گے) ۔

(۳) اگر الف مقصورہ بشکل یاء ہو تو اسے یای مدورہ (ی) سے لکھنا ضروری ہے :

مثلاً مصطفیٰ ، عیسیٰ ، حتیٰ کہ ، فتویٰ ۔
(نہ کہ مصطفےٰ ، عیسےٰ ، حتےٰ کہ ، فتوے)

(۴) مرکب الفاظ کو بلا ضرورت ملا کر نہ لکھا جائے ، بالخصوص جب کہ ان کے اجزاء اپنی اپنی جگہ بامعنی ہوں :

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

مثلاً خوب صورت ، دل لگی ، آج کل ، کل دار ، ان شاء اللہ ، کل جگ ، کم زور ، اس جگہ ۔

(استثنا :۔ (الف) وہ الفاظ اس قاعدے سے مستثنیٰ ہیں جنھیں ذوق اجتماعی نے اکٹھا لکھنے کا رواج دے دیا :

مثلاً : حالانکہ ، چنانچہ ، کیونکہ ، بلکہ ، باوجودیکہ ، تاآنکہ ، بشرطیکہ ، شاہجہان ، شاہکار ، جہانگیر ، عالمگیر ، بیدل ، شاہنامہ ۔

(ب) جن الفاظ کی ابتدا میں حرف "ب" بمعنی "میں" یا "ساتھ" آتا ہے وہاں اسے لفظ کے ساتھ ملا کر لکھا جائے :

مثلاً : بحال بد ، بنفس نفیس ، مابدولت ، بشگفت ، بایں ہمہ

(نہ کہ بہ حال بد ، ما بہ دولت ، بہ ایں ہمہ وغیرہ) ۔

(۵) عربی کے جن اسمائے جمع کے آخر میں "ء" آتا ہے انھیں اردو عبارت میں اردو زبان کے لفظ کی حیثیت سے لکھا جائے تو "ء" حذف کر دیا جائے گا :

مثلاً : علما ، ادبا ، شعرا ، انبیا :

(نہ کہ علماء ، شعراء وغیرہ) ۔

(٦) جب ساکن "ء" کا ماقبل الف یا واؤ ہو تو اردو عبارت میں اس پر "ء" لکھنے کی ضرورت نہیں :

مثلاً : تاثیر ، تاریخ ، رائے ، مومن

(نہ کہ تأثیر ، تأریخ ، رائے ، مؤمن) ۔

(۷) تائے مدورۂ ساکنہ پر ، جس کا تلفظ "ہ" ہو ، اردو عبارت میں اس پر نقطے لگانے کی ضرورت نہیں :

مثلاً : ذوالحجہ ، قاہرہ ، مغیرہ

(نہ کہ ذوالحجۃ ، قاہرۃ ، مغیرۃ)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(۸) جس ''ہ'' کا ادغام اس کے ماقبل حرف سے ہو ، وہ دو چشمی لکھی جائے ؛ مثلاً : انھیں ، یونھیں ، تمھیں ،

(نہ کہ انہیں ، یونہیں ، تمہیں) ۔

(۹) ہندی الاصل الفاظ کے آخر میں ''ہ'' کے بجاے الف استعمال کیا جائے ؛ مثلاً : پتا ، راجا ، ٹا کا ، پہیّا ، دھبّا ،

(نہ کہ پتہ ، راجہ وغیرہ)

(۱۰) فارسی کے ان الفاظ کے ''ن'' میں نقطہ لگانا ضروری نہیں جو اردو میں بطور غنہ مستعمل ہیں ؛ مثلاً : آں ، ایں ، چنیں ، چناں

(نہ کہ آن ، این ، چنین ، چنان)

(۱۱) آج کل ایرانی جن الفاظ میں '' ی '' لکھتے اور بولتے ہیں ، لیکن اردو میں انھیں ''ء'' سے لکھنے کا دستور رہا ہے ، ان کی اسلا میں ایرانیوں کا اتباع ضروری نہیں ؛ مثلاً : آئندہ ، گنجائش ، زیبائش

(نہ کہ آیندہ ، گنجایش ، زیبایش)

علیٰ ہذا عربی الاصل الفاظ ؛ مثلاً : مشائخ ، لائق ، فائق

(نہ کہ مشایخ ، لایق ، فایق)

(۱۲) عربی کے ایسے الفاظ جن کے آخری حروف مشدد ہیں ، انھیں اردو الفاظ کی حیثیت سے لکھا جائے تو آخری حرف پر تشدید دینے کی ضرورت نہیں ؛ مثلاً : حد ، جد ، اھم (نہ کہ حدّ ، جدّ ، اھمّ)

(۱۳) اردو میں عربی کے جو الفاظ جذب ہو چکے ہیں انھیں اردو عبارت میں مروجہ اردو شکل ہی میں لکھا جائے البتہ جہاں عربیت کو قائم رکھنا مقصود ہو وہاں اصل عربی شکل برقرار رکھی جائے ؛ مثلاً :

عربی شکل	اردو شکل
حیٰوۃ	حیات
نجٰوۃ	نجات
ربٰو	ربا
زکٰوۃ	زکات
استعفیٰ	استعفا

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(۱۴) مختوم بہ الف یا مختوم بہ ہائے مختفی الفاظ کے امالے کا ان کی املا میں بھی لحاظ رکھا جائے؛ مثلاً : کلکتے میں (نہ کہ کلکتہ میں)، عہدیدار (نہ کہ عہدہ دار)، ذمے داری (نہ کہ ذمہ داری)۔

(۱۵) ہائے مختفی پر کسرۂ اضافت کے عوض "ء" کا استعمال کیا جائے؛ مثلاً ; حصۂ دوم، مطبوعۂ لاہور۔

(۱۶) جن الفاظ کے آخر میں "ی"، "و" یا "ء" ہو، ان کی اضافت کا مسئلہ:

(الف) آخر میں ی ہو تو یای مشدد کے نیچے کسرۂ اضافت لگایا جائے گا؛ مثلاً : نہیِّ سابق (نہ کہ نہی ءِ سابق)۔

(ب) آخر میں ء ہو تو یائے مجہول؛ مثلاً : بقائے دوام، علمائے کرام نہ کہ بقاء دوام، یا علماء کرام)۔

(ج) آخر میں و ہو تو "ئے"؛ مثلاً : روئے روشن۔

(۱۷) ان ناموں کی املا کا مسئلہ جو "ا" یا "ہ" پر ختم ہوتے ہیں:-

(الف) عربی نام : جو نام مسلمہ طور پر عربی ہیں ان کے آخر میں ۃ لکھا جائے بشرطیکہ ان کی عربیت کو برقرار رکھنا مقصود ہو؛ مثلاً : القاہرۃ، ورنہ محض ہ؛ مثلاً: قاہرہ۔

(ب) یورپی نام : ۱- یورپی ناموں کے آخر میں ہ کے بجائے ا لکھا جائے، یہ ظاہر کرنے کے لیے یہ عربی سے ماخوذ نہیں؛ مثلاً : آسٹریا، بلگیریا۔

۲- وہ یورپی نام جو مسلمانوں کے زیر اثر مروّج ہوئے (اندلس وغیرہ میں) ان کے آخر میں ہ لکھی جائے؛ (مثلاً اشبیلیہ)؛ آخر میں ۃ نہیں لکھی جائے گی تاکہ یہ ظاہر ہو جائے کہ یہ نام عربی نہیں بلکہ معرب ہیں۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

۳- غیر عربی ممالک میں عربوں نے مختلف ناموں کو جو شکل دی ، اسے اختیار کیا جائے لیکن اگر اردو میں اس سے مختلف شکل مروج ہے تو اسے قوسین میں لکھ دیا جائے ؛ مثلاً : یوگوسلافیا (یوگوسلاویا) ۔

(ج) دوسرے غیر عربی نام : مصر و شام وغیرہ

مصر ، شام اور دوسرے ممالک میں اعلام کی وہی شکل اختیار کی جائے جو عربوں نے دی ، البتہ قوسین میں وہ شکل دے دی جائے جو آج کل مصر و شام وغیرہ میں مروج ہے ۔

ترکی نام :-

۱- بالعموم وہی شکل دی جائے جو عربوں کے یہاں ہے لیکن اگر ترکوں نے (مثلاً : سامی نے) مختلف شکل دی ہے تو اسے قوسین میں درج کر دیا جائے ۔

۲- ک والے الفاظ ن سے لکھے جائیں اور قوسین میں ک والی شکل ۔ مثلاً : ینی چری (یکی چری) ۔

فارسی :-

۱- عربی اشکال لکھی جائیں اور قوسین میں ان کی ایرانی شکل ، مثلاً : طہران (تہران) ۔

۲- اگر ان ناموں کے آخر میں ہ آئے تو ۃ نہیں لکھی جائے گی ۔

ہندی :-

خالص ہندی الفاظ کے آخر میں ا آئے گا ؛ مثلاً : پتنا ماسوائے ان اعلام کے جو ہ کے ساتھ مروج ہو چکے ہیں ؛ مثلاً : بنگالہ ، آگرہ ، کلکتہ ۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(۱۸) اعراب کا مسئلہ : مروجہ اعراب کے علاوہ اردو دائرہ معارف اسلامیہ میں حسب ذیل اعراب رائج ہیں :

ے = یہ علامت انگریزی e کی آواز ظاہر کرتی ہے
مثلاً بل = Bell

ٰ = یہ علامت انگریزی o کی آواز ظاہر کرتی ہے
مثلاً مول = Mole

> = علامت سکون یا جزم

ٗ = امالے والا u = ü
مثلاً تورک Türk

ؤ = امالے والا o = ö
مثلاً کوال Köl

ٔ = امالے والا a = ä
مثلاً رَجَب radjab

* * *

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

صحت املا کے لیے ادارۂ فرینکلن کی تجاویز

مولانا حامد علی خاں

" اردو انسائیکلوپیڈیا کی مجلس مشاورت کا پانچواں اجلاس ۱۶ جنوری ۱۹۶۷ء کو تین بجے دوپہر دفتر مؤسسہ مطبوعات فرینکلن، لاہور زیر صدارت جسٹس ایس۔ اے۔ رحمان منعقد ہوا۔ مندرجہ ذیل ارکان نے شرکت کی۔ جسٹس ایس۔ اے۔ رحمان، پروفیسر حمید احمد خاں، میاں بشیر احمد، سید فیاض محمود، مولانا عبدالقادر، ڈاکٹر سید عبداللہ، مولانا حامد علی خاں، کیپٹن عبدالواحد "۔

املا کی صحت اور باقاعدگی کے لیے ادارۂ فرینکلن نے مندرجہ ذیل قواعد تجویز کیے :

(الف) بلا ضرورت الفاظ ملا کر نہ لکھے جائیں؛ مثلاً : اسجگہ، کیلیے، اسکے، ہمنے وغیرہ (انسائیکلوپیڈیا میں جگہ بچانے کی خاطر بعض الفاظ کو ملا کر لکھنا جائز قرار دیا گیا ہے)۔

(ب) ہندی یا غیر فارسی و عربی الفاظ کے آخر میں علی العموم "ہ" کی جگہ "الف" استعمال کیا جائے؛ جیسے : ڈاکیا، ڈبا، پتا وغیرہ۔ بعض الفاظ کا رائج املا قبول کر لیا جائے: مثلاً : گیارہ، بارہ . . . اٹھارہ۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(ج) ''ہ'' جو کسی لفظ یا اس کے ایک علیحدہ حصے کے شروع میں ہو تو شوشہ لگایا جائے؛ جیسے: ہم، ہر، ہمارا، زہد، وہی، اہل وغیرہ۔ مگر بیچ میں آئے تو شوشہ نہ لگایا جائے: جیسے: کہاں، پہروں، فربہی وغیرہ۔

(د) جس ''ہ'' کا ادغام اس کے حرف ماقبل سے ہو وہ دو چشمی لکھی جائے؛ جیسے: پھول، تمھیں، انھیں، کبھی وغیرہ۔ جو حرف ماقبل سے ادغام نہ ہو تو دوسری ہ لکھی جائے: جیسے: فربہی، خواہ، نہیں وغیرہ۔

(ہ) عربی میں افشا، حالیا، انبیا، حکما وغیرہ کے آخر میں ہمزہ لکھاجاتا ہے، اردو املا میں یہ ہمزہ حذف کیا جائے۔

ارکان نے ان قواعد سے کامل اتفاق کیا۔

* * *

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

سفارشات املا کمیٹی ، ترقی اردو بورڈ (بھارت)

ڈاکٹر گوپی چند نارنگ

ذیل کی سفارشات ترقی اردو بورڈ کی املا کمیٹی کی متفقہ سفارشات ہیں ۔ ان میں زیادہ تر ان اصلاحات کو اپنایا گیا ہے جو انجمن کی کمیٹی اصلاح رسم خط نے پیش کی تھیں ۔ بعض مقامات پر بنیادی نوعیت کا اختلاف ہے جس کی نشان دہی کر دی گئی ہے ؛ مثلاً وہ اصلاحات جو انقلابی تبدیلیوں پر مبنی تھیں ، جیسے مصدر یا کسی صیغے کے آخر میں جو نا ، تا وغیرہ آتے ہیں ، وہ مادے سے جدا کر کے لکھے جائیں ؛ جیسے : لکھ نا ، لکھ تی ، لکھ تے ، لے نا ، آٹھ تیں ، بھیج وانا ، دے تا ۔ یا بالکل کو بلکل یا خوش کو خُش لکھا جائے ، یا نون غنہ کو منفصل لکھا جائے ، جیسے پھاں س ، ہاں س ، س گھاڑے ۔ یا ی کو بھی مثل الف اور واو الگ لکھا جائے ، جیسے بی ن ، بے ن ، بے ر ، پی ر ، پے ر ، پیے ر ۔ یا یہ کہ عربی کے ہم آواز حروف جن کی تین یا چار شکلیں آتی ہیں ، ان کو گھٹا کر صرف دو شکلوں پر اکتفا کیا جائے یعنی ث ، ص ، س میں سے ص کو اور ز ، ذ ، ض اور ظ میں سے ز اور ض کو حذف کر دیا جائے ؛ یا ہمزہ جب منفصل حرف کے بعد آئے تو بالکل جدا لکھا جائے ؛ جیسے : لاءی ، جاءے ، داءرہ ، کوءی ، سوءیاں ، زاءل ، قاءل ، طاءر ،

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

زاهد ، سناهے ، آمے ، یا مصیبت کو مصیبت ، گھرکنا کو گھرک نا ، اور قرینہ کو قری نہ لکھا جائے ؛ یا ڑھ کو ڑھ ، ڈھ کو ڈھ یعنی ملا کر دھرتی بجائے دھرتی ، ادھورا بجائے ادھورا لکھا جائے ، تو ایسی تبدیلیاں چونکہ رواج اور چلن میں نہیں آ سکتیں اور ناقابل عمل ہیں ، اس لیے ان کو نظر انداز کر دیا گیا ہے ۔ سفارشات پیش کرتے ہوئے مندرجہ ذیل رہنما اصول سامنے رہے ہیں :

۱ ۔ صحت املا کے جو اصول اب تک سامنے آ چکے ہیں اور محتاط اہل قلم کے ہاں جن پر عمل بھی ہوتا رہا ہے ، ان کو سائنٹفک نقطۂ نظر سے منضبط و منظم کر کے پیش کیا جائے تاکہ اس سلسلے میں جو بے راہ روی اور انتشار عام ہو چکا ہے وہ دور ہو ۔

۲ ۔ اردو کے صدیوں کے چلن اور رواج کو نظر میں رکھ کر ترجیحی صورتوں کا تعیّن کیا جائے ۔

۳ ۔ کوئی تبدیلی ایسی تجویز نہ کی جائے جو اردو کی تاریخ ، اس کے مزاج اور ساجی ضرورتوں کے نقطۂ نظر سے ناقابلِ عمل ہو ۔

۴ ۔ اردو کے ہم آواز حروف اردو کی لسانی میراث کا جز بن چکے ہیں ۔ انھیں کی بدولت ہزاروں الفاظ کی بیش بہا دولت ہمیں ودیعت ہوئی ہے جو ہماری زبان کا جزولاینفک ہے ۔

۵ ۔ عربی کی جو عبارتیں یا مکمل اجزا اردو میں بعینہٖ مستعمل ہیں ، انھیں اصل کی طرح لکھا جانا چاہیے ۔ ان پر اردو املا کے اصولوں کا اطلاق نہیں ہوگا ۔

۶ ۔ املا کے اصولوں کا تعیّن کرتے ہوئے وسیع تر عام زبان پر نظر رکھی گئی ہے ؛ محض شعری زبان پر نہیں (شاعری میں ضرورت شعری کے تحت لفظوں کو کبھی اشباع اور کبھی تخفیف کے ساتھ بھی استعمال کیا جا سکتا ہے ۔ عام زبان میں لفظ کی متعینہ شکل ہی استعمال ہوتی ہے) ۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

۷ - جہاں مروجہ قاعدوں سے کوئی مدد نہیں ملی یا املائی انتشار حد سے بڑھا ہوا ہے ، وہاں معیاری تلفظ کی پیروی پر اصرار کیا گیا ہے ۔ تلفظ کو بنیاد بنانے سے ایسے بہت سے مسائل آسانی سے حل ہو سکتے ہیں ۔

۸ - ذیل کی سفارشات محض خاکا ہیں ؛ بنیادی اصولوں کا ۔ تفصیل اور جامع فہرستوں کے لیے رشید حسن خاں کی کتاب سے رجوع کرنا چاہیے ۔

۹ - ذیل کی سفارشات کو پیش کرتے ہوئے قدیم علم ہجا سے بھی مدد لی گئی ہے اور جدید صوتیات و سماجی لسانیات سے بھی ۔ اردو ایسی پیچیدہ اور متنوع زبان ہے کہ کسی ایک نقطۂ نظر کو اپناتے ہوئے جہاں سے بھی جو روشنی مل سکتی تھی ، لے لی گئی ہے ۔

زیر نظر صفحات میں قدیم روایت کا تسلسل بھی ملے گا اور جدید فکر کی سائنسی توجیہہ بھی ۔ صوتیات کے کئی تصورات ایسے ہیں کہ انھیں قدیم اصطلاحوں میں پیش کیا ہی نہیں جا سکتا ۔ یہ دقت بعض امور سے بحث کرتے ہوئے بار بار محسوس ہوئی ، جس کی وجہ سے ایک طرح کا مفاہمتی رویہ اختیار کرنا پڑا ۔ ایسا اس لیے بھی ضروری تھا کہ زیر نظر سفارشات اتنی ماہرین اور محققین کے لیے نہیں ، جتنی اردو کے عام لکھنے پڑھنے والوں کے لیے ہیں ، جن میں طالب علم ، ادیب ، شاعر ، صحافی ، خوش نویس ، ٹائپسٹ ، نقل نویس ، پروف پڑھنے والے سبھی شامل ہیں ۔ ان مباحث کے لیے زبان جتنی زیادہ سے زیادہ آسان اور عام فہم اختیار کی جا سکتی تھی ، کی گئی ہے ۔ مثالیں ہر جگہ دی گئی ہیں ۔

دنیا کی شاید ہی کوئی ترقی یافتہ زبان ہو جس کا املا پوری طرح صوتی ہو ۔ حروف کی صوتی اقدار میں عدم مطابقت کئی زبانوں میں ملتی ہے ۔ اردو میں حروف صحیح آوازوں سے زیادہ ہیں اور حروف علت آوازوں سے کم ۔ اس سے کچھ پیچیدگیاں تو پیدا ہوتی ہی ہیں ، لیکن ان سے مفر بھی نہیں ۔ اس کمیٹی کا کام اردو املا میں تبدیلیاں کرنا

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

نہیں تھا ۔ اصل مقصد یہ تھا کہ املا میں جو بے اعتدالیاں اور بے قاعدگیاں راہ پا گئی ہیں ، ان کو دور کیا جائے اور صحت اور اصول کی راہ دکھائی جائے ۔ کمیٹی جناب ڈاکٹر مسعود حسین خاں ، وائس چانسلر ، جامعہ ملیہ اسلامیہ اور جناب مالک رام صاحب کی ممنون ہے کہ انہوں نے اپنے قیمتی مشوروں سے مستفید ہونے کا موقع دیا ۔

* * *

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

الف

۱۔ ادنیٰ ، اعلیٰ :

عربی کے کچھ لفظوں کے آخر میں جہاں الف کی آواز ہے ، وہاں بجائے الف کے ي لکھی جاتی ہے ۔ اس ي پر ایک چھوٹا الف نشان کے طور پر بنا دیا جاتا ہے؛ جیسے : اعلیٰ ، ادنیٰ ، عیسیٰ ، موسیٰ ، صغریٰ ، معلّیٰ ، اولیٰ ، مولیٰ ، مجتبیٰ ۔ یہ عربی کا طریقۂ کتابت تھا کہ الف کی جگہ ي لکھی جائے اور اس کو پڑھا الف کی طرح جائے ۔ اس قبیل کے کئی الفاظ اردو میں پہلے ہی معمولی الف سے لکھے جاتے ہیں ؛ مثلاً :

ماجرا	تماشا	تقاضا	مُتّقا
تولّا	مَولا	مَولانا	مُدّعا

لیکن زیادہ تر الفاظ کے سلسلے میں اردو میں ایک طرح کا تذبذب شامل حال رہا ہے ، بعض کو جوں کا توں رہنے دیا جاتا ہے ، بعض کو الف سے لکھ دیا جاتا ہے اور بعض لفظ دونوں طرح رائج ہیں ؛ مثلاً :

مصلّا	:	مصلّیٰ	معلّا	:	معلّیٰ	قوا	:	قویٰ
لیلا	:	لیلیٰ	ہیُولا	:	ہیُولیٰ	مَولا	:	مولیٰ

اردو میں اس املائی انتشار کو دور کرنے کے لیے ایک سیدھا سا اصول یہ ہو سکتا ہے کہ ایسے تمام الفاظ کو ویسے لکھنا چاہیے ۔ جیسے یہ بولے جاتے ہیں ؛ یعنی ایسے تمام لفظ جو الف مقصورہ سے لکھے جاتے ہیں ، اردو میں معمولی الف سے لکھے جائیں ؛ جیسے :

اعلا	ادنا	مُعلّا	مُصفّا	مُستثنا
دعوا	لَیلا	ہُدا	مُعرّا	صُغرا
سلما	مُقتضا	کُبرا	مُقتدا	مُصلّا
ماوا	قُوا	حُسنا	بُشرا	تقوا

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

تحت الثّرا	من وسلوا	اردوئے معلّا	ہیولا	مقفّا
منادا	(ید) طولا	متبنّا	مثنّا	(عہد) وسطا
اولا	مسمّا	طوبا	عقبا	نصارا
مدّعا علیہ	متوفّا	رومت الکبرا	حتّا کہ	نورالہدا
مجلسِ شورا	بدرالدجا	شمس الہدا	تعالا	فتوا

۲۔ دعوائے پارسائی ، لیلائے شب :

اضافت کی صورت میں بھی ان لفظوں کو الف سے لکھا جانا چاہیے ؛ جیسے :

دعوائے پارسائی   لیلائے شب   فتوائے جہاں داری

۳۔ دم عیسیٰ ، شرمندۂ معنی :

اگر دعوا یا تقوا جیسا کوئی لفظ ی پر ختم ہونے والے عام لفظوں یعنی تسلی یا معنی کے ساتھ ہم قافیہ آئے تو وہاں اسے حرف روی کی رعایت سے ی سے لکھنا ہی مناسب ہو گا ؛ مثلاً غالب کی غزل :

دہر میں نقش وفا وجہ تسلی نہ ہوا
ہے وہ لفظ کہ شرمندۂ معنی نہ ہوا

میں مقطع کا دوسرا مصرع :

ناتوانی سے حریف دم عیسی نہ ہوا

اور اگر قافیہ الف کے ساتھ ختم ہونے والے لفظوں کے ساتھ آئے تو پھر دعوا اور تقوا لکھنا چاہیے ؛ مثلاً :

جب تک دہان زخم نہ پیدا کرے کوئی
مشکل کہ تجھ سے راہ سخن وا کرے کوئی

میں یہ مصرع :

کب تک خیال طرۂ لیلا کرے کوئی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ان موقعوں پر اصول یہ ہونا چاہیے کہ قافیے کی ضرورتوں کی پابندی کی جائے۔

۴۔ عیسیٰ ، موسیٰ :

عیسیٰ ، موسیٰ ، یحییٰ بہ طور نام مستعمل ہیں۔ اصولاً ان کو بھی ایسے اور الفاظ کی طرح الف سے لکھنا چاہیے؛ لیکن خاص نام ہونے کی بنا پر اگر ان کو قدیم چلن کی پیروی میں یا سے لکھا جائے تو اس کو بھی صحیح سمجھنا چاہیے:

محمد مصطفیٰ	علی مرتضیٰ	احمد مجتبیٰ
عیسیٰ	موسیٰ	یحییٰ

ان کی اضافت کی صورت بھی پرانی طرح ہو گی ، جیسے موسیِ عمران ، عیسیِ دوراں۔

۵۔ اللہ :

لفظ اللہ کی رائج اور متعارف صورت میں تبدیلی کی ضرورت نہیں۔

۶۔ الٰہ ، الٰہی :

لفظ " الٰہ " اور " الٰہی" کو بھی مستثنا قرار دینا چاہیے۔ ان کا یہی املا رائج ہے اور یہی برقرار رہے گا۔ اسی طرح الٰہ آباد ، بار الٰہ ، الٰہی بخش ، الٰہیات ، ولی اللٰہی ، الٰہ العالمین بھی جوں کے توں لکھے جائیں۔

۷۔ عربی مرکبات :

یہ بات بھی اصول کے طور پر مان لینی چاہیے کہ عربی کے مکمل ٹکڑے ، جملے ، عبارتیں یا اجزا جب اردو میں منقول ہوں تو ان کو عربی کے طریقۂ کتابت کے مطابق لکھا جائے۔ مثلاً

عَلَی الرَّغْم　　عَلَی الصَّبَاح　　عَلَی الْعُمُوْم

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

عَلَی الخُصُوص   عَلَی الحِسَاب   حَتَّی الاِمکَان

حَتَّی الوُسعْ   حَتَّی المَقدُور

۸۔ رحمٰن ، اسمٰعیل :

کچھ الفاظ عربی کے طریق املا کے مطابق بیچ کے الف کے بغیر لکھے جاتے ہیں ، لیکن تلفظ میں الف آتا ہے ، جیسے رحمٰن ، اسمٰعیل ۔ اردو میں ان میں سے کئی لفظ پہلے ہی سے الف لکھے جاتے ہیں ، چنانچہ انجمن کی کمیٹی اصلاح رسم خط کی اس تجویز کو مان لینا چاہیے "ایسے سب لفظوں کو الف کے ساتھ لکھا جائے" :

رحمان	سلیمان	اسحاق	اسماعیل
ابراہیم	یاسین	صلات	زکات
	مولانا	لقمان	

۹۔ علٰحدہ :

علٰحدہ یا علیحدہ کو علاحدہ لکھنا چاہیے ، اسی طرح علاحدگی ۔

۱۰۔ لہٰذا :

لفظ لہٰذا کی بھی رائج صورت میں تبدیلی کی ضرورت نہیں ، کیونکہ یہ لفظ اسی املا کے ساتھ پوری چلن میں آ چکا ہے ۔

۱۱۔ معمہ ، تمغہ :

عربی اور ترکی کے کچھ لفظوں میں الف ہے ، ان کو غلطی سے ہ سے لکھا جاتا ہے ۔ ان سب کو الف سے لکھنا چاہیے ۔ (قوسین کا املا غلط ہے) :

(معمہ) معما	(تماشہ) تماشا	(تقاضہ) تقاضا
(شوربہ) شوربا	(چغہ) چغا	(حلوہ) حلوا
(مربہ) مربا	(سقہ) سقا	(مچلکہ) مچلکا
(بقایہ) بقایا	(عاشورہ) عاشورا	(قورمہ) قورما
(ناشتہ) ناشتا	(ملغوبہ) ملغوبا	(الغوزہ) الغوزا

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

طالب کی جمع طلبہ اور صوفی کی جمع صوفیہ ہے ؛ ان الفاظ کو الف سے لکھنا غلط ہے ۔

۱۲۔ بالکل ، بالترتیب :

ایسے مرکب لفظ اردو میں اچھی خاصی تعداد میں ہیں جنھوں نے عربی قاعدے کے مطابق الف لام کے ساتھ ترکیب پائی ہے ۔ ایسے مرکبات کی دو صورتیں ہیں ، ایک وہ جہاں الف لام حروف شمسی (ت ، ث ، د ، ذ ، ر ، ز ، س ، ش ، ص ، ض ، ط ، ظ ، ل ، ن) سے پہلے آیا ہے اور بعد کا حرف مشدد بولا جاتا ہے تو لام شامل تلفظ نہیں رہتا ؛ جیسے : عبدالستار ، یا بالترتیب میں ۔ دوسرے وہ جن میں الف لام حروف قمری (باقی حروف) سے پہلے آیا ہے تو الف لام شامل تلفظ رہتا ہے ؛ جیسے : بالکل یا ملک‌الموت میں ۔ ہمیں سید ہاشمی فرید آبادی کی اس تجویز سے اتفاق نہیں کہ حروف شمسی و قمری کا فرق اردو میں اٹھا دینا چاہیے ۔ ہمارا خیال ہے کہ یہ طریقہ اردو املا کا جز ہو چکا ہے ، اس کو بدلنا ممکن نہیں ۔ چنانچہ ایسے تمام الفاظ کا وہی قدیم املا برقرار رکھنا چاہیے :

انالحق فی‌الحال بالکل بالفعل ملک‌الموت

البتہ یہ ضروری ہے کہ جہاں لام آواز نہ دے وہاں لام کے بعد والے حرف پر تشدید لگائی جائے[۱] اور ان الفاظ میں الف لام کو اردو کے خاموش حروف تسلیم کر لیا جائے ۔ پڑھنے والے کو تشدید سے معلوم ہو جائے گا کہ لام تلفظ میں نہ آئے گا :

شجاعُ الدّولہ عبدُالسّتار عبدالرّزاق

بالتّرتیب لغاتُ النّسا فخرُالدّین

۱۔ انجمن نے الف لام پر چھوٹا خط بنانے کی جو سفارش کی تھی ، وہ غیر ضروری ہے ۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

الف ممدودہ

الف ممدودہ کا مسئلہ صرف مرکبات میں پیدا ہوتا ہے ؛ یعنی دل آرام لکھا جائے یا دلارام ۔ ایسی صورت میں اصول ہونا چاہیے کہ معیاری تلفظ کو رہنما بنایا جائے اور مرکب جیسے بولا جاتا ہو ، ویسے لکھا جائے ۔

بغیر مد کے : برفاب تیزاب سیلاب
زہراب خوشامد

مع مد کے : گردآلود دل آویز عالم آرا
جہان آباد دل آرا دل آرام
خمار آلود قہرآلود

تنوین

اردو میں عربی کے ایسے کئی لفظ استعمال ہوتے ہیں جن پر دو زبر آتے ہیں ؛ جیسے : فوراً ، عموماً ، اتفاقاً ، تنوین اردو املا کا حصہ بن چکی ہے ۔ اس لیے اسے بدلنا مناسب نہیں ۔ چنانچہ فوراً کو فورن لکھنے کی سفارش نہیں کی جا سکتی ۔ اس کو فوراً لکھنا ہی مناسب ہوگا ۔ البتہ وہ لفظ تصفیہ طلب ہیں جن کے آخر میں ت آتی ہے ۔ عربی میں تائے دراز (ت) اور تائے مدوّر (ۃ) میں فرق کیا جاتا ہے اور جن لفظوں کے آخر میں تائے مدوّر لکھی جاتی ہے ، ان میں ۃ کے بعد الف کا اضافہ نہیں کیا جاتا ، بلکہ اسی پر دو زبر لگا دیے جاتے ہیں ؛ جیسے : عادۃً ۔ لیکن جن لفظوں کے آخر میں تائے دراز ہے ، ان میں ت کے بعد الف کا اضافہ کیا جاتا ہے : جیسے : وقتاً ۔

اس ضمن میں ہمیں اوّل تو ڈاکٹر عبدالستار صدیقی کے اس اصول کو تسلیم کر لینا چاہیے :

”عربی کی ۃ کو ہمیشہ اردو میں ت لکھنا چاہیے ۔“

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

اب تنوین کے لیے ت والے لفظوں کے بارے میں قاعدہ یہ ہوا کہ سب لفظوں کے آخر میں الف کا اضافہ کر کے تنوین لکھی جائے ؛ مثلاً :

عادتاً	نسبتاً	مروتاً	ضرورتاً
شکایتاً	ارادتاً	فطرتاً	کلیتاً
	قدرتاً	حقیقتاً	

ت ، ۃ

اوپر ہم تنوین کے سلسلے میں ڈاکٹر عبدالستار صدیقی کے اس اصول کو پہلے ہی اپنا چکے ہیں کہ اردو کے حروف تہجی میں تاے مدوّر نام کی کوئی چیز نہیں ۔ چنانچہ اردو عربی کے ایسے تمام الفاظ کو جو تاے مدوّر کے ساتھ آتے ہیں ، ہمیشہ ت سے لکھنا چاہیے :

صلات	زکات	تورات
بابت	مُسمّات	مشکات

ت ، ط

اردو میں کچھ لفظ ایسے ہیں جو ت اور ط دونوں سے لکھے جاتے ہیں ، ان کو صرف ت سے لکھنا چاہیے ۔ قوسین کا املا اب ترک کر دینا چاہیے :

تپش (طپش)	تپاں (طپاں)	تمانچہ (طمانچہ)
توتا (طوطا)	تشت (طشت)	تشتری (طشتری)
توتیا (طوطیا)	تہران (طہران)	تہماسپ (طہماسپ)
غلتاں (غلطاں)	تیار (طیار)	تیاری (طیاری)
	تلاطم (طلاطم)	

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ذ ، ز ، ژ

۱ - گزارش ، گزشتہ

فارسی مصادر پذیرفتن ، گذشتن اور گذاشتن کے جملہ مشتقات میں ذال لکھی جائے گی ۔ اور گزاردن (بہ معنی ادا کرنا ، پیش کرنا) کے مشتقات میں زے آئے گی ۔

جیسے :

ذال سے :	گذشتہ	گذشتگان	رہ گذر	راہ گذار
	سرگذشت	واگذاشت	پذیرفتہ	پذیرائی
		دل پذیر	درگذر	
زے سے :	گزارش	باج گزار	خدمت گزار	شکر گزار
		عرضی گزار	مال گزاری	

گزرنا اور گزارنا چونکہ اردو کے مصدر ہیں ، اس لیے ان کی تمام تصریفی شکلیں ز سے لکھی جانی چاہییں ۔

اس سلسلے کے بعض متنازعہ فیہ الفاظ یہ ہیں :

آزر :

حضرت ابراہیمؑ کے والد یا چچا کا نام زے سے ہے : جیسے : آزر بُت تراش اور آزرکدہ بہ معنی بُت کدہ اور آگ کے معنی میں یہ لفظ ذال سے ہے ۔ یہ ایک رومی مہینے کا نام بھی ہے ، جیسے : آذرکدہ ، بہ معنی آتش کدہ ۔ اور آذرفشاں ، بہ معنی آتش فشاں ۔

آذربائیجان : (شہر کا نام)

رذیل

زرتشت

زخّار : (بحر زخّار)

آزوقہ : (غذائے قلیل)

ازدحام : (اژدہام ، اژدحام ، ازدہام غلط ہے ۔ اس کا مادہ "زحم" ہے)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

گزند	گزاف	ناگزیر

ذرّہ : (کسی چیز کا بہت چھوٹا ٹکڑا)

زرا : (تھوڑا ، قلیل) ڈاکٹر صدیقی نے بھی ز سے لکھنے پر زور دیا ہے ۔

ذات : (نفس ، شخص ، قوم ، نژاد ، ہندی جات)

۲ ۔ ژ :

ذیل کے لفظوں کا صحیح املا ژ سے ہے :

مژہ	مژدہ	اژنگ
واژوں	مژگاں	پژمردہ
ژالہ	ژالہ باری	ژاژ
نژاد	پژمردگی	ژرف
ژولیدہ	کژدم	اژدہا
	اژدر	

س ، ص

س کے بعد جب ایک سے زیادہ حرف آئیں جن کو شوشے سے ظاہر کیا جاتا ہے ، اس صورت میں بہتر یہ ہے کہ دندانہ دار سین کے بجائے کشش دار س بنایا جائے :

یاسین	سننا	کشمکش
شمس	کشش	شمسی

بعض الفاظ جن میں س اور ص کا جھگڑا ہے ، یہ ہیں :

قسائی : س سے لکھا جائے گا ۔ یہ کہا گیا ہے کہ یہ لفظ "قساوۃ" سے بنا ہے ۔

مسالا : دہلی میں "مصالح" تھا ۔ لکھنؤ میں "مسالہ" ہوگیا ۔ اسی صورت کو اختیار کرنا چاہیے ۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

مسرا : ہندوستانی ذات ہے ۔ ص سے لکھنا غلط ہے ۔

مسل : رویدادِ مقدمہ کے معنی میں اس کا املا س سے رائج ہے ، اسی کو اپنانا چاہیے ۔

نون اور نون غنّہ

۱ ۔ گنبد ، انبہ :

کسی لفظ میں نون ساکن کے بعد ب ہو تو نون کی آواز م میں بدل جاتی ہے ۔ لکھنے میں تو نون ہی آتا ہے ، لیکن پڑھا م جاتا ہے ۔ جیسے : گنبد ، انبار ، جنبش ، انبہ ، انبالا ۔ اس ضمن میں ڈاکٹر عبدالستار صدیقی کے اس اصول کو تسلیم کر لینا چاہیے کہ اگر عربی ، فارسی کا لفظ ہے تو املا میں اصل کی پیروی کی جائے اور اگر دیسی لفظ ہو تو م لکھا جائے :

عربی ، فارسی الفاظ :

گنبد	جنبش	منبر	زنبور
شنبہ	انبار	انبساط	انبوہ
تنبورہ	دنبال	سنبل	عنبر

دیسی الفاظ : (قوسین کا املا ترک ہونا چاہیے)

امبالہ	(انبالہ)	اچمبھا	(اچنبھا)	تمباکو	(تنباکو)
تمبولی	(تنبولی)	کمبوہ	(کنبوہ)	کھمبا	(کھنبا)
چمپا	(چنپا)	امبہ	(انبہ)		

۲ ۔ گننا ، سننا :

اردو میں کئی مصدر ہیں جن میں دو نون ہیں ۔ جیسے : بننا ، گننا ، سننا ۔ ان میں ایک نون تو مادۂ فعل ہے ، دوسرا علامت مصدر کا (بن + نا ، گِن + نا ، سن + نا) اکثر غلطی سے ایسے مصدروں کو مشدد

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

نون سے لکھا جاتا ہے (بُنّا، گُنّا، سُنّا) ۔ اصول یہ ہے کہ ایسے تمام مصدروں میں دو نون لکھنے چاہییں ۔ اس سے ذیل کے جوڑوں میں اسلائی امتیاز بھی ملحوظ رہے گا :

بُننے (فعل) : بَنّے (بھائی) لقب

چُننی (فعل) : چُنّی (دوپٹہ)

سُننی (فعل) : سُنّی (فرقہ)

۳ ۔ نون غنہ :

انجمن کی اصلاحِ رسمِ خط کمیٹی کی اس تجویز سے اتفاق نہیں کیا جا سکتا " نون غنہ کو منفصل لکھا جائے" (باںس ، پھاںس ، ہںسےگا) ۔ عام قاعدہ ہے کہ لفظ کے آخر میں نون غنہ بغیر نقطے کے لکھا جاتا ہے ۔ البتہ لفظ کے بیچ میں اس کو الٹے قوس کی علامت سے ظاہر کرنا چاہیے :

بیچ میں : ہونٹ پھاند اینٹ چونچ چاند

آخر میں : ماں جاؤں بولیں نظروں کتابیں

۴ ۔ سینچائی ، بٹائی :

لفظ کے مادے یا مصدر میں جہاں نون غنہ ہے ، وہاں ماخوذ شکلوں میں کہیں تو نون غنہ لکھا جاتا ہے اور کہیں نہیں ؛ مثلاً : پھینکنا سے پھنکوانا میں تو نون غنہ ہے ، لیکن بانٹنا سے بٹنا یا بٹائی بغیر نون غنہ کے صحیح ہے ۔ ایسی صورت میں اصول یہ ہونا چاہیے کہ معیاری تلفظ کی پیروی کی جائے ، یعنی ماخوذ لفظوں میں جہاں بولنے میں نون غنہ نہیں آیا ، وہاں تو نہ لکھا جائے ؛ لیکن جہاں آتا ہے ، خواہ کتنا ہی خفیف کیوں نہ ہو ، وہاں ضرور لکھا جائے ۔ جیسے :

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

نون غنہ کے ساتھ :

سینچنا	سے	سینچائی	ہنسنا	سے	ہنسائی
پھنسنا	سے	پھنسوانا	کھینچنا	سے	کھنچائی
پھینکنا	سے	پھنکوانا	بانہہ	جمع	بانہیں

نون غنہ کے بغیر

باںٹنا سے بٹنا ، بٹائی ، بٹوارا ، بٹوانا ، بٹانا

پونچھنا سے پچھنا ، ۔ ڈھانک سے ڈھکنا

جانچنا سے جچنا (یہ بات کچھ جچی نہیں)

چھانٹنا سے چھٹنا ، چھٹی ، چھٹائی ، چھٹ (بادل چھٹ گئے)

۵ - گانو ، پانو :

گانو ، پانو ، چھانو : جیسے : اس کا مقابلہ اگر مضارع گاؤں (گانا سے) پاؤں (پانا سے) اور چھاؤں (چھانا سے) کیا جائے تو معلوم ہوگا کہ مضارع میں آخر آواز آوں ہے ، یعنی اَو کی غنیت کے ساتھ ، جب کہ اس میں آخری آواز واو ساکن یعنی اعلان کی واو ہے ۔ ان میں غنیت کا عمل دراصل الف کے فوراً بعد شروع ہو جاتا ہے ۔ واو (جو نیم مصوتہ ہے اور لہریہ کا کام دیتی ہے) کو متاثر کرتا اور اس کا کچھ اثر بعد تک رہتا ہے ۔ اس لیے اکثر مغالطہ ہوتا ہے اور ان لفظوں کو کئی طرح لکھا جاتا رہا ہے ؛ جیسے : گانو ، گاؤں ، گانوں ، گانؤں ۔ اب ان کی ایک لکھاوٹ کو اختیار کرنا چاہیے ۔ ان الفاظ میں چونکہ نون غنہ کا صحیح مقام وہی ہے ، جہاں سے غنیت شروع ہوتی ہے ، یعنی الف کے فوراً بعد ، اس لیے ان کا صحیح املا یہ ہے :

پانو گانو چھانو ٹھانو

کھڑانو نانو

۶ - مہندی ، سہنگی :

اس قبیل کے الفاظ میں املا کی دقت نون غنہ کے مقام کی وجہ سے پیدا ہوتی ہے ۔ صوتیات کا اصول ہے کہ غنیت بجائے خود کوئی صوت

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

نہیں بلکہ مصوتہ (حرف علت یا حرکات) کی خصوصیت ہے ۔ نیز ہ کے بارے میں معلوم ہے کہ ہ کی آواز مصوتے سے مل کر ادا ہو سکتی ہے ۔ ایسے لفظوں میں یہی عجوبہ ہوتا ہے کہ غنیت کا اثر ہ سے پہلے (یعنی م کے زبر سے) شروع ہو جاتا ہے اور ہ پر حاوی رہنے کے بعد بھی خفیف سا ظاہر ہوتا ہے ۔ اس لیے اکثر غلط فہمی ہوتی ہے کہ نون غنہ ہ کے بعد ہے ، حالانکہ ایسا نہیں ۔ ہ کے بعد تو دراصل دوسرا صوتی رکن شروع ہو جاتا ہے (منہ+دی ، منہ+گی mɛ̃hgī ، mɛ̃hgī) منہہ ، مونہہ جیسے الفاظ میں تو ہم پہلے ہی نون غنہ کو ہ سے پہلے لکھتے ہیں ۔ دوسرے الفاظ کے لیے بھی یہی اصول ہونا چاہیے کہ نون غنہ کو ہ سے پہلے لکھا جائے :

منہدی	منہگی	منہگا	لنہگا
	بنہگی	منہگائی	

۷ ۔ چانول ، گھانس :

ذیل کے الفاظ نون غنہ کے ساتھ غلط ہیں :

چانول	گھانس	سونگھنا	کینچوا	سونچھ

ذیل کے الفاظ نون غنہ کے ساتھ صحیح ہیں :

پینٹھ	پانسا	سانں
گھونسا	کنوارا	منجدھار
کینچلی	جھونپڑا	کنواں

واو

۱ ۔ اوس ، اودھر :

قدیم اردو میں اعراب بالحروف کا عام رواج تھا ۔ خاص طور سے پیش کو ظاہر کرنے کے لیے واو لکھتے تھے ، مثلاً :

اوس	اودھر	اودھم	اونہانا	موتہہ

ایسے تمام الفاظ کو اب بغیر واو کے لکھنا چاہیے ۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

۲ ۔ لوہار ، لُہار :

اردو میں کچھ لفظ ایسے ہیں جن کی اصل میں تو واو موجود ہے ، جیسے : لوہا ، موچھ ، اونچا ، لیکن ان سے نکلنے والے لفظوں کا تلفظ چونکہ پیش سے ہوتا ہے ، اسی لیے انھیں بغیر واو کے لکھنا چاہیے ۔ لُہار ، چھندر ، اُنچائی ۔ اس قبیل کے بعض دوسرے الفاظ جن میں واو لکھنے کی ضرورت نہیں ، نیچے درج ہیں :

دکان	پہنچنا	پہنچانا	پہنچ
مٹاپا	بڑھاپا	نکیلا	اُدھار
چغا (چوغہ غلط)	دلارا	دلاری	دلار

۳ ۔ رومال ، رمالی :

رومال میں واو لکھا جائے گا ، لیکن رمالی (رُمالی) پیش سے صحیح ہے ۔

۴ ۔ ہندوستان ، ہندستان :

دونوں صحیح ہیں ۔ عام تحریر میں "ہندستان" (بغیر واو) مرجح سمجھنا چاہیے ۔

۵ ۔ جزو ، جز :

اصل عربی لفظ جزء (ہمزہ کے ساتھ) ہے ۔ اردو میں جز لکھنا چاہیے۔ البتہ ترکیب میں جزو جائز ہے ۔ اس لفظ کے تمام متعلقات بغیر واو لکھنے چاہییں ۔ جیسے جزدان ، جزرس وغیرہ ۔

۶ ۔ روپے ، روپیا :

ان لفظوں کو کئی طرح بولا اور لکھا جاتا ہے ۔ اصولاً اس کو روپیا اور محرف صورت میں روپے لکھنا چاہیے ۔

۷ ۔ دوگانا ، دگنا :

مرکبات میں یہ اصول اپنانا چاہیے کہ واو صرف وہیں لکھا جائے جہاں معیاری تلفظ میں سنائی دے ۔ مثلاً دوآبہ ، دو آتشہ میں واو صحیح اور دگنا ، دلائی میں پیش صحیح ہے ۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

۸ - واو معدولہ :

اردو میں واو کی مخلوط آواز کے لیے واو معدولہ استعمال ہوتا ہے۔ ایسے لفظوں میں واو کا تلفظ پیش کا سا ہوتا ہے ، جو بعد میں آنے والے الف کے ساتھ ملا کر بولا جاتا ہے ؛ جیسے :

خواب خواجہ خواہش خوار خواہ
خدانخواستہ استخوان افسانہ خوان درخواست

الف والے الفاظ میں واو معدولہ کا صوتی ماحول طے ہے ، اور تلفظ میں کسی مغالطے کا امکان نہیں ۔ البتہ خود ، خوراک جیسے الفاظ میں (جو تعداد میں بہت کم ہیں) ابتدائی کتابوں کے لیے چھوٹی لکیر کی علامت کو اپنایا جا سکتا ہے ؛ جیسے :

خود خوراک خوش خودی خورشید

ذیل کے الفاظ بغیر واو کے ہیں ۔ ان میں واو معدولہ کو خواہ مخواہ فرض کر لیا گیا ہے :

خرد خردہ برخاست خانساماں

ھائے مختفی

۱ - بھروسہ ، بھروسا :

ہائے مختفی عربی ، فارسی الفاظ کے آخر میں آتی ہے (نغمہ ، تشنہ ، جلوہ ، پردہ ، دیوانہ ، شگفتہ ، درجہ ، جلسہ) دیسی لفظوں کے آخر میں الف ہوتا ہے (بھروسا ، گملا ، اکھاڑا ، اڈا ، دھبا ، انڈا) ہائے مختفی حرف نہیں ، ایک طرح کی علامت ہے جس کا کام لفظ کے آخر میں حرفِ ماقبل کی حرکت کو ظاہر کرنا ہے ۔ ہمیں ڈاکٹر عبدالستار صدیقی کے اس خیال سے اتفاق نہیں " اردو میں مختفی ہ کا وجود نہیں اور یہ دیسی الفاظ کے آخر میں نہیں آ سکتی "۔ واقعہ یہ ہے کہ چند دیسی الفاظ میں آخری مُصمّتے (حرفِ صحیح) کی حرکت کو ظاہر کرنے کے لیے اردو املا میں سوائے مختفی ہ کے کسی اور علامت سے مدد لی ہی نہیں جا سکتی ۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

البتہ ڈاکٹر عبدالستار صدیقی کا یہ قول صحیح ہے کہ اردو والوں نے مختفی ہ کی اصلیت کو بھلا دیا اور ٹھیٹھ اردو لفظوں میں مختفی ہ لکھنے لگے۔ چنانچہ اصول یہ ہونا چاہیے کہ ایسے تمام دیسی لفظوں کو جو عربی فارسی کی نقل میں خواہ مخواہ مختفی ہ سے لکھے جاتے ہیں ، الف سے لکھنا چاہیے :

بھروسا	بھوسا	کونا	آریا	آرا
آنولا	اڈا	اٹھوانسا	اکھاڑا	انترا
انگڑا	انگرکھا	باڑا	بتاشا	بٹوا
بیڑا	باجا	بلبلا	بنجارا	پانسا
پٹاخا	پٹارا	پٹڑا	پنواڑا	پھیپھڑا
تکیا	توبڑا	جالا	ٹھپّا	ٹڈّا
پھندا	ہنڈولا	چاولا	چبوترا	چٹخارا
چٹکلا	دریا	دسہرا	دھندا	رجواڑا
ڈبیا	خراٹا	سہرا	کنپاجا	کیوڑا
کٹورا	گینڈا	لالا	موگرا	نگوڑا

۲ ۔ تصریفی الفاظ

وہ تمام تصریفی شکلیں جن میں عربی فارسی کا کوئی جز ہو ، لیکن تہنید کی کوئی صورت پیدا ہو چکی ہو ، الف سے لکھنی چاہییں :

چوراہا	بال خورا	بدلا	بے فکرا	نو دولتا
کبابیا	ملیدا	دسپنا	چھپاہا	سترنگا
نقشا	نصیبا	پرچا	خرچا	نشیلا
بسترا	غبارا	زردا	خون خرابا	آب خورا
امام باڑا	اک منزلا	بے صبرا	بے گھرا	جوشیلا
تھکا ماندا	شیخی خورا	خاکا	خوجا	دو رخا

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

۳ ۔ یوروپی الفاظ :

اسی اصول کے تحت یوروپی زبانوں سے آئے ہوئے الفاظ کے آخر میں بھی الف لکھنا چاہیے :

کمرا ڈراما فرما مارکا سوڈا

۴ ۔ پٹنہ ، آگرہ :

ڈاکٹر عبدالستار صدیقی کے اس قول کو تسلیم کر لینا چاہیے کہ شہروں کے ناموں کو اس طرح لکھا جانا چاہیے جس طرح وہ رائج ہیں :

آگرہ کلکتہ پٹنہ باندہ ٹانڈہ

البتہ اِمالے کی صورت میں ان کو "ے" سے لکھنا چاہیے :

آگرے کلکتے پٹنے باندے ٹانڈے

۵ ۔ دانا ، دانہ :

ذیل کے جوڑوں میں پہلے لفظ کے آخر میں الف ہے ، اور دوسرے میں مختفی ہ ہے یعنی خفیف الف کی آواز ہے ۔ یہ اسی طرح صحیح ہیں ۔ ان کو ایسے ہی لکھنا چاہیے اور ان میں باہمی امتیاز ضروری ہے :

دانا : دانہ چارا : چارہ
خاصا : خاصہ پارا : پارہ
لالا : لالہ نا : نہ نالا : نالہ

(نا اور نہ کے فرق کے لیے یہ مثالیں ملاحظہ ہوں
نہ وہ آیا نہ میں گیا
آؤ گے نا ؟ نا بھائی ، ہم نہیں آئیں گے
ع جھانکنا تاکنا کبھو نہ گیا)

۶ ۔ پردے ، جلوے (محرّف شکلیں)

جب ہائے مختفی والے الفاظ (پردہ ، عرصہ ، جلوہ ، قصہ) محرف ہوتے ہیں تو تلفظ میں آخری آواز ے ادا ہوتی ہے ۔ لکھاوٹ میں بھی تلفظ کی پیروی ضروری ہے ۔ چنانچہ ایسے تمام الفاظ کی محرف شکلوں میں ے لکھنی چاہیے :

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

بندے	(کا)	پردے	(پر)	عرصے	(سے)
جلوے	(کی)	سے خانے	(تک)	افسانے	(میں)
غصے	(میں)	مدرسے	(سے)	مرثیے	(کے)

۷ ۔ موقعہ ، معہ :

مندرجہ ذیل لفظوں میں ہائے مختفی کا اضافہ نہیں ہوگا :

موقع　　مع　　مصرع　　بابت　　آیت

۸ ۔ سنہ ، سن :

سنہ بہ طور علامت ہائے مختفی سے رائج ہے اور یہی املا صحیح ہے ۔ جیسے سنہ ہجری ، سنہ عیسوی ۔ سن بمعنی عمر بغیر "ہ" کے صحیح ہے :

برس پندرہ یا کہ سولہ کا سن　　جوانی کی راتیں مرادوں کے دن

۹ ۔ جگہ ، توجہ :

آخر لفظ میں جہاں ہ خفیف الف کی نہیں بلکہ ہ کی آواز دیتی ہو ، یعنی جہاں ہ تلفظ میں آتی ہو (ہائے ملفوظ ساکن) وہاں لیجے ہ کا شوشہ ضرور لگانا چاہیے ۔ ہائے مختفی اور ہائے ملفوظ میں یہی شوشہ وجہ امتیاز ہوگا :

جگہ　　بہ　　منہ　　سہ　　تہ　　یہ[1]　　سہ

توجہ　　توبہ　　کہ　　(کہ یعنی کاف بیانیہ سے فرق لازمی ہے)

تشبیہ　　توجیہ　　تنبیہ

ہائے ملفوظ ساکن کے ساتھ ہائے مختفی کا اضافہ غلط ہے :

جگہہ　　کہہ　　یہہ　　تہہ　　بہہ　　سہہ

۱۔ یہ میں ہ کی آواز بہت کمزور ادا ہوتی ہے ۔ اس لیے یہ کو ہ کے شوشے کے بغیر لکھنا بھی صحیح ہے ۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

۱۰ - شبہہ ، قہقہہ :

آخر لفظ میں جہاں ہائے ملفوظ متحرک ہو یعنی ہ کے بعد حرف علت کی آواز سنائی دے ، وہاں ہائے ملفوظ کے بعد ہائے مختفی لکھنی چاہیے :

شبہہ جبہہ قہقہہ مشافہہ

(ہائے حطی والے الفاظ پہلے ہی اسی اصول کے مطابق صحیح لکھے جاتے ہیں ، فاتحہ ، مصافحہ ، ساخہ وغیرہ)

ہائے مخلوط

۱ - کچھ ، کچھہ ؛ مجھ ، مجھہ :

ایک زمانے میں اردو میں ہائے مخلوط اور ہائے ملفوظ کے لیے کسی ایک صورت کا تعین نہیں تھا ۔ اس کی ایک وجہ تو عربی اور فارسی میں ٹائپ کا استعمال ہے ۔ دوسرے یہ کہ ان زبانوں میں ہکار آوازیں ہیں ہی نہیں ؛ اس لیے کسی خلط مبحث کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا ۔ اردو کا معاملہ دوسرا ہے ۔ ہند آریائی زبان ہونے کے ناتے بخلاف عربی اور فارسی کے اردو میں ہکار آوازوں کا پورا سٹ موجود ہے ۔ اردو میں ان کے لیے اگرچہ الگ سے حروف نہیں ، لیکن یہ واقعہ ہے کہ پھ بھ ، تھ دھ ، ٹھ ڈھ ، چھ جھ ، کھ گھ اور ڑھ اردو کی بنیادی آوازیں ہیں ۔ نیز رھ ، لھ ، مھ ، نھ اور یھ میں بھی ہکاریت کا شائبہ ہو سکتا ہے ۔ اردو میں ان کے لیے اگر ہائے مخلوط کو مخصوص نہ کر دیا جائے تو ایک طرح کی بے راہ روی پھیلتی ہے : ... ، ... اور ... ، چاہیے اور چاھیے دونوں املا رائج ہیں ۔ یہاں تک کہ ... اور گھر ، مجھ کو اور مجھکو ، ساتھ اور ساتھہ ، کچھ اور کچھہ ، بھر اور بہر ، پھر اور پہر ، پھاڑ اور پہاڑ ، بھن اور بہن ، دھلی اور دہلی ، بھاری اور بہاری میں بھی ہائے مخلوط اور ہائے ملفوظ میں امتیاز روا نہیں رکھا جاتا ۔

انجمن کی کمیٹی اصلاح رسم خط نے سفارش کی تھی اگرچہ دھ ، ڈھ ، ڑھ لکھنے میں دو حرف ہیں ، لیکن ایک ہی آواز ادا کرتے ہیں ، اس لیے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ان کو ملا کر لکھنا چاہیے : دھ ، ٹھ ، ڑھ (لفظوں کی شکلیں یہ ہوں گی : دھن ، دھرتی پڑھنا) ان حروف کا ایک آواز کو ادا کرنا تسلیم ، لیکن اردو میں متعدد مصوّتے ایسے ہیں جنھیں (لفظ کے شروع میں) ایک سے زاید حروف سے لکھنا پڑتا ہے : ایک ، اور، ایکھ ، اون ، اوج وغیرہ ۔ چنانچہ ہماری رائے ہے کہ ہائے مخلوط کو ملا کر لکھنے کی ضرورت نہیں ۔ البتہ یہ اصول واضح طور پر اپنا لینا چاہیے کہ ہائے مخلوط کو ہکار آوازوں کے لیے مخصوص کر دیا جائے ، اور ان تمام لفظوں میں جہاں یہ آوازیں آئیں ، تلفظ کی پیروی میں ان کو ہائے مخلوط (ہائے دو چشمی) سے لکھنا چاہیے :

پھول	بھول	بھاری	جھاڑ	پہاڑ
پتھر	بھر	پھر	دکھ	سکھ
دودھ	گھوڑا	چھتری	گھونٹ	جھوم
بھانڈ	پھونک	تھوڑا	پڑھ	بڑھ
مجھ	تجھ	کچھ	پھلجھڑی	

۲۔ گیارھواں ، تمھارا :

اردو میں رھ ، لھ ، مھ ، نھ ، یھ میں بھی ہائے مخلوط کا اثر ملتا ہے ۔ اس لیے ذیل کے لفظوں کو ہائے مخلوط ہی سے لکھنا چاہیے :

گیارھواں	بارھواں	تیرھواں	کولھو	کلھڑ
تمھارا	کمھار	ننھا	ننھیال	

اب ، کب ، جب ، سب ، نیز ان ، جن ، تم وغیرہ کے ساتھ جب ہی ملا کر بولا جاتا ہے تو ہائے مخلوط کی آواز سنائی دیتی ہے ۔ ایسے تمام لفظوں کو بھی ہائے مخلوط سے لکھنا مناسب ہے :

ابھی	کبھی	جبھی	سبھی	تمھاری
انھیں	تمھیں	تمھارے	جنھیں	

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

۳۔ بھنبھوڑنا ، بھنبوڑنا ؛ بھابھی ، بھابی :

اردو میں ایسے کئی الفاظ ہیں جن میں دو ہائے مخلوط لکھ دی جاتی ہیں ، جیسے بھنبھوڑنا صحیح ہے یا بھنبوڑنا ۔ اسی طرح بھوبھل یا بھوبل ، بھابھی یا بھابی ، پھوپھی یا پھوپی ۔ ایسے الفاظ کبھی ایک ہائے مخلوط اور کبھی دو ہائے مخلوط کے ساتھ دیکھنے میں آتے ہیں ۔ اس سلسلے میں اصول یہ ہونا چاہیے کہ جو لفظ دو اجزا پر مشتمل ہیں ، ان میں دونوں ھ باقی رہیں یا جن مصادر میں دو ھ مانی جائیں ، ان کے مشتقات میں بھی دو ھ باقی رہیں ۔ (مثلاً تھر + تھرانا ، پھڑ + پھڑانا) باقی لفظوں کو ایک ھ سے لکھنا چاہیے :

دو ھ سے : پھڑپھڑایا   بھربھرا   بھن بھنانا
بھن بھناہٹ   بھائیں بھائیں   پھس پھساہٹ
چھن چھناہٹ   چھل چھلاہٹ   جھن جھناہٹ
چھم چھم

ایک ھ سے : بھابی   بھوبل   پھوپی   بھبک
بھبوکا   بھنبوڑنا   ڈھونڈنا   ڈھیٹ   ڈھنڈورا
گھونگٹ   بھبکی   گھنگرو

ہمزہ

اردو میں ہمزہ مستقل حیثیت رکھتا ہے ۔ اردو املا کا تصور ہمزہ کے بغیر کیا ہی نہیں جا سکتا ، کیونکہ ہمزہ اردو کے بے شمار لفظوں میں آتا ہے ۔ انجمن ترقی اردو کی کمیٹی اصلاحِ رسمِ خط نے ڈاکٹر عبدالستار صدیقی کی تجویز پر یہ سفارش کی تھی ”ہمزہ جب کسی منفصل حرف کے بعد آئے تو بالکل جدا لکھا جائے“ جیسے : آءو ، آءی ، جاءو ، آءیں ، بھاءی ، سوءیں ، آءے ، سناءے ، ماءل ، گھاءل ، داءر ، ساءر ، تاءید ، داءرے ، جاءے ، رعناءی ۔ لیکن یہ رائج نہیں ہو سکا ۔ ہمزہ حرف یا شوشے کے اوپر ہی لکھا جاتا ہے اور اس میں کوئی قباحت نہیں ، چنانچہ اسی طریقے کو قبول کر لینا چاہیے ۔

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

۱- ہمزہ کا استعمال :

ہمزہ حرکت کا قائم مقام ہے۔ اردو میں ہمزہ کے استعمال کے بارے میں آسان سا یہ اصول نظر میں رہنا چاہیے :

جس لفظ میں دو مصوتے (حرف علت یا حرکات) ساتھ ساتھ آئیں اور اپنی اپنی آواز دیں (پوری یا جزوی) ، وہاں ہمزہ لکھا جائے ؛ جیسے :

کو+ئی	جا+ئے	کھا+ؤ	دکھا+ئیں	نا+ئی
لکھنؤ+ؤ	غا+ئب	قا+ئدہ	جا+ئز	جا+ؤں

۲- ہمزہ اور الف :

عربی کے متعدد مصادر ، جمعیں اور مفرد الفاظ کے آخر میں اصلاً ہمزہ ہے ؛ جیسے :

ابتداء	انتہاء	املاء	انشاء	شعراء
حکماء	ادباء	علماء	فقراء	وزراء

اردو میں یہ لفظ الف سے بولے جاتے ہیں ؛ اس لیے انھیں ہمزہ کے بغیر لکھنا چاہیے :

ابتدا	انتہا	املا	انشا	شعرا
حکما	ادبا	علما	فقرا	وزرا

البتہ اگر ایسا لفظ کسی ترکیب کا حصہ ہو تو ہمزہ کے ساتھ جوں کا توں لکھنا چاہیے :

اِنشاء اللہ	منشاءُالرّحمٰن	ذکاءُاللہ	ثناءُالحق
ثناءُاللہ	بہاءُاللہ	ضیاءُالدّین	علاءُالدّین

(علاءُالدّین میں ہمزہ کے بجائے واو لکھنا غلط ہے)

۳- جرأت ، تأثر :

عربی کے کئی الفاظ کے بیچ میں الف مفتوح ہے۔ عربی رسم کتابت کے برخلاف اردو میں ذیل کے الفاظ میں ہمزہ نہیں لکھا جائے گا :

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

جُرأت	تأثُر	تأسُف	متأثِر
	متأہِّل	تأمُّل	

یہی معاملہ واو مفتوح کا ہے ، ان الفاظ میں بھی ہمزہ نہیں لکھا جائے گا ۔

مورِّخ	موثّر	موذِّن	موکّل	مونّث

۴۔ ہمزہ اور واو :

اردو کے کئی لفظوں میں واو ساکن آتا ہے ، یعنی یہ لفظ بہ اعلانِ واو بولے جاتے ہیں ۔ ان میں واو کی حیثیت حرفِ علّت (مصوتے) کی نہیں ، بلکہ حرفِ صحیح (نیم مُصوّتے) کی سی ہے ، اس لیے ان لفظوں میں ہمزہ نہیں لکھنا چاہیے :

اسما : پاو (۱/۴ سیر) بمقابلہ پاؤ (پانا سے)

الاو	اود بلاو	پلاو	تاو	چاو
راو	گاو	باوگولا	گھاو	دیو
بلدیو	خدیو	دیوتا	دیوکی	دیونی
میوا	پسوا	امراوتی	باولا	اتاولا
سانولی	بہاوڑا	گھناونی	جھوا	پسوا
کنکوا	کنور	بیورا	بوا	جیوڑا

حاصل مصدر :

بچاو	گھاو	پتھراو	بہاو	دباو
گھماو	بھراو	الجھاو	چھڑکاو	چناو
جھکاو	سمجھاو	بناوسنگار	بھاو	تاو

جماو (چوک میں آج بڑا جماو ہے) بہ مقابلہ امر جماؤ (یعنی دہی جماؤ)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

امر : امر کی سب شکلوں پر ہمزہ لکھا جائے گا ، کیونکہ امر کے آخر میں واو ساکن نہیں ہوتا :

آؤ جاؤ لاؤ کھاؤ آزاؤ

ظاہر ہے کہ آؤ ، جاؤ میں الف اور واو اپنی اپنی آواز الگ الگ دیتے ہیں ، اس لیے ہمزہ کے استعمال کا مقام ہے ؛ جبکہ بناو ، جاو میں واو ساکن کی آواز حرف علت کی نہیں بلکہ حرف صحیح جیسی ہے ، اس لیے ہمزہ سے لکھنا غلط ہے ۔

۵۔ پانْو ، چھانْو :

ذیل کے لفظوں میں نون غنہ کے بعد واو ساکن ہے اس لیے ہمزہ نہیں لکھا جائے گا :

پانْو چھانْو دانْو ٹھانْو

نانْو گانْو (جمع گانْوں)

۶۔ ہمزہ یا ی :

ہمزہ کے سلسلے میں ایک بڑی دقت یہ ہے کہ چاہیے میں ہمزہ کیوں نہیں لکھنا چاہیے اور جائیے میں کیوں لکھنا چاہیے ، یا کئی ، گئے اور گئی کو تو ہمزہ سے لکھا جاتا ہے ، لیکن کیجیے ، لیجیے اور دیجیے کو ہمزہ سے کیوں نہ لکھا جائے ؟ واقعہ یہ ہے کہ کسرے اور اعلان کی ی (نیم مُصوّتی ی) کا مخرج ساتھ ساتھ ہے ۔ چنانچہ چاہِ + یے ، لِ + یے ، دِ + یے میں بالترتیب ہ ، ل اور د کے زیر کے بعد دوسرے مُصوّتے تک جانے سے پہلے زبان ی کے مخرج سے گزرتی ہے ، جس سے ی کا شائبہ پیدا ہو جانا لازمی ہے ۔ اس کے برعکس جا + ے ، گ + ے ، گ + ی میں کسرہ نہیں بلکہ الف یا زبر ہے ، اس لیے ی کے شائبے کا سوال ہی نہیں پیدا ہوتا ۔ ان میں دو مصوتے ساتھ ساتھ آئے ہیں ، اور یہ طے ہے کہ جہاں دو مُصوّتے ساتھ ساتھ آئیں ، وہاں ہمزہ لکھنا چاہیے :

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اب اس سلسلے میں اصول یہ ہوا :

(۱) اگر حرف ماقبل مکسور ہے تو ہمزہ نہیں آئے گا ، ی لکھی جائے گی ، جیسے :

کیے دیے لیے جیے سیے چاہیے

فعل کی تعظیمی صورتیں دیجیے ، لیجیے اسی اصول کے تحت ی سے لکھی جائیں گی :

دیجیے لیجیے کیجیے اٹھیے
بولیے بیٹھیے کھولیے تولیے

(لیے فعل کے طور پر آئے یا حرف کے طور پر ، ہمیشہ لیے لکھا جائے گا)

(۲) باقی تمام حالتوں میں ہمزہ لکھا جائے گا :

وہ تمام فعل جن کے مادے کے آخر میں الف یا واو آتا ہے ، اس اصول کے تحت ہمزہ سے لکھے جائیں گے ۔ ان میں ایک حرف علت تو مادے کا ، دوسرا تعظیمی لاحقے اِیے کا (فرما + اِیے ، جا + اِیے) مل کر اپنی اپنی آواز دیتے ہیں ، اس لیے ہمزہ کے استعمال کا جواز پیدا ہو جاتا ہے :

فرمائیے جائیے آئیے کھوئیے سوئیے

اسی طرح گئے ، گئی ، نئے میں یاے سے پہلا حرف مفتوح ہے ۔ ان لفظوں کو بھی ہمزہ سے لکھنا صحیح ہے ۔

۷۔ ہمزہ اور ے :

ذیل کے لفظ خفیف اعلان ے سے بولے جاتے ہیں ؛ یعنی ان میں ی کی حیثیت حرف علت کی نہیں بلکہ حرف صحیح کی سی ہے ؛ اس لیے ان کو بھی ہمزہ سے نہیں لکھنا چاہیے :

ہاے چاے گاے (جانور)
راے سراے بجاے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

۸- آزمایش ، آزمائش :

فارسی کے وہ حاصل مصدر جن کے آخر میں ش ہوتا ہے ، اگرچہ ان میں از روے اصل ی ہوتی ہے ، لیکن تلفظ میں ی اور ہمزہ کی درمیانی آواز سنائی دیتی ہے ۔ ان کو از روے اصل لکھا جائے تو ی سے صحیح ہیں ، لیکن از روے تلفظ ہمزہ سے ؛ چنانچہ ایسے الفاظ کے دونوں املا کو صحیح مان لینا چاہیے :

آزمایش	نمایش	آسایش	ستایش
آزمائش	نمائش	آسائش	ستائش
آیندہ	نمایندہ	پایندہ	نمایندگی
آئندہ	نمائندہ	پائندہ	نمائندگی

۹- ہمزہ اور اضافت :

(۱) اگر مضاف کے آخر میں ہاے مختفی ہے تو ہمزہ استعمال کرنا چاہیے ؛ جیسے :

خانۂ خدا	جذبۂ دل	نغمۂ فردوس	نالۂ شب
نشۂ دولت	جلوۂ مجاز	تشنۂ کربلا	نذرانۂ عقیدت

(۲) اگر مضاف کے آخر میں الف یا واو ہے تو اضافت ے سے ظاہر کی جاتی ہے ۔ یہاں ے ہمزہ کی قائم مقام ہے ۔ اس پر ہمزہ نہیں لگانا چاہیے :

اردوے معلّا	صداے دل	نواے ادب
کوے یار	بوے گل	دُعاے سحری
دنیاے فانی	گفتگوے خاص	

(۳) باقی تمام حالتوں میں اضافت کسرے سے ظاہر کی جائے گی ؛ جیسے :

دلِ درد مند	ماہِ نو	دامِ موج	گلِ نغمہ
آہِ نیم شبی	لذتِ تقریر	پرتوِ خیال	نقشِ فریادی
شوخیِ تحریر	دستِ صبا	والیِ ریاست	رعنائیِ خیال
دودِ چراغِ محفل	حسنِ توبہ شکن		

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(رعنائی خیال میں اضافت تو کسرے سے ہوئی ہے - ہمزہ مضاف یعنی رعنائی میں پہلے سے موجو تھا) -

۱۰- ہمزہ اور واو عطف :

عطف کے واو پر کسی بھی صورت میں ہمزہ نہیں لکھنا چاہیے :

وفا و جفا	ہوا و ہوس	زندگی و موت
مے و جام	سادہ و پرکار	گل و بلبل

۱۱- ہـوا :

(ہونا کا ماضی) دو مصوتے ساتھ ساتھ ہیں (و+ا) - قدیم املا میں ہمزہ ملتا ہے لیکن اب رائج نہیں - اس لیے اس لفظ کا صحیح املا بغیر ہمزہ مان لینا چاہیے -

* * *

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اردو لغت بورڈ کے املائی و اعرابی اصول

نسیم امروہوی

(ا) ہر لفظ ترتیب تہجی سے جس مقام پر آتا ہے وہیں درج کیا گیا ہے ، اور کسی مادے سے بنے ہوئے سب لفظ ایک سلسلے میں درج نہیں کیے گئے ، مثلاً : 'شکل' کے ذیل میں ' اشکال ، اِشکال ، تشکیل ، مشکل ' وغیرہ میں اول الذکر دو لفظ ، 'الف' کی تقطیع میں ملیں گے ، تیسرا لفظ 'ت' میں اور چوتھا 'م' میں ۔

(ب) جو ترتیب تہجی اختیار کی گئی ہے اس کی تفصیل یہ ہے : ' ا ، آ ، ب ، بھ ، پ ، پھ ، ت ، تھ ، ٹ ، ٹھ ، ث ، ج ، جھ ، چ ، چھ ، ح ، خ ، د ، دھ ، ڈ ، ڈھ ، ذ ، ر ، رھ ، ڑ ، ڑھ ، ز ، ژ ، س ، ش ، ص ، ض ، ط ، ظ ، ع ، غ ، ف ، ق ، ک ، کھ ، گ ، گھ ، ل ، لھ ، م ، مھ ، ن ، نھ ، و ، ہ ، ء ، ی ، ے ، ان میں سے سب حروف کلمے کے شروع میں نہیں آتے ؛ لیکن یہ سب اردو میں مستقل آوازوں کے ترجمان ہیں اور علاحدہ علاحدہ صوتیوں (Phonemes) کی حیثیت رکھتے ہیں ، لہٰذا ان میں سے ہر ایک کا مجرد حرف کے طور پر اندراج کیا گیا ہے ، اس کا خاطر خواہ تعارف کرایا گیا ہے ، اور اس کی صوتی و ابجدی حیثیت کے علاوہ لسانی (لغوی) حیثیت بھی واضح کی گئی ہے ۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(ج) ترتیب الفاظ میں بھی مذکورۂ بالا حروف تہجی کو علیحدہ علیحدہ حروف شمار کیا گیا ہے ، چنانچہ 'بڑھ' اور 'پڑھ' وغیرہ 'بڑے' اور 'پڑے' وغیرہ کے بعد درج ہوئے ہیں ، یعنی جب 'ب ڑ' اور 'پ ڑ' کے تمام الفاظ ختم ہوگئے تو 'ب ڑ ھ' اور 'پ ڑ ھ' کے الفاظ شروع ہوئے ہیں -

(د) ترتیب تہجی کے ساتھ ساتھ اعرابی ترتیب کو بھی ملحوظ رکھا گیا ہے ، چنانچہ فتحہ سب سے پہلے ہے ، اس کے بعد کسرہ اور آخر میں پیش ، یعنی پہلے 'اَن' درج ہوا ہے ، پھر 'اِن' ؛ اور پھر 'اُن' اسی طرح واو لین کو واو معروف و مجہول پر اور واو معروف کو واو مجہول پر نیز یاے لین کو یاے معروف و مجہول پر اور یاے معروف کو یاے مجہول پر تقدم دیا گیا ہے ، یعنی پہلے 'کَوْل' درج ہوا ہے پھر 'کُوْل' اور پھر 'کول' اسی طرح پہلے 'سَیر' پھر 'سِیر' اور پھر 'سیر' -

(ہ) جو مختلف المعنی ہمشکل الفاظ ایک مادے سے مشتق نہیں انھیں مستقل لغت کے طور پر الگ الگ درج کیا گیا ہے اور امتیاز کے لیے اِن کے ساتھ (۱) ، (۲) ، وغیرہ لکھ دیا گیا ہے ، مثلاً : 'اب' (= اس وقت) 'اب' (= باپ) اور 'اب' (= چراگاہ) ، کو 'اب (۱)' 'اب (۲)' اور 'اب (۳)' کی صورت میں علیحدہ علیحدہ درج کیا گیا ہے -

(و) جہاں ایک ہی لفظ اردو میں دو طرح لکھنے کا رواج ہے (عام اس سے کہ دوسرا املا غلط ہو یا صحیح) وہاں اصل لغت کے سامنے (اعراب ملفوظی اور قواعدی حیثیت کے اندراج کے بعد) دوسری شکل درج کی گئی ہے ، مثلاً : 'دفعۃً' کے سامنے 'دفعتاً' 'مولانا' کے سامنے 'مولٰنا' وغیرہ -

(ز) تحتی الفاظ کے اندراج میں بنیادی لفظ کا اعادہ نہیں کیا گیا ، بلکہ اس کی جگہ چھوٹا خط کھینچ دیا گیا ہے ، مثلاً 'ابر' کے اندراج کے بعد اس کے تحتی مرکبات اس طرح درج کیے گئے ہیں :

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ـِ / آزاری
ـِ / باراں
ـِ / بُہار
ـِ / بُہمَن

(ح) لاحقوں کے اندراج میں لاحقے سے پہلے تین نقطے اس طرح بنائے گئے ہیں :

... وا (دکھاوا ، چڑھاوا)

... ائی (لگائی ، بجھائی)

یہ نقطے ان کلمات کے جانشین ہیں جو لاحقے سے پہلے لگا کر الفاظ بنائے جاتے ہیں۔

(ط) ہمزہ جو اکثر عربی اسما کے آخر میں آتا ہے (جیسے : ابتداء ، انتہاء) ایسے اصل لغات کے ساتھ درج نہیں کیا گیا ؛ البتہ جہاں اسلا میں اس کے استعمال کی مثال مل گئی ہے وہاں متبادل شکل کے طور پر ، اور جہاں مثال نہیں ملی وہاں اشتقاق میں اصل عربی لفظ ہمزہ کے ساتھ لکھ کر یہ واضح کر دیا گیا ہے کہ ہمزہ اس لفظ کا جزو ہے۔

(ی) اردو کلمات میں جہاں ہمزہ کی آواز پیدا ہوتی ہے وہاں ہمزہ (ء) لکھا گیا ہے ، مثلاً : 'کئی ، گئی ، آؤ ، رائتہ ، آئندہ ، سلاً اعلی' اور 'جرأت' وغیرہ ؛ لیکن جس کلمے کے بولنے میں ہمزہ کی آواز پیدا نہیں ہوتی وہ کلمہ 'ی' سے درج کیا گیا ہے ، جیسے : 'کیجیے ، سیے ، لیجیے ، دیجیے ، کہیے' اور 'ہوجیے' وغیرہ۔

(ک) 'الف' یا 'واو' پر ختم ہونے والے عربی اور فارسی الفاظ کے مضاف ہونے کی حالت میں جو بڑی 'ے' علامت اضافت کے طور پر آتی ہے اس پر ہمزہ نہیں بنایا گیا ، جیسے : 'ابتدائے کار' 'عدوے حق' 'سرائے فانی' 'جوے خوں' وغیرہ۔

(ل) جو کلمات 'الف' یا 'ہ' پر ختم ہوتے ہیں ان کے املے میں حرف آخر کو بڑی 'ے' سے بدل دیا گیا ہے ، جیسے : 'گھنٹے پر ،

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

پیمانے سے' وغیرہ ؛ مگر 'ح' یا 'ع' پر ختم ہونے والے الفاظ میں ایسی کوئی تبدیلی نہیں کی گئی ؛ البتہ تیسرے حرف کو مکسور کر دیا گیا ہے، جیسے : ' مطلع میں اور برقع کو ، وغیرہ ۔

اوقاف و رموز و علامات

(الف) سکتہ Comma (،)

۱۔ اعراب ملفوظی میں ایک حرف کا اعراب درج کیے جانے کے بعد ۔

۲۔ قواعد میں لفظ کی قواعدی حیثیت درج کرنے کے بعد تذکیر و تانیث کے اندراج سے پہلے ۔

۳۔ تشریح میں لفظ کے معنی درج کر کے ان کا مترادف لکھنے سے پہلے ۔

۴۔ مثال کے سلسلے میں کتاب یا مصنف کا نام درج کرنے کے بعد ۔

۵۔ اخبارات و رسائل سے اخذ کی ہوئی مثالوں میں جائے اشاعت اور جلد نمبر کے بعد اور شمارہ نمبر سے پہلے ۔

۶۔ اشتقاق میں لفظ اور اس کی قواعدی حیثیت کے درمیان ۔

(ب) وقفہ Semicolon (؛)

۱۔ اعراب ملفوظی میں متبادل اعراب درج کرنے سے پہلے ۔

۲۔ قواعدی حیثیت درج کرنے کے بعد ، لفظ کی متبادل شکل کے اندراج سے پہلے ۔

۳۔ ایک قواعدی حیثیت درج کرنے کے بعد دوسری قواعدی حیثیت درج کرنے سے پہلے (مثلاً اسم مذکر لکھنے کے بعد ، جمع لکھنے سے پہلے) ۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

۴۔ تشریح میں کسی شق کے وہ معنی درج کرنے سے پہلے جن میں اور سابق معنی میں نازک سا فرق ہو ، یا جو پہلے معنی سے مختلف ہوں ۔

۵۔ اشتقاق میں ایک زبان سے لفظ کا تعلق ظاہر کرنے کے بعد ، دوسری زبان سے اس کا تعلق درج کرنے سے پہلے ۔

۶۔ ایک ہی معنی کی تشریح میں ایک کتاب کا حوالہ درج کرنے کے بعد ، دوسری کتاب کا حوالہ درج کرنے سے پہلے ۔

(ج) رابطہ Colon (:)

۱۔ تفصیل ، اقتباس ، مثال یا بیان سے پہلے ۔

۲۔ مثال کے حوالے میں صفحہ نمبر سے پہلے جب کہ وہ کسی ایسی کتاب یا رسالے سے ماخوذ ہو جو دو یا زائد مجلدات پر مشتمل ہو (جیسے : کلیات اکبر ، ۲ : ۲۷) ۔

(د) ختمہ Full Stop (۔)

اس کے محل پر ڈیش کی جگہ نقطہ استعمال کیا گیا ہے ۔

(ہ) سوالیہ Note of Interrogation (؟)

سوالیہ یا مشتبہ اور تحقیق طلب مقامات پر ، جیسا کہ عموماً جدید رسم تحریر میں رائج ہے (اس کا کھلا ہوا حصہ یا منہ دریافت طلب بات کی جانب رکھا گیا ہے) ۔

(و) قوسین یعنی ہلالی بریکٹ (Bracket (small) ( )

۱۔ لغت کے اندراج کے بعد اعراب ملفوظی کے لیے ۔

۲۔ لفظ کی قدامت ظاہر کرنے کے لیے ۔

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

۳۔ ان مقامات پر جہاں تشریح کے درمیان مزید وضاحت کے لیے کوئی بات درج کی گئی ہے ۔

۴۔ مرکب فقروں اور کہاوتوں کے درمیان کوئی متبادل صورت ظاہر کرنے کے لیے (سیدھے خط کے بعد) ۔

۵۔ اصطلاحی الفاظ کی تشریح میں حسب ضرورت مخصوص علم یا فن وغیرہ کا نام ظاہر کرنے کے لیے ۔

۶۔ لگے بندھے فقرات یا امثال وغیرہ میں اس کلمے کے اندراج کے لیے جیسے کچھ لوگ بولتے ہیں اور کچھ نہیں بولتے (جیسے : ایک دم (میں) ہزار دم) ۔

۷۔ اشتقاق میں لغت کا مادہ درج کرنے کے لیے ۔

۸۔ اشتقاق میں براے اندراج علامت تسوید و کلمۂ مساوی ۔

۹۔ دیکھو اوقاف و رموز و علامات : ح (۲) ۔

۱۰۔ کسی کتاب یا تصنیف کے قلمی ہونے کے اظہار کے لیے ۔

(ز) عمودی بریکٹ Bracket (large) [ ]

اشتقاق اور اس کے متعلق درج کرنے کے لیے ۔

(ح) سیدھا خط Dash (—)

۱۔ دیکھیے طریق اندراج و املا (ز) ۔

۲۔ جملے یا فقرے کے درمیان ہلالی بریکٹ میں کسی ایسے لفظ کے اندراج کے ساتھ جو مذکورہ کلمے کا متبادل ہو (جیسے ناچ نہ جانوں (— نہ جانے) آنگن ٹیڑھا) ۔

۳۔ تحتی لفظ کے اعراب ملفوظی سے پہلے ۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(ط) آڑا خط Oblique (/)

۱۔ لغت مفرد کے اندراج کے بعد اس کا ، اور لغت مرکب کے بعد اس کے کلمۂ آخر یا چند کلمات کا متبادل لفظ درج کرنے کے لیے (جیسے = سَخُن / سُخَن ؛ یا اصل پر آنا / جانا) ۔

۲۔ اعراب کے ہلالی بریکٹ میں متبادل لفظ کے اعراب ملفوظی سے پہلے ۔

۳۔ تشریح یا اشتقاق میں متبادل کلمے کی تشریح یا اشتقاق درج کرنے سے پہلے ۔

۴۔ جس کتاب کی جلد ، دو یا زائد حصوں پر مشتمل ہے اس کے جلد نمبر اور حصہ نمبر کے درمیان ۔

(ی) اقتباسیہ یعنی عبارت یا لفظ کے شروع میں ایک سیدھا اور آخر میں ایک الٹا واو ، اس طرح : (' ')

اخذ و اقتباس و امتیاز کی علامت ۔
اخبار و رسائل کی مثالوں میں ان کے نام کے ساتھ ۔

(ک) ماخوذیہ Derived from (> یا <)

' ماخوذ از ' کے معنی میں ' مراد یہ کہ ایک سرے کی طرف لکھے ہوئے لفظ یا زبان وغیرہ سے دو سروں کی طرف لکھا ہوا لفظ وغیرہ ماخوذ ہے ۔

(ل) متبادلہ Alternate (~)

یہ بات ظاہر کرنے کے لیے کہ اس کے بعد لکھا ہوا لفظ یا فقرہ اصل لفظ کی متبادل صورت ہے ۔

(م) علامت تجزیہ Plus (+)

اندراج اشتقاق میں یہ ظاہر کرنے کے لیے کہ اصل لفظ علامت تجزیہ کے سابق و لاحق سے مرکب ہے (جیسے : ذات الجنب ، ذات + ال + جنب) ۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(ن) . علامت تسویہ Equal to (=)

عموماً ہلالی بریکٹ میں ، مراد یہ کہ اس کے بعد کا کلمہ سابق کلمے کا مساوی یا مترادف ہے (جیسے : لگاو (= تعلق ، یا نسبت) ۔

(س) تین نقطے Three dots (...)

۱. دیکھو طریق اندراج و املا (ح)

۲- امثلہ و اسناد میں غیر ضروری عبارت کے حذف کی علامت ۔

(مقدمہ اُردو لغت جلد اول)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "